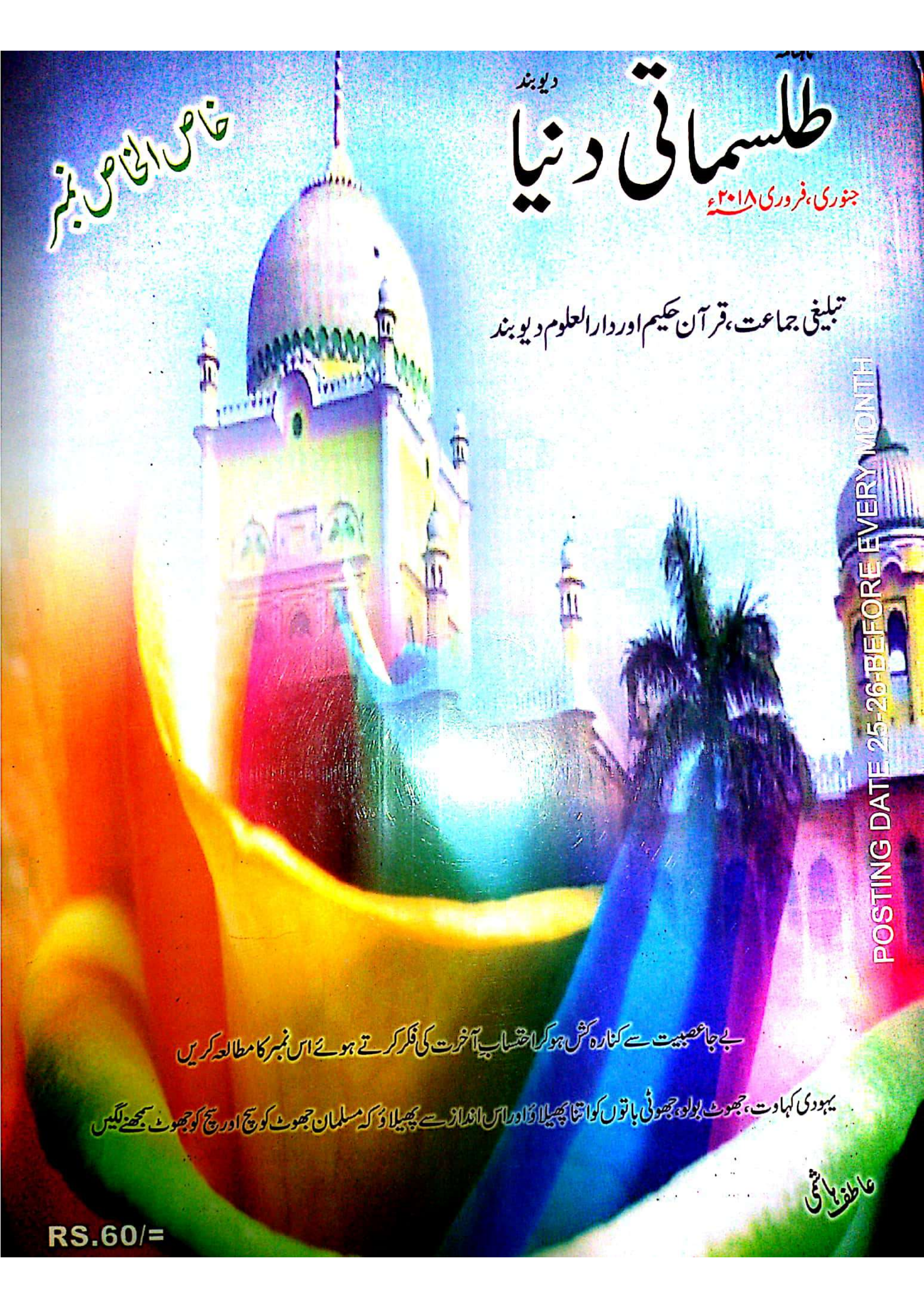
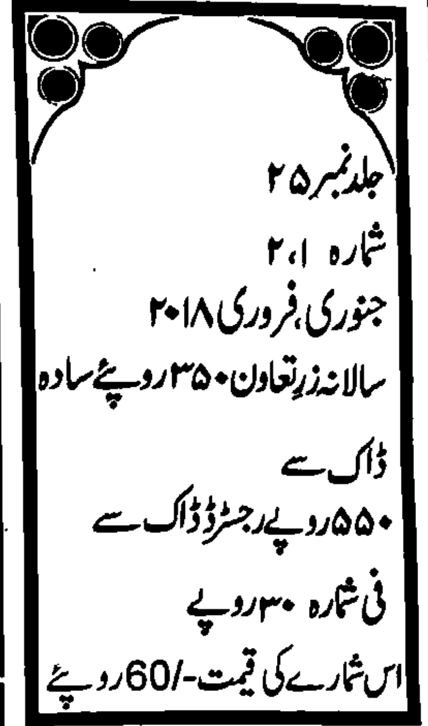


ماہنامہ
دیوبند
طلسماتی دنیا
جنوری، فروری ۲۰۱۸ء
خاص الخاص نمبر
تبلیغی جماعت، قرآن حکیم اور دارالعلوم دیوبند
POSTING DATE 25-26-BEFORE EVERY MONTH
بے جا عصبیت سے کنارہ کش ہو کر احتسابِ آخرت کی فکر کرتے ہوئے اس نمبر کا مطالعہ کریں
یہودی کہاوت، جھوٹ بولو، جھوٹی باتوں کو اتنا پھیلاؤ اور اس انداز سے پھیلاؤ کہ مسلمان جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ سمجھنے لگیں
عاطف ہاشمی
RS.60/=





خاص الخاص نمبر



جلد نمبر ۲۵
شمارہ ۱، ۲
جنوری، فروری ۲۰۱۸
سالانہ زرتعاون ۳۵۰ روپے سادہ ڈاک سے
۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
فی شمارہ ۳۰ روپے
اس شمارے کی قیمت -/60 روپے



پاکستان سے
زرتعاون سالانہ
2000 روپے انڈین

اور ممالک سے
سالانہ زرتعاون
2300 سو روپے انڈین

دل میں تو ضعف عقیدت کو کبھی راہ نہ دے
کوئی کچھ دے نہیں سکتا اگر اللہ نہ دے

یہ رسالہ دین حق کا ترجمان ہے۔ یہ کسی ایک مسلک کی وکالت نہیں کرتا۔

ایڈیٹر
حسن الہاشمی فاضل دارالعلوم دیوبند
موبائل 09358002992



موبائل 09756726786



فون نمبر: 01336-224455
E-mail : hrmarkaz19@gmail.com

انتباہ

طلسماتی دنیا سے متعلق متنازعہ امور میں مقدمہ کی سماعت کا حق صرف دیوبند ہی کی عدالت کو ہوگا۔
(منیجر)

کمپوزنگ:
(عمر الٰہی، راشد قیصر)
ہاشمی کمپیوٹر
فون 09359882674

بینک ڈرافٹ صرف
"TILISMATI DUNYA"
کے نام سے بنوائیں

ہم اور ہمارا ادارہ
مجرمین قانون، ملک اور اسلام کے غداروں سے اعلان بیزاری کرتے ہیں

اطلاع عام

پتہ: ہاشمی روحانی مرکز
محلہ ابوالمعالی دیوبند 247554

TILISMATI DUNYA (Monthly)
HASHMI ROOHANI MARKAZ
MOHALLA, ABUL MALI DEOBAND 247554

پرنٹر پبلشر زینب ناہید عثمانی نے شعیب آفسیٹ پریس، دہلی سے چھپوا کر ہاشمی روحانی مرکز، محلہ ابوالمعالی، دیوبند سے شائع کیا۔

Printer Publisher Zenab Naheed Usmani Shoaib Offset Press Delhi
Hashmi Roohani Markaz, Abul Mali, Deoband (U. P.)

کیا اور کہاں



یہ مضمون - بادلِ نخواستہ

مرکز نظام الدین (بنگلہ والی مسجد) میں تبلیغی جماعت کا موجودہ اختلاف لاریب اقتدار پرستی کا اختلاف ہے۔اس اختلاف میں دو جماعتیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔ایک جماعت سعد صاحب کی ہے جو محض امارت پر یقین رکھتی ہے۔اس جماعت کے نزدیک کسی بھی امیر کو کسی بھی جماعت کے سلسلہ میں مکمل طور پر من مانیاں کرنے کا حق حاصل ہے جب کہ دوسری جماعت شوریٰ پر اظہار اعتماد کرتی ہے اور اُن حضرات کی طرف اپنا رجحان رکھتی ہے جو حضرات ایک طویل عرصہ سے اس جماعت کے نظم ونسق کو چلاتے رہے ہیں اور جنہیں اکابرین کی سرپرستی کی سعادت حاصل تھی لیکن یہ جماعت جس میں مولانا ابراہیم دیولا صاحب اور مولانا احمد لاٹ صاحب جیسے لوگ موجود ہیں، کسی بھی امیر کی سرپرستی سے محروم ہے حالاں کہ کوئی بھی شوریٰ اس وقت معتبر ہے جب اس کا کوئی امیر ہو، جس شوریٰ کا کوئی امیر ہی نہ ہو وہ شوریٰ قابل اعتبار کیسے ہوسکتی ہے؟ اس سلسلے میں جب ہم اسلامی تاریخ اور سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خلافت کے نظام میں اصل حیثیت امیر جماعت ہی کو حاصل تھی، لیکن امیر جماعت اپنی جماعت یعنی مجلس شوریٰ سے مشورے کرنے کا پابند تھا۔اسی بات کی وضاحت ہمیں قرآن کریم میں بھی ملتی ہے۔فرمایا گیا: وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اے محمد ﷺ! تم ارباب رائے سے مشورہ کرو اور جب کسی بات پر جم جاؤ تو پھر صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔اس آیت قرآنی سے صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر جماعت شوریٰ کے مشوروں پر چلنے کا پابند نہیں ہے، البتہ وہ اس بات کا پابند ہے کہ اپنی شوریٰ سے مختلف امور میں مشورے ضرور کرے اور ان مشوروں کے بعد جس بات پر اس کا دل ٹھکے اس کام کو کر گذرے اور اسلامی روایات کے مطابق شوریٰ کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ مشوروں کے بعد امیر کے ہر فیصلے کا خیر مقدم کرے اور امیر جماعت کی نیت پر شک نہ کرے۔

تبلیغی جماعت کا موجودہ اختلاف اسلامی روایات سے بے پرواہ ہو کر چل رہا ہے، اس میں کسی بھی جانب اخلاص نظر نہیں آتا، یہ محض اقتدار کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ اب یہ جماعت علماء حق کی سرپرستی سے محروم ہوتی جارہی ہے اور اِکا دُکا کچھ مولوی اور مفتی جو اس جماعت کے ساتھ لگے ہوئے ہیں وہ اس کی سرپرستی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس جماعت کی ہاں میں ہاں ملا کر اس کی ماتحتی میں کام کر رہے ہیں۔

زبان وبیان کے سلسلہ میں مولانا سعد صاحب کی بے اعتدالیاں

جہاں تک مولانا سعد صاحب کی اُن بے اعتدالیوں کا معاملہ ہے جن کے بارے میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند کو بھی اپنی زبان کھولنی پڑی اور اپنے اُس موقف کو ظاہر کرنا پڑا جس موقف کی سرپرستی پندرہ سو سال سے اہل حق کرتے رہے ہیں اور جو یقیناً دو اور دو چار کی طرح واضح تھا۔مولانا سعد صاحب بعض امور میں کھلم کھلا تفسیر بالرائے کا مظاہرہ کر رہے تھے اور ان کے حواریین ان کی ہر بات پر اس طرح آمنّا وصدّقنا کہہ رہے تھے جیسے ان کی ہر بات الہامی ہو اور اس کا انکار کرنا منجملہ کفر ہو۔لیکن یہاں یہ بات مان لینی ضروری ہے کہ زبان وبیان اور سوچ وفکر کی بے اعتدالیاں صرف مولوی سعد صاحب تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس ضمن میں حسب ظرف سبھی نے بے اعتدالیوں اور تشدد اور تشتت کا مظاہرہ کیا اور یہ سوچ وفکر تو سبھی حضرات کی ہے کہ صرف ہم ہی دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور صرف ہمارا ہی طریق کار معتبر ہے، اپنی جماعت کو "کشتی نوح" بتانا پھر یہ یقین کرنا کہ جو اس کشتی میں سوار ہو جائے گا بس اسی کی نجات ممکن ہے، باقی وہ تمام حضرات جو دوسرے طریقوں سے دین کی خدمت کر رہے ہیں وہ سب ناقابل اعتبار ہیں اور ان کی مغفرت ممکن نہیں ہے۔ظاہر ہے کہ یہ سوچ وفکر ایک باطل سوچ وفکر ہے اور جو ایک معتبر اور مستند جماعت کو دین اسلام کا حریف بنا کر کھڑا کر رہی ہے۔

اس مفروضہ "کشتی نوح میں بے شمار اکابرین جان بوجھ کر سوار نہیں ہوئے، ان میں سے چند اکابرین کے نام یہ ہیں: شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، محدث کبیر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب وغیرہ تو کیا یہ لوگ نجات اور مغفرت کے قابل نہیں ہیں؟

زعم اور گھمنڈ انسان کو تباہ کر دیتا ہے، اس طرح کی باتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت کے اکثر لوگ اس زعم اور گھمنڈ کا شکار ہو گئے ہیں جو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے اور قرآن حکیم میں جس کی پُر زور مذمت کی گئی ہے۔

تبلیغی جماعت کی حقانیت

شروع ہی سے بعض اکابرین اس جماعت سے متفق نہیں تھے، انہیں اسی بات کا خدشہ تھا کہ یہ جماعت آگے چل کر علماء حق کے بالمقابل کھڑی ہو جائے گی اور صرف اپنی ہی سوچ وفکر اور صرف اپنی ہی کارکردگی کو برحق سمجھنے لگے گی کیوں کہ ان کی اکثریت علم معتبر سے محروم تھی۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں اور ایک ہم ہی کیا ساری دنیا یہ تسلیم کرتی ہے کہ تبلیغی جماعت کی انتھک محنت کی وجہ سے مسجدیں نمازیوں سے بھریں، لوگوں کی وضع قطع میں تبدیلی آئی اور اُن گاؤں اور دیہاتوں میں بھی جماعت نے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا جہاں پہنچنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں تھی لیکن آہستہ آہستہ تبلیغی جماعت کی روش بدلنے لگی، عاجزی کی جگہ زعم آ گیا اور خاموشی کی جگہ دعوے اُبلنے لگے۔ ابتداء میں جماعت کے کارکنان کہا کرتے تھے کہ ہماری چلت پھرت دین سیکھنے کے لئے ہے، اس لئے یہ لوگ سڑکوں پر سر جھکا کر چلتے تھے، اب نوبت یہ ہے کہ دین دوسروں کو سکھانے کے دعوے کئے جارہے ہیں اور علماء پر بھی انگلیاں اٹھائی جارہی ہیں، اب دین سیکھنے کی نہیں بلکہ دین سکھانے کے دعوے چل رہے ہیں اور بعض علماء کا بھی یہی حال ہے کہ جو پہلے کبھی اس جماعت کی سرپرستی کیا کرتے تھے اب وہ اس جماعت کے ماتحت ہو کر اپنی زندگی گزار رہے ہیں اور بلاشبہ یہ روش بانی تبلیغ جماعت کی روش نہیں ہے۔

مسجدوں کے منبر ومحراب پر علماء ہی کا حق تھا اور اسلام کے مختلف موضوعات پر جو لاکھوں اور کروڑوں مسائل پر مشتمل ہے اسی کا چرچا ہوا کرتا تھا، مسجد کے امام صاحب یا تو خود وعظ فرمایا کرتے تھے یا یہ خدمت کسی فارغ مدرسہ کو یا کسی بزرگ کو سونپی جاتی تھی اور آج کی صورت حال یہ ہے کہ مسجد کے منبر ومحراب پر بھی صرف چھ باتوں کا شور وغل ہے اور منبر پر بیٹھ کر صرف اس شخص کو تقریر کرنے کا حق حاصل ہے جو جماعت سے وابستہ ہو یا اس نے ایک سال جماعت میں لگایا ہو یا کم سے کم سال میں ایک چلہ لگانے کا پابند ہو خواہ وہ علم کے نام پر الف، ب سے بھی واقف نہ ہو اور مسائل کے نام پر جو بالکل ہی کورا ہو، جماعت والوں کے نزدیک وہی اہل ہوگا اور وہی امامت کرنے کا حق دار ہوگا۔

اس طرح کی افراط اور تشدد نے تبلیغی جماعت کی حقانیت کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی جماعت علماء کی توہین کر کے اور صلحاء کو اپنے ماتحت کر کے زیادہ دنوں تک مسجد کے منبر ومحراب پر اپنا قبضہ قائم نہیں رکھ سکتی۔

کل تو یہ تھا کہ تبلیغی جماعت کے خلاف ایک حرف ناروا اپنی زبان سے نکالنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا آج یہ ہے کہ لوگ اس جماعت کے خلاف بولنے لگے ہیں، اس جماعت کے خلاف تبصروں کا بازار گرم ہے۔ کل یہ ہوگا کہ اگر جماعت کے ذمہ داروں نے اپنی روش نہیں بدلی تو لوگ انہیں برداشت نہیں کر سکیں گے یا پھر مسجدوں میں خانہ جنگی کے آثار شروع ہو جائیں گے اور جہاں پر عافیتیں بٹا کرتی تھیں وہاں سے فتنے تقسیم ہونے لگیں گے۔

علماء کی غلطی

تبلیغی جماعت یقیناً ایک قیمتی جماعت تھی، اس کی کارکردگی یقیناً قابل اعتبار تھی، مسلمانوں میں اصلاح کا کام وہ بحسن وخوبی انجام دے رہی تھی، شیطان لعین جو ازل سے ہمارا اور انسانیت کا دشمن ہے اس کو یہ بات کھلی اور اس نے اس جماعت کے لوگوں کو اسی جماعت کی کارکردگی

سے بہکانے اور راہِ حق سے ہٹانے کی جدوجہد شروع کردی، آہستہ آہستہ جماعت کے افراد راہِ اعتدال سے راہِ تشدد پر آنے لگے، رفتہ رفتہ ان کی روش اور سوچ وفکر بدلنے لگی، شدہ شدہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تبلیغی جماعت کے لوگوں نے یہ دعوے شروع کردئے کہ بس ہم ہی اہل حق ہیں اور بس ہم ہی دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، انہوں نے یہ مثال بھی گھڑلی کہ ہماری جماعت نوح کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں بیٹھ جائے گا بس نجات اسی کو مل سکے گی، جو اس کشتی میں سوار نہیں ہوگا اس کی مغفرت ممکن نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات اگر کوئی نبی یا پیغمبر کہے تو قابل قبول ہوتی ہے، کسی اور کی زبان سے نکلی ہوئی یہ بات محض ایک خوش فہمی ہے اور ایسی ایسی خوش فہمیاں تو کافروں اور مشرکوں کے پلے سے بھی بندھی ہوئی ہیں۔ اس بارے میں علماء کی غلطی یہ رہی کہ وہ انہیں ہٹ دھرمیوں سے نہیں بچاسکے بلکہ جو نام نہاد علماء ان کے ساتھ جڑے وہ ان ہی کے رنگ میں رنگ گئے اور ان ہی کی بولنی بولنے لگے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بے چاری اس جماعت کو آئینہ دیکھنے کی بھی توفیق نہ ہوسکی اور اب صورتِ حال یہ ہے کہ مولانا سعد صاحب تمام علماءِ حق کی سوچ وفکر کے خلاف باتیں گھڑ رہے ہیں۔ قرآن کریم کی من گھڑت تفسیریں بیان کررہے ہیں اور جماعت تبلیغ میں شدید قسم کا اختلاف پیدا ہونے کے باوجود کسی بھی طرح سے ٹس سے مس ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دراصل عرصہ سے جماعت کے لوگ جس طرح کی سوچ میں مبتلا ہیں اس طرح کی سوچ سے یہی نتائج برآمد ہوتے ہیں کہ انسان یہ دعویٰ کرنے پر مجبور سا ہوجاتا ہے کہ انا ولا غیری۔

سین اور شین کا اختلاف

سین سے مراد مولانا سعد صاحب اور شین سے مراد شورائی نظام کے متوالے۔ اس اختلاف میں جو اپنی حدوں سے بہت آگے جاچکا ہے اور پوری دنیا میں پھیل چکا ہے یہ بات قابل حیرت ہے کہ شوریٰ کو اہمیت دینے والے جو لوگ مولانا سعد سے اظہارِ اختلاف کررہے ہیں وہ بھی مولانا سعد کے مرکز میں تسلط اور اجارہ داری کے مخالف ہیں۔ وہ ان باتوں کا کوئی برا نہیں مانتے جن کے خلاف علماء دیوبند نے ایک جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سب کی سوچ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہم سب نوح کی کشتی میں سوار ہیں اور صرف ہم ہی ناجی ہیں، باقی مسلمانوں کے دوسرے طبقات اللہ کی رحمت ومغفرت کے مستحق نہیں ہیں، العیاذ باللہ۔ یہ سوچ یہ ثابت کرتی ہے کہ تبلیغی جماعت بزعمِ خود دین اسلام کی ایک حریف بنتی جارہی ہے، جسے فرقۂ باطلہ سمجھتے ہوئے ہمارا پورا جسم کانپ جاتا ہے۔

سین شین کا اختلاف اتنا بڑھ چکا ہے کہ یوپی میں کئی مسجدوں کے صحن میں دیواریں کھڑی ہوگئی ہیں اور تبلیغی جماعت کے جلسوں میں یہ اختلاف اور زیادہ کھل کر سامنے آرہا ہے۔ ایک دوسرے کی غیبتیں اور ایک دوسرے پر تہمتیں اچھالنے کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوچکا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قیمتی جماعت کو، اس قابل قدر جماعت کو صحیح راستے پر لانے کی ہر ممکن کوشش کریں، ورنہ خطرہ اس بات کا پیدا ہوگیا ہے کہ علماء دیوبند کے جسم کا ایک بڑا حصہ ان سے مطلقاً الگ ہوجائے گا اور اس کے بعد علماءِ دیوبند میں بھی خانہ جنگی شروع ہوجائے گی۔ کیوں کہ کچھ ایسے نادان قسم کے مولوی اور مفتی تبلیغی جماعت میں گھسے ہوئے ہیں جو اس جماعت کے ہر قول وفعل پر آمنا وصدّقنا کہنے کا وطیرہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو نہ دارالعلوم دیوبند کی عظمت کا احساس ہے اور نہ دینِ اسلام کی حقانیت کا۔

کچھ اور باتیں

دین اسلام کے دوسرے اجزاء کی طرح جہاد بھی دین اسلام کا ایک جزو ہے۔ قادیانی جو ختم نبوت کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے یقیناً دین اسلام سے خارج ہیں ان کی سوچ یہ ہے کہ اب جہاد کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا اب ماضی کے جہاد اور غزواتِ نبوی کا بھی کوئی ذکر نہیں ہونا چاہئے۔ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق، جنگ یرموک وغیرہ سب ماضی کے افسانے ہیں، اب ان کا تذکرہ فضول ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی باتیں

کرنے والا اسلام سے خارج ہے اور وہ ایک اعتبار سے غلام احمد قادیانی کا بگل بجا رہا ہے اور یہی سوچ اب جماعت کے اکثر افراد کی بھی بنتی جارہی ہے جو ایک خطرے کی نشانی ہے گویا کہ ہم ایسی باتیں کرکے اُن لوگوں کو کمک پہنچا رہے ہیں جو یقیناً کافر ہیں۔ تبلیغی جماعت حنفیوں کی جماعت ہے اور احناف کے نزدیک عورتوں کا فرض نماز ادا کرنے کے لئے بھی مسجدوں میں آنا احتیاط کے خلاف ہے لیکن اب تبلیغی جماعت میں دعوت دین کا فرض ادا کرنے کے لئے عورتیں بھی چلّے میں جانے لگیں، آگے چل کر یہ چلت پھرت بغیر محرم کے بھی چلے گی، جو بڑے بڑے فتنوں کا موجب بنے گی، جب کہ دعوت فرض عین نہیں فرضِ کفایہ ہے، جو احناف فرض عین کو مسجدوں میں ادا کرنے کی عورتوں کو اجازت نہیں دیتے وہ فرض کفایہ ادا کرنے کی اجازت کیوں کردیں گے؟ یہ دور جو فتنوں سے بھرا دور ہے اس دور میں عورتوں کا چلوں کے لئے گھر سے نکلنا خطرات سے خالی نہیں ہے۔ چند سال پہلے مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ عورتوں کا تبلیغ کے لئے نکلنا درست نہیں ہے لیکن جماعت والوں نے دارالعلوم دیوبند کے اس فتوے کو نظر انداز کردیا اور عورتوں کا برائے چلا گھروں سے نکلنا ابھی تک بند نہیں ہوا اور اب بند ہوگا بھی نہیں۔ جو جماعت ہر ہر معاملے میں خود کو خود کفیل سمجھنے لگی ہے وہ کسی مفتی اور کسی مصلح کی بات کیوں مان لے گی؟ جب کہ اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے درجنوں مفتی اور مولوی اس کے اغل بغل میں بیٹھے ہوئے ہیں اور خود کو دین کا ٹھیکیدار سمجھنے کے خبط میں بری طرح مبتلا ہیں۔

علماءِ حق سے گذارش

اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ تبلیغی جماعت ہماری اپنی جماعت ہے اور ہمارے اپنے بزرگوں کی قائم کردہ ہے۔ بدنصیبی کی بات ہے کہ یہ جماعت جو دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے بنی تھی اور جو اکرامِ مسلم کے ساتھ ساتھ علماءِ حق کی قدردانیوں سے پوری طرح لیس تھی اور جس کے انگ انگ سے عاجزی اور انکساری ہویدا ہوا کرتی تھی اب اسی جماعت میں ایسے لوگ گھس گئے ہیں جو گھمنڈ اور زعم کی باتیں کرنے لگے ہیں اور قرآن کریم کی من مانی تفسیر کرنے کی غلطیوں مرتکب بھی ہورہے ہیں، نیز علماء کی ناقدری اور ان کی توہین وتذلیل کرنے سے بھی باز نہیں آرہے ہیں۔

اور بھی کئی خرابیاں ایسی پیدا ہوگئی ہیں جن سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جماعت راہِ راست سے اِدھر اُدھر ہوگئی ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ جماعت ایک برحق جماعت ہے اور اخلاص والمیت کے ساتھ اس کی تخلیق ہوئی ہے، اس کو بھٹکنے سے بچانا اور اس کی اصلاح کرنا تمام علماء کا فرض ہے۔

تمام علماء سے اس بات کی گذارش ہے کہ وہ مولوی سعد اور شوریٰ کے اختلاف سے بالاتر ہوکر جماعت کو اُس تشدد، اس غلو اور اس افراط و تفریط سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ اگر یہ جماعت خدانخواستہ کہیں دور نکل گئی اور اس کی گھر واپسی ممکن نہ ہوئی تو آخرت میں ہم سب سے باز پرس ہوگی اور ہم سب کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

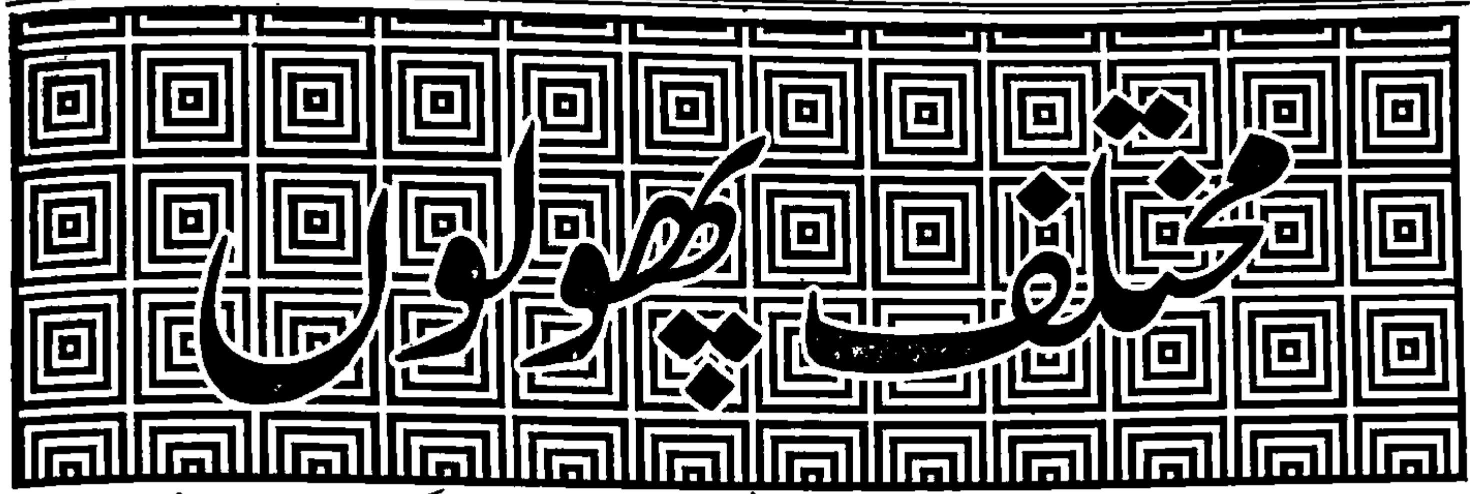
آخر میں ایک گذارش مولانا ابراہیم دیولا صاحب اور مولانا احمد لاٹ صاحب سے بھی

نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہم آپ سے یہ گذارش کرتے ہیں کہ مولانا سعد صاحب کی غلطیوں کے ساتھ ساتھ آپ اُن کوتاہیوں اور اُن خامیوں پر بھی نظر ڈالیں جو پوری جماعت میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان باتوں سے افراط بھی ہے اور تشدد بھی، ان باتوں سے پرہیز کرنا بے حد ضروری ہے۔ ان باتوں کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں لوگوں کی گمراہی کا خطرہ ہے اور قادیانیوں اور یہودیوں کی سوچ وفکر کا امتِ مسلمہ میں پھیل جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ آپ کو بطورِ خاص ان خامیوں کی طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ ایک قیمتی جماعت گمراہی کی کسی دلدل میں پھنس کر نہ رہ جائے۔ محاسبۂ آخرت کی فکر کیجئے اور ان لوگوں کی حفاظت کے لئے کوئی قدم اٹھایئے جو راہِ اعتدال سے اِدھر اُدھر ہوکر بانی جماعت حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی روح کو تکلیف پہنچانے کا سبب بن رہے ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ توجہ دیں گے اور اگر آپ جیسے اکابرین بھی توجہ نہیں دیں گے تو پھر اس قافلے کا اور اس کشتیٔ نوح کا خدا ہی حافظ ہے۔

صدائے حق

تبلیغی جماعت کا مبارک کام الحمدللہ پورے زور وشور اور اخلاص کے ساتھ جاری ہے اور ہر آئے دن اس میں ترقی ہو رہی ہے جو بہت خوش آئند بات ہے اور اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جن پر اگر قابو نہ پایا گیا اور ابھی سے ان کا راستہ نہ روکا گیا تو اس عظیم کام کی قوت اور افادیت شدید متاثر ہوگی اور یہ کام داخلی اختلافات اور بے اصولی کا شکار ہو جائے گا۔ اور اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو یہ امت مسلمہ کے لئے بڑی محرومی اور بدقسمتی کی بات ہوگی۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے آمین) سب سے بڑا خطرہ جو تبلیغی جماعت کو لاحق ہے وہ ہے ان بنیادی اصولوں سے انحراف کا آغاز جن پر اس کام کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ مثال کے طور پر تبلیغی جماعت شروع سے اس اصول پر کاربند ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی کی خوامخواہ مخالفت نہ کی جائے بلکہ اگر کوئی مخالفت کرے تو اسے بھی جواب نہ دیا جائے۔ تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا کہنا ہے کہ تبلیغ کا یہ کام خالص دینی خیر خواہی پر مبنی ہے اور اس میں تصادم کی کوئی گنجائش نہیں ہے، چنانچہ تبلیغی جماعت اس زریں اصول کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ لوگوں نے انہیں گالیاں دیں ان کے بستر مساجد سے نکال کر باہر پھینک دیئے، بعض جگہوں پر انھیں جسمانی ایذا بھی پہنچائی گئی، ان کے خلاف سخت کتابیں لکھیں مگر جماعت کے احباب ہر ستم کو مسکرا کر سہتے رہے اور انھوں نے ان لوگوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کی جو ان کے خلاف یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ الحمدللہ تبلیغی جماعت کا یہ صبر کام آیا اور ان کے مخالفین یا تو خود معدوم ہو گئے یا انہیں ذلیل ہونا پڑا جبکہ تبلیغی احباب اپنا وقت ضائع کئے بغیر آگے بڑھتے چلے گئے مگر اب دیکھنے میں آ رہا ہے کہ تبلیغی جماعت کے بعض افراد اپنی بڑھتی ہوئی قوت یا پھیلتے ہوئے کام سے متاثر ہو کر اس اصول کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں بیانات میں اب عاجزی کی بجائے جارحانہ انداز آتا جا رہا ہے۔ جہاد اور مجاہد کی کھل کر مخالفت کی جاتی ہے جن مساجد میں جماعت کو قوت حاصل ہے وہاں علماء کرام کے درس بند کرا دیئے جاتے ہیں اور بعض اوقات تو مدارس اور خانقاہوں کے خلاف بھی زبان چلائی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ حیرت ناک بھی ہے اور افسوسناک بھی۔ معلوم نہیں کس ظالم نے اس مبارک کام میں سب وشتم اور تبرابازی کی رسم مذموم شروع کی ہے یقیناً یہ ایک بڑی غلطی ہے بلکہ خودکشی کی طرف پہلا قدم ہے پھر اس غلطی کے پیچھے سے ایک اور غلطی جنم لے رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تبلیغ والے صرف فضائل بیان کرتے تھے چنانچہ سالہا سال کی محنت نے انہیں بے شک فضائل سمجھانے کا بہترین اہل بنا دیا ہے اور دلائل میں نہ پڑنے کی وجہ سے وہ اختلافات سے محفوظ رہتے ہیں۔ تبلیغ والوں کا شروع سے یہ اصول رہا ہے کہ ہم فضائل بتاتے ہیں مسائل علماء کرام سے پوچھئے مگر جب سے تبلیغ والوں نے جارحانہ انداز اختیار کیا ہے اور دین کے بعض شعبوں کی مخالفت شروع کر دی ہے اس وقت سے وہ دلائل میں بھی الجھ گئے ہیں حالانکہ دلائل میں ان کی حالت بہت پتلی ہے چنانچہ وہ کمزور دلائل سے بات کرتے ہیں جس سے مخالفین کو ان پر گرفت کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ آج تبلیغی جماعت کے خیر خواہ دردمندی کے ساتھ پوچھ رہے ہیں کہ آخر آپ لوگوں کو مخالفت اور دلائل میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا آپ لوگ حضرت مولانا الیاسؒ اور حضرت مولانا یوسفؒ سے بڑھ کر تبلیغ کے کام کو سمجھتے ہیں؟ کیا فضائل کے بیان سے لوگ دین پر نہیں آ رہے تھے؟ کیا جہاد کی مخالفت کئے بغیر یہ کام آگے نہیں بڑھ رہا تھا؟ یقیناً یہی جواب ملے گا کہ مخالفت کئے بغیر ہی تو کام اس مقام پر پہنچا ہے۔ تو جب مخالفت کے بغیر کام تیزی سے بڑھ رہا تھا تو اب اچانک علمیت دکھانے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟۔ اسی لئے کل تک انہیں مسجدوں سے نکالا جاتا تھا اب وہ دوسروں کو نکال رہے ہیں، کل تک ان کی مخالفت کی جا رہی تھی، آج وہ دوسروں کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کل وہ علماء کا احترام کرتے تھے آج وہ علماء سے یہ سوال کرتے نظر آ رہے ہیں، آپ نے وقت کتنا لگایا۔؟ اس طرح کی حرکتوں کی وجہ سے جماعت بے اثر ہوتی جا رہی ہے۔ اور اب تو حال یہ ہو گیا کہ علماء سے جاہل کھڑے باقاعدہ الجھ رہے ہیں اور خود کو علماء سے بہتر سمجھ رہے ہیں۔ الٰہی خیر ہو اس کاررواں دعوت کی۔



حدیث قدسی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے حاصل کیے ہوئے کھانے سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کونسا کام زیادہ اچھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر وہ تجارت جس میں تاجر بے ایمانی اور جھوٹ سے کام نہیں لیتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ حرام مال کمائے پھر اس میں سے خدا کی راہ میں صدقہ کرے تو یہ صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا، اگر اپنی ذات اور گھر والوں پر خرچ کرے گا تو برکت سے خالی ہوگا۔ اگر وہ اس کو چھوڑ کر مرا تو وہ جہنم کے سفر میں اس کا زادِراہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ برے عمل کو اچھے عمل سے مٹاتا ہے، خبیث، خبیث کو نہیں مٹا سکتا۔

ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ مجھ سے زیادہ مشابہ وہ ہے جو زیادہ اخلاق والا ہے، بہت سے باعزت اپنی بداخلاقی کی وجہ سے ذلیل ہوجاتے ہیں اور بہت سے حقیر اپنی خوش اخلاقی سے باعزت بن جاتے ہیں۔

☆ جب تمہیں نیکی کر کے خوشی ہو اور برائی کر کے پچھتاوا تو تم مومن ہو۔

☆ جو شخص جھوٹی قسم کھائے اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

☆ سب سے زیادہ نیکی اپنے دوستوں اور ہم نشینوں کی عزت کرنا ہے۔

☆ علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے۔

☆ بلند ہمتی ایمان کی علامت ہے۔

☆ یہ نہ دیکھو کون کہہ رہا ہے یہ دیکھو کیا کہہ رہا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان

☆ دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی اعمال سے۔

☆ بڑھاپے سے پہلے جوانی اور موت سے پہلے بڑھاپے کو غنیمت جان۔

☆ قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑا جائے۔

☆ ایمان اس کا نام ہے کہ خدائے واحد کو دل سے پہچانے، زبان سے اس کا اقرار کرے اور حکم شرع پر عمل کرے۔

☆ کسی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور دعا کرے کہ اے خدا رزق دے، خدا آسمان سے سیم وزر کی بارش نہیں کرتا۔

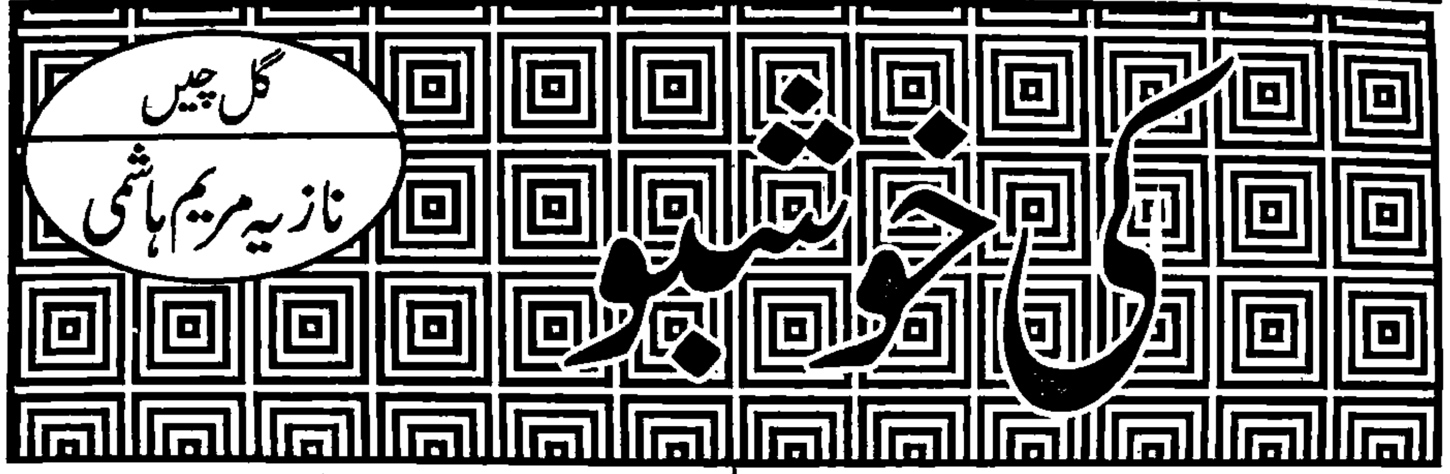
☆ فتح امید سے نہیں، علم اور خدا پر اعتماد سے حاصل ہوتی ہے۔

☆ ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم ہے۔

☆ ہر شئے کا ایک حسن ہوتا ہے اور نیکی کا حسن یہ ہے کہ فوراً کی جائے۔

☆ کسی پر لعن طعن نہ کیجئے، ایسا کرنے سے آپ کے اندر اجتماعی خرابیاں پیدا ہوجائیں گی۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چغلی کھانے اور خود غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے۔



حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

☆ اعلیٰ درجے کا معاف کرنے والا وہ ہے جو انتقام پر قدرت رکھتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لے۔

☆ جس کام کی انجام دہی تمہارے لئے دشوار ہو، تم اس پر قادر نہ ہو، اس کی ذمہ داری اپنے سر نہ لو۔

☆ دولت کا بہترین مصرف یہ ہے کہ اس سے غیرت و آبرو کو برقرار رکھ!

حضرت امام جعفر صادق کے ارشادات

☆ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی قلت کو کثرت سمجھنا چاہئے۔ ایک آگ، دوسری دشمنی، تیسری فقیر اور چوتھا مرض۔

جن چیزوں سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے ان میں تین یہ ہیں۔ اول، ظلم سے بدلہ نہ لے۔

دوم: مخالف پر کرم گستری کرے، سوم: جو اس کا ہمدرد نہ ہو اس کے ساتھ ہمدردی کرے۔

☆ توبہ کرنا آسان ہے لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔

☆ جھوٹے میں مروت نہیں ہوتی، حاسد میں خوشی نہیں ہوتی، غمگین میں بھائی چارہ نہیں اور بد خلق کو سرداری نہیں ملتی۔

☆ ایک گناہ بہت ہے اور ہزار اطاعت قلیل۔

☆ جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اس کو لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔

☆ پانچ لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۱) جھوٹے سے، کیوں کہ اس کی صحبت دھوکہ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ (۲) بے وقوف سے، کیوں کہ وہ جس قدر تمہارا فائدہ چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچے گا (۳) کنجوس سے، کیوں کہ اس کی صحبت سے بہترین وقت ضائع ہو جاتا ہے (۴) فاسق سے، کیوں کہ وہ ایک نوالے کے لالچ میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

☆ بے حد اعتقاد، بربادی اور نکتہ چینی، بد نصیبی ہے۔

☆ مصیبتوں کا نزول ہلاکت کے لئے نہیں بلکہ امتحان کے لئے ہوتا ہے۔

☆ مومن کی تعریف یہ ہے کہ نفس کی سرکشی کا مقابلہ کرتا رہے اور عارف کی تعریف ہے کہ جو اپنے پروردگار کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول رہے۔

معاملے کی صفائی

ایک پڑوسن سے دوسری پڑوسن۔

بہن مجھے سو روپے ادھار دینا۔

مگر میرے پاس تو صرف اسی روپے ہیں۔

کوئی بات نہیں، آپ اسی روپے ہی دیدیجئے، ۲۰ روپے آپ کی طرف ادھار رہے، پھر کبھی دیدینا۔

واقعی بات دل کو لگتی ہے

☆ دعا دینے والی نظر کبھی نہیں لگتی۔

☆ پرہیزگاری یہ ہے کہ جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کیا جائے اور جن سے منع فرمایا ہے اس سے باز رہا جائے۔

☆دشمن سے زیادہ خطرناک وہ ہے جو دوست بن کر دھوکہ دے۔

☆مسکراتے رہیے اس پر کچھ خرچ نہیں آتا کوئی ٹیکس لاگو نہیں ہوتا۔

☆مسکراہٹ نہ صرف چہرے کو رنگ ورعنائی کے نور میں نہلا دیتی ہے بلکہ آنکھوں کو روشنی اور دل ودماغ کو مسرور وکیف سے بھی ہمکنار کردیتی ہے۔

☆اکثر خواہشیں دکھوں کا سبب بنتی ہیں۔

☆اگر تم چاہتے ہو تکہ تمہارے مرنے کے بعد لوگ تمہیں یاد رکھیں تو کچھ ایسی باتیں لکھو جو پڑھی جائیں یا پھر ایسا کام کرو جو لکھنے کے قابل ہو۔

☆مصیبت ہلاکت کے لئے نہیں بلکہ آزمائش کے لئے ہے۔

☆دل میں سچائی ہو تو کردار میں حسن پیدا ہوتا ہے کہ کردار حسین ہو تو گھر کا اور باہر کا ماحول خوشگوار ہوگا۔

برداشت

☆تحمل ظاہر کرنا دلیل سرداری اور بہترین نیکوکاری ہے۔(سہلؒ)

☆کسی نے کہا وہ شخص جو آرہا ہے آپ کو گالیاں دے رہا ہے، فرمایا اگر اس میں اس کا کچھ فائدہ ہے تو منع نہ کرنا چاہئے۔(سہلؒ)

☆جواب دینے میں جلدی نہ کر، تا کہ آخر میں خفت وشرمندگی نہ اٹھانی پڑے اور برداشت سے کام لے۔(ارسطو)

☆جب دو آدمی کسی مسئلے پر بحث کے بغیر متفق ہو جائیں تو ثابت ہوتا ہے کہ دونوں بے وقوف ہیں۔(برناڈ شا)

☆چاپلوس اس لئے آپ کی چاپلوسی کرتا ہے کیوں کہ وہ آپ کو بے وقوف سمجھتا ہے لیکن آپ اس کے منہ سے ایسی تعریف سن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔(ٹالسٹائی)

☆خاموشی اختیار کرکے دوسروں کی نگاہ میں بے وقوف بننا مہر خاموشی توڑ کر بے وقوفی کا ثبوت دینے سے بہتر ہے۔(آسکر وائلڈ)

☆خاموشی دانشمندی کی علامت ہے تو سہی لیکن کبھی کبھی اس سے بے وقوفی کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

آرزوئیں

☆کچھ آرزوئیں ایسی ہوتی ہیں جو خود تو پوری نہیں ہوتیں مگر انسان کی زندگی کو حسرت میں تبدیل کرکے گہرے زخم کا تحفہ دیدیتی ہیں۔ انسان کی زندگی میں دکھ صرف آرزو کی عدم تکمیل کے باعث ہی آتے ہیں۔

کچھ لوگ مسکراہٹ سمیٹنے کے لئے زندگی کے خوبصورت لمحے ضائع کردیتے ہیں مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں کیوں کہ دل ایک ایسی شئے ہے جو کہنے سننے میں نہیں آتا بلکہ اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ انسان یہ نہیں جانتا کہ آرزوئیں ہمیشہ آرزوئیں ہی رہتی ہیں جو کبھی پوری نہیں ہوا کرتیں۔

زاویۂ نگاہ

☆ایک چھوٹی سے نیکی ایک بہت بڑے نیک ارادے سے بہتر ہوتی ہے۔

☆تکبر سے بلند ہوئی ہوئی گردن دشمن کا نشانہ اور وسیع کردیتی ہے۔

☆نفرت ایک ایسا نیزہ ہے جس کی نوک خود نفرت کرنے والے کے بدن میں شگاف ڈال دیتی ہے۔

☆پرائی آگ سینکنے سے بہتر ہے کہ انسان خود اپنے اندر انا کی گرمی پیدا کرے۔

☆دماغ کی بات کو رد کیا جاسکتا ہے لیکن دل کے فیصلے کو نہیں۔

☆انسان کو باد صبا کی طرح ہونا چاہئے کہ ہر کوئی اس کے آنے کا انتظار کرے۔

☆بارش چیتے کی جگہ بھگو سکتی ہے مگر اس کے نشانات نہیں مٹا سکتی۔

☆دنیا دریا ہے اور آخرت کنارہ، کشتی تقویٰ ہے اور لوگ مسافر۔

☆دعا وہ چیز ہے جو وقت کو بدل دیتی ہے۔

☆مسکراہٹ ایک ایسی چابی ہے جو دل کے طویل عرصہ سے بند دروازے کھول دیتی ہے۔

☆غموں کو پی لو کیوں کہ لوگ مسکراہٹ کے بدلے مسکراہٹ مانگتے ہیں آنسو نہیں۔

☆ایک لمبی زبان، عزت کو چھوٹا کردیتی ہے۔

☆چاہت نہ ہو تو ایک ذرّہ بھی گراں گزرتا ہے، اگر ہو تو ایک کوہ کا

بوجھ بھی لذت سے سہا جاتا ہے۔

☆ پہاڑوں کی چوٹیاں بنو، جو ہر وقت ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں، گڑھے نہ بنو جو ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہ سکیں۔

☆ بہادری کا پتہ دن کی روشنی سے زیادہ رات کی تاریکی میں چلتا ہے۔

☆ خطرات کے باوجود زندگی وقت سے پہلے ختم نہیں ہو سکتی اور احتیاط کے باوجود زندگی وقت کے بعد قائم نہیں رہ سکتی۔

مولانا رومؒ کے ارشادات

☆ جب دو شخصوں میں ربط وضبط ہو تو ان کے درمیان ضرور کوئی قدر مشترک ہوتی ہے۔

☆ حکم الٰہی سن اور خاموش ہو جا، اگر تو حق کی زبان نہیں تو کان بن جا۔

☆ بے غرضی ایک جاہل مطلق کو بھی عالم بنا دیتی ہے اور خود غرضی علم کو بھی دلوں سے دور کر دیتی ہے۔

☆ جو دل اللہ کے نور سے محروم ہے، وہ قبر کی مانند ہے۔

☆ نام کو چھوڑ اور صفت میں غور کر تا کہ صفات تجھے ذات حق کی طرف پہنچنے کا راستہ دکھائیں۔

☆ نادان کی محبت کو ریچھ کی دوستی سمجھو۔

بخل

☆ بخل چونکہ بدترین خلق ہے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پناہ مانگا کرتے تھے اور پوری انسانیت کو اس سے بچنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو میرے ذکر پر درود نہ پڑھے۔

بخل کے نقصانات :

☆ بخل اسلام کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔

☆ بہت سارے برے اخلاق کی بنیاد بخل پر ہے۔

☆ بخل اللہ کے بارے میں بدگمانی کی علامت ہے۔

☆ بخل کی وجہ سے مالک اور سردار بھی ذلیل ہو جاتا ہے۔

منتخب اشعار

ہاتھوں میں خواہشات کے کاسے لئے ہوئے
مجھ کو سکونِ دل سے سبھی ہر بشر ملا

☆

اتنی ارزاں نہ تھی درد کی دولت پہلے
جس طرف جایئے زخموں کے گلے میں انبار

☆

غم سے نڈھال خالی شکم مفلسی کا بوجھ
ایسے میں کوئی بچہ شرارت کرے بھی کیا

☆

ہم نیند کے شوقین زیادہ تو نہیں لیکن
گر خواب نہ دیکھیں تو گزارہ نہیں ہوتا

☆

ایک لمحہ کے لئے چاند کی خواہش کی تھی
عمر بھر یہ مرے قہر کا سلسلہ چمکا

☆

میں پربتوں سے لڑتا رہا اور کچھ لوگ
گیلی زمین کھود کر فرہاد بن گئے

☆

سن کر تمام رات میری داستان غم
وہ مسکرا کے بولے بہت بولتے ہو تم

کچھ اہم

☆ اگر خوشی کا ایک در بند ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایک اور در کھول دیتا ہے مگر ہم نہیں دیکھ پاتے وہ کھلا در کیوں کہ ہم بند دروازے کے سامنے رو رہے ہوتے ہیں۔

☆ ہر چیز ہمارے لئے تب تک اہمیت رکھتی ہے، ایک حاصل ہونے سے پہلے دوسرا کھونے کے بعد۔

☆ دوسروں کے احساسات سے بہت کھیلو کیوں کہ اگر وہ کھیل تم جیت بھی جاؤ تو یقیناً اس شخص کو ہمیشہ کے لئے کھو دو گے۔

دعوت دین کی حقیقت

از قلم: مولانا طارق جمیل

پانی زندگی کو خوبصورت بناتا ہے، دعوت کا کام اسلام کو خوبصورت بناتا ہے۔ اب اس بات کو ہی جوڑ کر بتاتا ہوں قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ. اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دو یہی ہے میرا راستہ۔

اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہی کام اچھا ہے اور یہی کام حق ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ باقی دوسرے کام غلط ہیں، دین کے سارے کام حق ہیں۔ یہ بات غلط ہے کہ اور یہ کہے کہ دعوت کے علاوہ دوسرے سارے کام اہم نہیں ہیں اور دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنا بھی ضروری ہے، ہر انسان کو اپنا کاروبار بھی کرنا ہے، اپنی معیشت کو بھی مضبوط کرنا ہے اور اگر وہ نوکری کرتا ہے تو اس کو اپنی ڈیوٹی کو بھی انجام دینا ضروری ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اس کو دعوت کی ذمہ داری بھی نبھانی ہے، اس کام کو بھی اہمیت دینی ہے لیکن یہ سوچ کہ بس یہی کام حق ہے باقی دوسرے کام ناحق ہیں یہ تو جہالت ہے اور یہ تو گمراہی ہے، دعوت میں لگنے کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے ہم دوسرے کاموں کی نفی کر دیں۔

ایک پیاسے کتے کو پانی پلا کر ایک فاحشہ عورت جنت کی مستحق بن گئی تھی۔

میرے نبیؐ نے کہا تھا مسجد میں اذان دینے والے سب سے اونچے مقام پر ہوں گے، ان کو قبر کی مٹی نہیں کھا سکتی، قبر کے کیڑے نہیں کھا سکتے۔

قیامت کے دن اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا، این الفقہا، فقہا کہاں ہیں؟ این الائمہ؟ این المؤذنین؟ اور امتوں میں اذانیں نہیں تھیں، امت محمد یہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کو دولت اذان سے سرفراز کیا گیا اور اذان کی بدولت اس امت کو مؤذنوں کی جماعت سے سرفراز کیا گیا۔ اگر کوئی مؤذن پنج وقتہ اپنی ذمہ داری نبھانے کی وجہ سے دعوت کے کام کے لئے سفر نہیں کر سکتا تو وہ پھر بھی بہت بڑا کام کر رہا ہے اور وہ دعوت کی ذمہ داریاں ادا کرنے سے زیادہ ثواب اپنے دامن میں سمیٹ رہا ہے، اسی طرح امامت کا فریضہ انجام دینے والے ائمہ اور درس حدیث دینے والے علماء اگر اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں تو وہ بھی اس قدر ثواب لوٹ رہے ہیں، جس قدر ثواب دین کی دعوت دینے والوں کے حصے میں آتا ہے۔ لہٰذا دعوت والوں کا یہ کہنا صرف ہمارا ہی کام صحیح ہے باقی سب کام غیر ضروری ہیں غلط ہے اور جہالت اور گمراہی کی بات ہے۔

امام اور مؤذن کا احترام کرنا نہایت ضروری ہے، وہ جس حق کام میں لگے ہوئے ہیں اس کی حقانیت کو نہ سمجھنا کوری جہالت کی بات ہے، ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ یہ بے چارے اتنی کم تنخواہ میں اپنی ڈیوٹی ادا کرتے ہیں کہ جس تنخواہ میں دنیا دار لوگ کہیں کام نہیں کر سکتے، ان کا احترام کرنا چاہئے، ان کی زکوٰۃ وصدقات سے مدد کرنے کے بجائے ان کی مدد ہدایا دے کر اور تحفے دے کر کرنی چاہئے اور ان کی ضرورتیں اپنی حلال کمائی سے پوری کرنی چاہئے اور ان کو اس طرح دینا چاہئے کہ ان کی غیرت وخودداری پامال نہ ہو۔

قیامت کے دن اماموں کو بھی آواز دی جائے گی، اس سے پہلے کی امتوں میں نماز تو تھی لیکن نماز باجماعت نہیں تھی اس لئے ان امتوں میں ائمہ بھی نہیں تھے، اماموں کی بھی بہت اہمیت ہے، اماموں کی قدر کرنی چاہئے ان کا احترام کرنا چاہئے، ان کو خود سے کمتر سمجھنا گمراہی ہے، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا افضل ترین بات ہے۔

یہ بات بھی نوٹ کر لیجئے کہ قیامت کے دن چونکہ لوگ اپنی اپنی قبروں سے برہنہ اٹھیں گے تو سب سے پہلے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے پہنائے جائیں گے، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے، پھر درجہ بدرجہ تمام انبیاء کو کپڑے پہنائے جائیں گے، پھر مؤذنوں کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اندازہ کیجئے کہ ان مؤذنوں کا کتنا بڑا مقام ہے جس مقام پر رشک کرنا چاہئے نہ کہ ان کو اپنے سے کم سمجھنا چاہئے، نہ ان کی تحقیر کرنی چاہئے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اماموں اور مؤذنوں سے کہے گا کہ تم لوگ منبروں پر بیٹھ کر آرام کرو، میں اپنے بندوں کا حساب لوں گا، سوچئے کہ اماموں نے دعوت میں کوئی وقت نہیں لگایا لیکن وہ امامت کی ذمہ داریوں سے نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہا۔ اور اس نے وہ اجر

ثواب حاصل کرلیا جو دوسروں کے حصے میں نہیں آتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ مؤذن اور امام قابل رشک ہیں تو ہرگز غلط نہیں ہوگا۔

ہمارے ہندوستان میں اماموں کی تنخواہ اتنی کم ہے کہ اگر انہیں نزلہ ہوجائے تو وہ اس کا علاج نہیں کراسکتے، وہ دو وقت سے ڈھنگ کی روٹی نہیں کھاسکتے، ان کے گھر میں گوشت نہیں پک سکتا، وہ اپنی بیٹی کی شادی کا انتظام نہیں کرسکتے۔ بھائیوں ان اماموں کا خیال کرنا چاہئے، ان کو اہمیت دینی چاہئے، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا چاہئے اور ان کی خواہشوں کو اپنی خواہشات پر فوقیت دینی چاہئے اور یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ان کا مقام خدا کے یہاں ہمارے مقام سے افضل ہے، ان کو کسی بھی اعتبار سے اپنے سے کم سمجھنا جہالت ہے اور یہ جہالت قیامت کے دن ہمارے گلے کا طوق بن سکتی ہے۔

برصغیر کے علماء اور ائمہ کو میں سلام پیش کرتا ہوں کہ وہ مسجدوں اور مدرسوں کی میناروں سے سل کررہ گئے، میں نے پوری دنیا میں ان سے زیادہ قربانی دینے والے جیسے نظر نہیں آئے، یہ وہ لوگ ہیں جو دین کی حفاظت کررہے ہیں، ان کا اکرام کرنا اور ان کو عزت دینا ہم سب کے لئے ضروری ہے۔ جب قیامت کے دن ان علماء کی عزت دیکھو گے تو بہت شرمندگی ہوگی اور بہت دکھ ہوگا کہ کاش ہم دنیا میں ان کی عزت کرتے اور ان کے مقام کو پہچانتے۔

مامون رشید سے کسی نے پوچھا کہ تم بھی امیر المؤمنین ہو اور عمر فاروق بھی امیر المومنین تھے اور تم میں اور عمر فاروق میں بہت فرق ہے۔ مامون رشید نے کہا کہ عمر فاروق کی رعایا ابوہریرہ جیسے تھے اور میری رعایات میں تم ہو، تم خود بدل لو تو میں بھی خود کو بدل دوں گا۔ آج کل لوگ جو صاحب اقتدار اور صاحب علم ہیں ان پر انگلی اٹھاتا ہے اور ان میں تبدیلی چاہتا ہے اور خود اپنی طرف نہیں دیکھتا کہ اس کی اپنی اوقات کیا ہے، چند دن جماعت میں نکل جانے کے بعد علماء پر انگلی اٹھانا اور ائمہ کی پکڑ کرنا ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جو دین کی اور دعوت کی حقیقت کو نہیں سمجھتے، بہت سے لوگ صاحب علم ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ صاحب نسبت۔ ایک مرتبہ زید ابن حارثہ جو عام انسان تھے ایک گھوڑے پر سوار ہورہے تھے ان کا پاؤں رکاب میں الجھ گیا تو عبداللہ ابن عباسؓ نے ان کا پیر پکڑ کر نکال دیا، زید ابن حارثہ بولے یہ تم کیا کررہے ہو تم اہل بیت میں سے ہو، تمہارا مرتبہ بڑا ہے، عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ تم اہل علم میں سے ہو اور اہل علم کی عزت کرنا اہل بیت کی شان ہے۔ آج کے چھٹ بھیا علماء سے پوچھتے ہیں کہ تم نے دعوت میں کتنا وقت لگایا، کتنے سال لگائے۔ افسوس یہ سوال ان علماء سے کیا جارہا ہے جن کی زندگی کا بڑا حصہ سبقوں میں اور چٹائیوں میں گزر گیا، جنہوں نے قال اللہ اور قال الرسول کے سائے میں علم حاصل کیا، علم ہی امت کا اصل سرمایہ ہے۔ اللہ نے اپنی آخری کتاب میں صاف صاف فرمادیا ہے کہ اہل علم اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔ اہل علم ہی وہ ہیں جو صحیح معنوں میں اللہ سے ڈرتے ہیں، ان سے یہ پوچھنا کہ تم نے دعوت میں کتنا وقت لگایا ایک طرح کی بے ہودگی ہے اور یہ بے ہودگی یقیناً رعونت اور تکبر کی کوکھ سے پیدا ہوتی ہے۔ دعوت میں لگ کر دوسروں کو خود سے چھوٹا سمجھنا بالخصوص علماء کو، ایک شیطان کی سازش ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ آج کل بہت سے لوگ اس سازش کا شکار ہورہے ہیں۔

ایک بات یاد رکھیں کہ دعوت کا کام بہت اہم ہے اور بہت ضروری بھی ہے لیکن یہ سمجھنا کہ بس یہی کام ضروری ہے باقی دوسرے کام اور دوسری ذمہ داریاں فضول اور بیکار ہیں، اس طرح کی سوچ وفکر غلط ہے اور دعوت دین کو نقصان پہنچارہی ہے۔ اس طرح کی سوچ وفکر سے خود کو بچانا چاہئے اور دین کے تمام شعبدوں کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور ان کی سلامتی کی دعائیں کرنی چاہئیں۔

چلئے علماء تو علماء ہی ہیں لیکن ہمیں تو ان عوام سے اپنی نگاہیں نہیں پھیرنی چاہئے جو اپنی معیشت میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی غربت کی وجہ سے دعوت کے لئے وقت نہیں دے پارہے ہیں۔ ہمیں دعوت دین کے ساتھ ساتھ ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا چاہئے کیوں کہ اس میں بھی رضاءِ الٰہی مضمر ہے۔ ایک بار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری امت کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے، کتنی بڑی بات ہے اور کتنی گہری سوچ ہے، ذرا سوچیں؟ اور اس سلسلے میں دیکھیں کہ دین کی دعوت کے ساتھ ساتھ اس بارے میں آپ نے کیا ذمہ داری نبھائی ہے۔

☆☆☆

نظر بد

صنم خانہ عملیات

نظر بد کی تاثیر پر قرآنی دلائل

سورۂ یوسف کی آیات ۶۷ تا ۶۸ کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

"اور (یعقوب علیہ السلام) نے کہا اے میرے بچو! تم سب ایک دروازے سے مت جانا بلکہ کئی جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا۔ میں اللہ کی طرف سے آنے والی چیز سے تم کو ٹال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے، میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے اور جب وہ انہیں راستوں سے جس کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا گئے کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر رکھی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچالے مگر (یعقوب علیہ السلام) کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا جسے اس نے پورا کرلیا، بلاشبہ وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حافظ ابن کثیر ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام کے بارے میں بتا رہا ہے جب "بنیامین" سمیت اپنے بیٹوں کو مصر جانے کے لئے تیار کیا تو انہیں تلقین کی کہ وہ سب ایک دروازے سے داخل ہونے کے بجائے مختلف دروازوں سے داخل ہوں کیوں کہ انہیں جس طرح کہ ابن عباس، محمد ابن کعب، مجاہد الضحاک، قتادہ اور السدی وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس بات کا خدشہ تھا کہ چوں کہ ان کے بیٹے خوبصورت شکل وصورت والے ہیں کہیں نظر بد کا شکار نہ ہوجائیں اور نظر کا لگ جانا حق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۴۸۵)

فرمانِ الٰہی: وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ. وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ.

ترجمہ: اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔ (سورۃ القلم: آیت ۵۱)

حافظ ابن کثیر کا کہنا ہے کہ: "یعنی اگر تیرے لئے اللہ کی حفاظت وحمایت نہ ہوتی تو ان کافروں کی حاسدانہ نظروں سے تو نظر بد کا شکار ہوجاتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظر کا لگ جانا اور اس کا دوسروں پر (اللہ کے حکم سے) اثر انداز ہونا حق ہے اور یہ بات متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۴۱۰)

نظرِ بد کی تاثیر پر حدیث نبوی سے چند دلائل

ہم احادیث کا صرف ترجمہ پیش کررہے ہیں۔

(۱) ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ نظرِ بد کا لگ جانا حق ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۲) نظر بد سے اللہ کی پناہ طلب کرو کیوں کہ نظر کا لگنا حق ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

(۳) نظر بد حق ہے۔ اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جاتی ہے تو وہ نظر بد ہی ہے اور جب تم میں سے کسی ایک سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے (تاکہ غسل کے پانی سے وہ شخص غسل کرسکے جسے تمہاری نظر بد لگ گئی ہو) تو غسل کرلیا کرو۔ (مسلم)

(۴) اسماء بنت عمیس نے آپؐ سے گذارش کی کہ بنو جعفر کو نظر لگ جاتی ہے تو کیا وہ ان پر دم کرسکتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور اگر تقدیر سے کوئی چیز سبق لے جانے ہوتی تو وہ نظر ہے۔

(۵) بے شک نظر بد انسان پر اثر انداز ہوتی ہے حتی کہ اگر وہ ایک اونچی جگہ پر ہو تو نظر بد کی وجہ سے نیچے گرسکتا ہے۔

(۶) نظر بد کا لگنا صحیح ہے اور یہ انسان کو اونچے پہاڑ سے نیچے گرا سکتی ہے۔ (ایضاً)

(۷) نظرِ بد انسان کو موت تک اور اونٹ کو ہانڈی تک پہنچا سکتی ہے۔

(۸) اللہ کی قضا و تقدیر کے بعد سب سے زیادہ نظرِ بد کی وجہ سے میری امت میں اموات ہوں گی۔ (صحیح الجامع)

(۹) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نظربد کی وجہ سے دم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (بخاری)

(۱۰) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظربد اور بچھو وغیرہ کے ڈسنے سے اور پہلو میں پھوڑوں پھنسیوں کی وجہ سے دم کرنے کی اجازت دی ہے۔ (مسلم)

(۱۱) حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کے چہرے پر کالے اور پیلے نشان دیکھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو نظر لگ گئی ہے، اس پر دم کرو۔ (بخاری و مسلم)

(۱۲) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل حزم کو سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے دم کرنے کی رخصت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ میرے بھتیجے کمزور ہیں، کیا فقر و فاقہ کا شکار ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ انہیں نظر بد بہت لگتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پر دم کر دیا کرو۔ (مسلم)

نظرِ بد کی حقیقت کے بارے میں علماء کے اقوال

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: نظر بد کا اللہ کے حکم سے لگ جانا اور اثرانداز ہونا حق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: نظر بد کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ ایک خبیث الطبع انسان اپنی حاسدانہ نظر جس شخص پر ڈال دے اس کو نقصان پہنچ جائے۔ (فتح الباری)

امام ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کو نظر لگ گئی تو یہ اس وقت ہوتا ہے جب دشمن یا حسد کرنے والا انسان اس کی طرف دیکھے اور اس کی نظریں اس پر اثر انداز ہو جائیں اور وہ ان کی وجہ سے بیمار ہو جائے۔ (بدایۃ النہایہ)

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: کچھ کم علم والے لوگوں نے نظرِ بد کی تاثیر کو باطل قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ محض توہم پرستی ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جاہل ہیں جو ارواح کی صفات اور ان کی تاثیر سے ناواقف ہیں اور ان کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے جب کہ تمام امتوں کے عقلا باوجود اختلاف مذاہب کے نظرِ بد سے انکار نہیں کرتے اگر چہ نظرِ بد کے سبب اور ان کی جہت تاثیر کے سلسلہ میں ان میں اختلاف موجود ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جسموں اور روحوں میں مختلف طاقتیں اور طبیعتیں پیدا کر دی ہیں اور ان میں کئی خواص اور اثر انداز ہونے والی متعدد کیفیات ودیعت کی ہیں اور کسی عقل مندی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ جسموں میں روحوں کی تاثیر سے انکار کرے کیوں کہ یہ چیز خود دیکھی اور محسوس کی جاسکتی ہے اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ایک شخص کا چہرہ اس وقت انتہائی سرخ ہو جاتا ہے جب اس کی طرف وہ انسان دیکھتا ہے، جس کا وہ احترام کرتا ہے اور اس سے شرماتا ہو اور اس وقت وہ پیلا پڑ جاتا ہے جب اس کی طرف ایک ایسا آدمی دیکھتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے اور لوگوں نے کئی ایسے اشخاص دیکھے ہیں جو محض کسی کے دیکھنے سے کمزور پڑ جاتے ہیں تو یہ سب کچھ روحوں کی تاثیر کے بہ سبب ہوتا ہے اور چوں کہ اس کا تعلق نظر سے ہوتا ہے اس لئے نظربد کی نسبت آنکھوں نظر کی طرف کی جاتی ہے حالاں کہ وہ آنکھ کا دیکھنا کچھ نہیں کرتا یہ تو روح کی تاثیر ہوتی ہے اور روحیں اپنی طبیعتوں، طاقتوں، کیفیتوں اور اپنے خواص کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔ حسد کرنے والے انسان کی روح واضح طور پر اس شخص کو اذیت پہنچاتی ہے، جس سے حسد کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حاسد کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے تو حاسد کی تاثیر ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو حقیقت میں انسانیت سے نابلد ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نظر بد تین مراحل سے گذر کر کسی پر اثر انداز ہوتی ہے، سب سے پہلے دیکھنے والے شخص میں کسی چیز کے متعلق حیرت ہوتی ہے اور اس کے ناپاک نفس میں جذبات پیدا ہوتے ہیں اور پھر اس حاسدانہ نظر کی بنا پر سامنے والا متاثر ہو جاتا ہے۔ (زاد المعاد)

نظر بد اور حسد میں فرق

ہر نظر لگانے والا شخص حاسد ہوتا ہے لیکن ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہوتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ فلق میں حاسد کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے سو کوئی بھی مسلمان جب حاسد سے پناہ طلب کرے گا تو اس میں نظر لگانے والا انسان بھی خود بخود آجائے گا اور یہ قرآن حکیم کی بلوغت، شمولیت اور جامعیت ہے۔

حسد، بغض اور کینہ پروری کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس میں یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ جو نعمت دوسرے انسان کو ملی ہوئی ہے وہ اس سے چھن جائے اور حاسد کو مل جائے جب کہ نظر بد کا سبب حیرت، پسندیدگی اور کسی چیز کو اہم سمجھنا ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں کی تاثیر ایک ہوتی ہے اور سبب الگ الگ۔ نظر بد سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان جب کسی چیز کو دیکھے اور اسے وہ چیز پسند آجائے تو اپنی زبان سے ''ماشاء اللہ''، ''سبحان اللہ''، ''بارک اللہ'' جیسے کلمات ادا کرے تاکہ سامنے والا نظر یہ کا شکار نہ ہو اور اس کی نعمتیں ضائع نہ ہوں۔

جن کی نظر بد بھی انسان کو لگ سکتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ طلب کیا کرتے تھے، پھر جب معوذتین وسورۂ الفلق اور سورۂ الناس نازل ہوئیں تو پھر ان سورتوں کے پڑھنے پر اکتفا کرنے لگے اور آپ نے دوسری دعائیں ترک کردیں۔ (ترمذی، بحوالہ قرآن مجید کی مدد سے آسیبی قوتوں کا علاج)

ان تمام حوالوں سے یہ تو ثابت ہوجاتا ہے کہ نظر کا لگ جانا حق ہے اور احادیثِ رسول سے اور قرآن حکیم کی آیات سے نظر کا لگ جانا اور اس سے نقصان پہنچنے کی تصدیق ہوتی ہے اور نظر صرف انسانوں کی نہیں بلکہ جنات کی بھی لگ جاتی ہے۔ ہم جنات کو دیکھ نہیں سکتے لیکن جنات تو انسانوں کو دیکھتے ہیں۔ اس کے بعض مردوں اور عورتوں کو جنات کی نظر لگ جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک یہ بھی بات یاد رکھنی چاہئے کہ نظر صرف دشمن کی یا حاسد ہی کی نہیں لگتی بلکہ نظر محبت کرنے والے اپنے لوگوں کی بھی لگ جاتی ہے اور اسی وجہ سے ہمارے اکابرین نے یہ فرمایا ہے کہ اگر ماں باپ اپنے بچوں کو محبت کی نظر سے دیکھیں تو اس وقت ''سلامٌ قولاً من رب الرحیم'' پڑھ لیں تاکہ بچے ان کی نظر کا شکار نہ ہو، گویا کہ صرف بری نظر سے ہی نہیں اچھی نظر سے بھی انسان متاثر ہوسکتے ہیں۔ کئی بار ہم دیکھتے ہیں کہ گھر میں کوئی آیا گیا نہیں لیکن بچوں کو نظر لگ گئی، ایسی صورت میں ماں باپ کی یا گھر میں بچوں کو چاہنے والے دوسرے افراد کی نظر لگ جاتی ہے اس لئے کہ جب ہم کسی کو گہری نظر سے شدتِ چاہت کے ساتھ دیکھتے ہیں تو نظر جب بھی لگ جاتی ہے، بہر کیف نظر اچھی ہو یا بری اس کا لگنا حق ہے۔ تجربات سے ثابت ہے، اس کو نہ ماننا چاند اور سورج کے وجود کو نہ ماننے کے برابر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہمارے بزرگوں نے نظر بد سے نجات پانے کے لئے بہت سے طریقے بتائے ہیں ''صنم خانہ عملیات'' کے قارئین کے لئے ہم اُن طریقوں کو نقل کررہے ہیں اس امید کے ساتھ کہ پڑھنے والے ان طریقوں سے خود بھی فائدہ اٹھائیں گے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

طریقہ (۱): نظر اتارنے کا یہ طریقہ اس وقت ممکن ہے جب یہ معلوم ہوجائے کہ مریض کو نظر کسی شخص کی لگی ہے۔ نظر اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے سامنے ایک طشت رکھ دیا جائے، اس میں سب سے پہلے وہ شخص جس کی نظر لگی ہو خواہ نظر اچھی ہو یا بری اس طشت میں کلی کرے اور یہ خیال رکھے کہ پانی طشت ہی میں گرے، اس کے بعد وہ شخص اپنا چہرہ دھوئے، پھر بائیں ہاتھ کے ذریعہ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر پانی بہائے، پھر دائیں ہاتھ کے ذریعہ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر پانی گرائے، پھر اپنی دائیں کہنی پر، پھر بائیں کہنی پر پانی بہائے۔ پھر بائیں ہاتھ سے اپنا دایاں ہاتھ دھوئے، پھر دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں ہاتھ دھوئے، پھر اپنی قمیص یا پاجامہ کو الٹا کرکے دھوئے اور اس کا پانی اسی طشت میں نچوڑے۔ اس پورے طریقہ میں اس بات کا دھیان رکھے کہ پانی طشت میں گرے اِدھر اُدھر نہ گرے، پھر اس پانی سے اس کو نہلا دیا جائے جو نظر کا شکار ہو۔ انشاء اللہ ایک بار غسل کرنے سے ہی نظر اتر جائے گی اور مریض بھلا چنگا ہوجائے گا۔

طریقہ (۲) : مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھی جائے: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدِ اللّٰهُ وَ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ.

طریقہ (۳) : مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ عَيْنٍ.

طریقہ (۴) : مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.

طریقہ (۵) : مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر قرآن کریم کی آخری ۳ سورتیں سورۂ اخلاص اور معوذتین تین تین بار پڑھیں اور مریض پر دم بھی کردیں، انشاء اللہ نظر اتر جائے گی۔

طریقہ (۶) : یہ دعا ۷ مرتبہ پڑھ کر مریض پہ دم کردیں، انشاء اللہ نظر سے نجات ملے گی: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.

طریقہ (۷) : ان کلمات کو صرف ایک بار پڑھ کر مریض پر دم کردیں اور ان ہی کلمات کو پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو پلادیں: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ و ذراء و براءة مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰن.

طریقہ (۸) : ان کلمات کو ۳ مرتبہ پڑھ کر مریض پر دم کردیں: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ.

طریقہ (۹) : ان کلمات کو صرف ایک مرتبہ پڑھ کر مریض پر دم کریں: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يَخْلُقُ وَعْدُكَ سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ.

طریقہ (۱۰) : اس دعا کو بھی صرف ایک بار پڑھ کر دم کردیں: اَعُوْذُ بِوَجْهِ الْعَظِيْمِ لِلَّذِيْ لَا شَيْءَ اَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنًّا وَمَالَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاءَ وَبَرَاءَ وَمِنْ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ لَا اُطِيْقُ شَرَّهٗ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

طریقہ (۱۱) : کیسی بھی سخت نظر ہو، ان کلمات کو ایک بار پڑھ کر نظر زدہ پر دم کردیا جائے، انشاء اللہ نظر کے اثرات سے نجات مل جائے گی۔

کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطٰنِ وَشِرْكِهٖ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

طریقہ (۱۲) : اس دعا کے بارے میں اکابرین کی رائے یہ ہے کہ اگر روزانہ اس دعا کو نمازِ فجر کے بعد پڑھ لیا جائے تو سارا دن پڑھنے والا ہر طرح کی نظر بد سے محفوظ رہتا ہے اور اگر کوئی نظر بد کا شکار ہو جائے تو اس دعا کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلے یا کوئی دوسرا پڑھ کر اس پر دم کردے تو نظر بد سے نجات مل جاتی ہے۔

دعا یہ ہے:

تَحَصَّنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلٰهِيْ وَاِلٰهُ كُلِّ شَيْءٍ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَاسْتَدْفَعْتُ الشَّرَّ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِ حَسْبِيَ الرَّزَّاقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِ حَسْبِيَ اللّٰهُ هُوَ حَسْبِيَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ

يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ كَفٰى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ دُعَا كَيْلَ وَرَاءَ اللّٰهِ مَرْمِيٰ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ.

طریقہ (۱۳) : نظرِ بد سے حفاظت اور نظرِ بد سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس نقش کو کالے کپڑے میں پیک کر کے تعویذ تیار کر کے گلے میں ڈالیں، نظرِ بد سے حفاظت رہے گی اور اگر نظر لگ گئی ہوگی تو اس سے نجات مل جائے گی۔ اس نقش کو بطورِ خاص باوضو ہو کر لکھنا چاہئے، بہت جلد اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

بسم اللہ	بسم اللہ	الرحمٰن	الحمد للہ	رب العالمین
الرحمٰن الرحیم	مالک	یوم الدین	ایاک نعبد	وایاک نستعین
اھدنا الصراط	المستقیم	صراط الذین	انعمت	علیھم
غیر المغضوب	علیھم	ولا	الضالین	آمین

طریقہ (۱۴) : کیسی بھی نظر ہو یا عورت یا کمزور ہو اس کو اتارنے کے لئے سورہ فاتحہ تین مرتبہ پڑھیں، اول و آخر تین بار درود شریف پڑھیں اور سر سے پیروں کی طرف تین بار پھونک ماریں، انشاء اللہ نظر اتر جائے گی اور اس کے اثراتِ بد سے نجات مل جائے گی۔

طریقہ (۱۵) : اگر کسی بچے کو نظر لگ جائے تو اس نقش کو کالے کپڑے میں پیک کر کے تعویذ بنا کر گلے میں ڈالیں اور دن میں صبح شام اور رات کو "یاسلام" سات مرتبہ پڑھ کر بچے پر دم کر دیں۔ نقش یہ ہے

۷۸۶

۲۵	۳۹	۳۵	۳۲
۳۶	۳۱	۲۶	۳۸
۳۰	۳۳	۴۱	۲۷
۴۰	۲۸	۲۹	۳۴

طریقہ (۱۶) : اگر کسی مرد کو نظر لگ جائے تو اس نقش کو کالے کپڑے میں پیک کر کے تعویذ بنا کر گلے میں ڈالیں اور سو مرتبہ "یاموخرُ" پڑھ کر اس پر دم کر دیں۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۲۰۴	۲۱۷	۲۱۴	۲۱۸
۲۱۵	۲۱۰	۲۰۵	۲۱۶
۲۰۹	۲۱۲	۲۱۹	۲۰۶
۲۱۸	۲۰۷	۲۰۸	۲۱۳

طریقہ (۱۷) : اگر کسی عورت کو نظر لگ جائے تو یہ نقش کالے کپڑے میں پیک کر کے گلے میں ڈالیں اور سو بار "یاحفیظ" پڑھ کر اس عورت پر دم کر دیں، انشاء اللہ نظرِ بد سے نجات ملے گی۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۲۴۲	۲۵۵	۲۵۲	۲۴۹
۲۵۳	۲۴۸	۲۴۳	۲۵۴
۲۴۷	۲۵۰	۲۵۷	۲۴۴
۲۵۶	۲۴۵	۲۴۶	۲۵۱

طریقہ (۱۸) : کسی بھی بچے کو یا کسی بھی عورت مرد کو یا کسی بھی سامانِ تجارت یا اسبابِ خانہ کو نظر لگ جائے تو اس آیت کو لکھ کر گلے میں ڈال دیں یا تعویذ بنا کر گھر میں لٹکا دیں یا کھلا فریم میں آویزاں کریں یا بغیر فریم کے لکھ کر گھر کی کسی دیوار پر چسپاں کر دیں، انشاء اللہ نظرِ بد سے نجات ملے گی۔ آیت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.

طریقہ (۱۹) : کتنی بھی خطرناک نظر ہو اس نقش کو گلے میں ڈالنے سے اتر جاتی ہے۔ یہ نقش بچوں پر، بڑوں پر اور جانوروں پر یکساں موثر ثابت ہوتا ہے، اس نقش کو کالے کپڑے میں پیک کرنا چاہئے۔

۷۸۶

۶۱۲۶۹	۶۱۲۸۳	۶۱۲۸۰	۶۱۲۷۶
۶۱۲۸۱	۶۱۲۷۵	۶۱۲۷۰	۶۱۸۲۸۲
۶۱۲۷۴	۶۱۲۷۸	۶۱۲۸۵	۶۱۲۷۱
۶۱۲۸۴	۶۱۲۷۲	۶۱۲۷۳	۶۱۲۷۹

طریقہ (۲۰) : اگر ماں باپ یہ چاہیں کہ ان کے بچے نظر بد سے محفوظ رہیں تو اس نقش کو اپنے بچوں کے گلے میں ڈالیں، انشاءاللہ بچے اچھی بری نظر سے محفوظ رہیں گے۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۷۲۱۰	۷۲۱۴	۷۲۱۷	۷۲۰۳
۷۲۱۶	۷۲۰۴	۲۲۰۹	۷۲۱۵
۷۲۰۵	۷۲۱۹	۷۲۱۲	۷۲۰۸
۷۲۱۳	۷۲۰۷	۷۲۰۶	۷۲۱۸

طریقہ (۲۱) : شادی کے بعد اگر دولہا دلہن کو نظر بد سے محفوظ رکھنے کی خواہش ہو اور نظرِ بد کا اندیشہ ہو تو اس نقش کو لکھ کر گلے میں ڈالیں، یہی نقش نئے کاروبار، نئے آفس، نئی فیکٹری کی شروعات میں کالے کپڑے میں پیک کر کے لٹکا دینا چاہئے۔ نئے مکان میں رہائش کے وقت اگر اس نقش کو لکھ کر گھر کے کسی کمرے میں لٹکا دیں تو پورا گھر نظر بد سے محفوظ رہتا ہے۔

نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۲۳۲۳	۲۳۲۶	۲۳۲۹	۲۳۱۵
۲۳۲۸	۲۳۱۶	۲۳۲۲	۲۳۲۷
۲۳۱۷	۲۳۳۱	۲۳۲۴	۲۳۲۱
۲۳۲۵	۲۳۲۰	۲۳۱۸	۲۳۳۰

طریقہ (۲۲) : یہ نقش ہر طرح کی نظر بد کو ختم کرنے کے لئے تیر بہدف ثابت ہوتا ہے، اس نقش کو لکھ کر کالے کپڑے میں تعویذ بنا کر مریض کے گلے میں ڈالیں۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۱۱۷۳	۱۱۷۶	۱۱۷۹	۱۱۶۶
۱۱۷۸	۱۱۶۷	۱۱۷۲	۱۱۷۷
۱۱۶۸	۱۱۸۱	۱۱۷۴	۱۱۷۱
۱۱۷۵	۱۱۷۰	۱۱۶۹	۱۱۸۰

طریقہ (۲۳) : نظر بد کو ختم کرنے کے لئے یہ عمل نہایت آسان بھی ہے اور بے حد موثر بھی، ایک مٹی کا بڑا سا پیالہ لے کر دونوں پیروں کی ایڑیاں اس میں رکھ دیں اور اس میں پانی بھر دیں، اس کے بعد عامل درج ذیل عمل ۱۴۱ مرتبہ پڑھے اور مریض سے یہ تاکید کر دیں کہ میں جیسے ہی تم پر دم کروں اسی وقت تم پیروں پر زور دے کر پیالے کو توڑ دینا، انشاءاللہ اسی وقت نظر بد ختم ہو جائے گی۔

عمل یہ ہے: بسم اللّٰہ یاشافی شفا دے نظر بد ہٹا دے بحق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

طریقہ (۲۴) : اگر کوئی شخص نظر بد کا شکار ہو اور کسی بھی عمل سے نظر کٹ نہیں رہی ہو تو مریض کے پہنے ہوئے کپڑے پر اس نقش کو لکھ کر پھر اس کپڑے کو کالے کپڑے میں تعویذ بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیں اور ۷ دن تک روزانہ عصر کے بعد اس نقش کو گلاب و زعفران سے چینی کی پلیٹ پر لکھ کر پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں، انشاءاللہ نظر کٹ جائے گی۔ نقش یہ ہے۔

قولہ ۷۸۶ الحق

ح ح ح	ح ح ح
ب ب ب	ب ب ب
اعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم	

ولہ الملک

طریقہ (۲۵) : نظر بد سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس نقش کو لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں اور اس نقش کو گلاب و زعفران سے لکھ کر ۳ دن تک دن میں ۲ مرتبہ صبح شام مریض کو پلائیں، انشاءاللہ نظر بد سے نجات مل جائے گی۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

الوكيل	ونعم	الله	حسبنا
مغني	محيط	سابق	عزيز
عالم	ملك	واحد	مانع
باقى	معبود	مميت	محيى

☆☆☆

قسط نمبر:۱۵

عکسِ سلیمانی

حسن الهاشمی

برائے استخارہ

عشاء کے بعد دو رکعت نفل بہ نیت استخارہ پڑھیں اور اپنے مقصد کو اپنے ذہن میں رکھیں، اس کے بعد اس نقش کو اپنے تکیہ میں رکھ کر سو جائیں، انشاء اللہ خواب میں رہنمائی ہوگی۔ اکثر خواب میں پہلی ہی شب میں رہنمائی مل جاتی ہے، لیکن پہلی رات میں رہنمائی حاصل نہ ہونے پر لگاتار ۳؍راتوں تک یہ عمل کریں، انشاء اللہ تیسری رات میں رہنمائی یقینی طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔ اس عمل کے لئے بستر پاک صاف ہونا چاہئے اور عامل کو باوضو ہو کر سونا چاہئے۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۸	۱۱	۸۸۳	۱
۸۸۲	۲	۷	۱۲
۳	۸۸۵	۹	۶
۱۰	۵	۴	۸۸۴

جان و مال کی حفاظت کے لئے

جو شخص آیت الکرسی کے اس نقش کو اس طرح لکھ کر اپنے گلے میں ڈالے گا یا اپنے دائیں بازو پر باندھے گا وہ ہر طرح کی آفت و مصیبت سے محفوظ رہے گا۔ اگر اس نقش کو لکھ کر گھر میں لٹکا دیں تو گھر چور چکاری سے اور اثرات بد سے اور دوسری ارضی اور سماوی آفات سے محفوظ رہے گا۔ یہ نقش اگر کسی گاڑی میں رکھ دیا جائے تو گاڑی حادثوں سے اور ایکسیڈنٹ سے محفوظ رہے اور سفر خیر و عافیت کے ساتھ تمام ہو۔ اس نقش کو کالے کپڑے میں پیک کر کے استعمال میں لانا چاہئے۔ یہ نقش نہایت موثر ثابت ہوتا ہے اور اس نقش کے اور بھی بے شمار فوائد ہیں۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۳ ۵۱۶	۳ ۵۱۹	۳ ۵۲۲	۳ ۵۰۹
۳ ۵۲۱	۳ ۵۱۰	۳ ۵۱۵	۳ ۵۲۰
۳ ۵۱۱	۳ ۵۲۴	۳ ۵۱۷	۳ ۵۱۴
۳ ۵۱۸	۳ ۵۱۳	۳ ۵۱۲	۳ ۵۲۳

سحر مدفونہ کو نکالنے کے لئے

اگر کسی گھر میں سحر کا پتلا وغیرہ دبایا گیا ہو تو اس جگہ کو معلوم کرنے کے لئے عشاء کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ کَوثر کی تلاوت کریں، اول و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں اور اس نقش کو اپنے تکیہ میں رکھ کر سو جائیں، انشاء اللہ خواب میں الہام ہوگا اور اُس جگہ کی نشاندہی ہوگی جہاں جادو دفن ہے۔

نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۹۵۷۴	۹۵۷۷	۹۵۸۱	۹۵۶۷
۹۵۸۰	۹۵۶۸	۹۵۷۳	۹۵۷۸
۹۵۶۹	۹۵۸۳	۹۵۷۵	۹۵۷۲
۹۵۷۶	۹۵۷۱	۹۵۷۰	۹۵۸۲

آسیب سے نجات کا آسان طریقہ

سورۂ ناس کو سات مرتبہ پڑھ کر سرسوں کے تیل پر دم کر دیں، پھر اس تیل میں دونوں ہاتھ کی شہادت کی انگلیاں اس تیل میں تر کر کے مریض کے دونوں کانوں میں داخل کریں اور ایک منٹ تک انگلیاں اندر ہی رکھیں، اس کے بعد ہاتھ پیروں کے بیسوں ناخنوں پر یہ تیل لگا دیں، بھنوؤں پر بھی لگا دیں اور پیشانی پر بھی یہ تیل لگا دیں، ناک کے دونوں سوراخوں میں بھی تیل لگا دیں اور ذیل کا نقش مریض کے گلے میں ڈال دیں، انشاء اللہ آسیب سے نجات مل جائے گی۔

نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۱۲۲۵	۱۲۲۸	۱۲۳۱	۱۲۱۷
۱۲۳۰	۱۲۱۸	۱۲۲۴	۱۲۲۹
۱۲۱۹	۱۲۳۳	۱۲۲۶	۱۲۲۳
۱۲۲۷	۱۲۲۲	۱۲۲۰	۱۲۳۲

اس عمل کے بعد یہ نقش گلاب و زعفران سے گیارہ عدد لکھ لیں اور گیارہ دن تک روزانہ ایک نقش عصر کے بعد مریض کو پلا دیں اور اس نقش کو ایک گھنٹے پہلے پانی میں گھول دیا کریں۔

۱۸۶
بحق باللہ العلی العظیم

۱۱ ۱۱ ھ
آسیب ومسان دفع شود

حمل قرار پانے کے لئے

جس عورت کے اولاد نہ ہوتی ہو تو اس کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر ڈال دیں، ان کلمات کو لکھ کر لال کپڑے میں پیک کر کے اُس دن ڈالیں جب عورت نے ایام حیض سے فارغ ہو کر سر دھویا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھو ھو ھو ھو ھو ھو ھو اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ حی حی حی حی حی حی حی قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

برائے حفاظتِ حمل

اگر کسی عورت کے حمل ٹھہرنے کے بعد حمل اس نقش کو سرخ پیک کر کے گلے میں ڈالیں اور جب نواں مہینہ لگ جائے تو اس نقش کو اتروا دیں۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۷۲	۷۵	۷۸	۶۵
۷۷	۶۶	۷۱	۷۶
۶۷	۸۰	۷۳	۷۰
۷۴	۶۹	۶۸	۷۹

حفاظت حمل کا دوسرا نقش

اور اس نقش کو حاملہ کی پشت پر باندھ دیں، اس کو بھی نواں مہینہ لگتے ہی اتروا دیں، یہ نقش خاکی چال سے لکھا جائے گا۔

۷۸۶

۲۷۶	۲۸۱	۲۷۴
۲۷۵	۲۷۷	۲۷۹
۲۸۰	۲۷۳	۲۷۸

برائے الفت ومحبت

مندرجہ ذیل نقش کو گلاب وزعفران سے دو عدد لکھیں، ایک نقش کو پانی میں پکالیں اور پانی میں پکاتے وقت پانی میں تھوڑی سی شکر ڈال لیں، پھر اس پانی میں آٹا گوندھ کر اس سے ایک روٹی بنالیں اور یہ روٹی کتے کو کھلا دیں۔
دوسرا نقش آٹے میں گولا بنا کر اس کو کسی دریا، نہر یا کسی تالاب میں ڈال دیں۔ اگر لڑکی کی محبت حاصل کرنی ہو تو روٹی کتیا کو کھلائیں اور اگر مرد کی محبت حاصل کرنی ہو تو روٹی کتے کو کھلائیں۔ اس نقش کو جمعہ کے دن پہلی ساعت میں لکھیں۔ اگر نوچندی جمعہ کو لکھیں یا عروج ماہ میں جمعہ کو لکھیں تو افضل ہے۔
نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۶	۱۶	۱۱	۱
۳	۹	۱۸	۴
۱۷	۷	۰	۱۰
۹	۴	ع	۱۹

لا اع بہ ع لاع قسم حامل

الحب فلاں ابن فلاں علی حب فلاں ابن فلاں

فلاں ابن فلاں کی جگہ طالب ومطلوب کا نام مع والدہ لکھیں۔

محبت میں بے قرار کرنے کے لئے

اس نقش کو محبت میں بے قرار کرنے کے لئے بکری کے شانہ پر لکھیں اور اس کو آگ میں ڈال دیں، مطلوب بے قرار ہوگا اور ملاقات کے لئے بے تاب رہے گا۔ اگر مرد کو بے قرار کرنا ہو تو بکرے کے مثانہ پر لکھیں۔ اس نقش کو جمعہ کے دن ساعت زہرہ میں لکھیں، نقش کو بعینہٖ اسی طرح لکھیں۔

۷۸۶

۶	۷	۲
۱	۵	۹
۸	۳	ع

میاں بیوی کی محبت کے لئے

اگر میاں بیوی میں بات بات پر جھگڑا ہوتا ہو اور دونوں کے درمیان محبت کی کمی ہو تو یہ نقش لکھ کر گلے میں ڈال دیں۔ اگر شوہر ناراض رہتا ہو تو نقش بیوی کے گلے میں ڈالیں اور اگر بیوی ناراض رہتی ہو تو نقش شوہر کے گلے میں ڈالیں۔ انشاء اللہ دونوں کے درمیان محبت قائم ہوگی۔

نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۶۰۰۹	۶۰۱۳	۶۰۱۶	۶۰۰۲
۶۰۱۵	۶۰۰۳	۶۰۰۸	۶۰۱۴
۶۰۰۴	۶۰۱۸	۶۰۱۱	۶۰۰۷
۶۰۱۲	۶۰۰۶	۶۰۰۵	۶۰۱۷

الحب فلاں ابن فلاں علیٰ حب فلاں ابن فلاں

برائے تسخیر خلائق

قطب رو کھڑے ہو کر اپنا دایاں پاؤں بائیں پاؤں پر رکھ کر سفید رنگ کی موٹھ کے گیارہ دانوں پر، ایک دانے پر گیارہ مرتبہ یہ آیت پڑھیں وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ان دانوں کو مٹی کی چھوٹی ہانڈی یا مٹی کی کلیا میں رکھ کر اپنے مکان میں دبا دے اور اس کے بعد سوا لاکھ مرتبہ اس آیت کو پڑھ کر اس کا ثواب سرکار دو عالم ﷺ کو اور اہل بیت کو پہنچا دے، انشاء اللہ لوگوں کا ہجوم رہے گا، دولت بھی خوب آئے گی لیکن واضح رہے کہ اللہ کی مخلوق کی خدمت میں کبھی کوتاہی نہ کرے اور ہمیشہ غریبوں کی دل کھول کر مدد کرتا رہے تاکہ تمام عمر اس عمل کی برکتوں سے مستفیض ہو۔

تسخیر خلائق کا ایک اور عمل

ایک شخص نہایت فاضل نام اس کا سلیمان تھا، لیکن بہت گمنامی کی زندگی گذار رہا تھا، لوگ اس سے معاملات کرتے ہوئے کتراتے تھے اور اس کو عزت نہیں دیتے تھے۔ اس نے ابن عربیؒ سے اس کی شکایت کی اور کوئی روحانی مدد مانگی۔ اللہ نے اس کو یہ نقش دیا اور اس سے کہا کہ اس کو اپنی ٹوپی میں رکھ لو یا اس کو اپنے دائیں بازو پر باندھ لو۔ اس کے بعد سلیمان کی اس قدر پذیرائی ہوئی کہ وہ خود حیرت میں پڑ گیا۔ جب وہ گھر سے نکلتا تو لوگوں کا ایک ہجوم اس کے آگے پیچھے ہوتا تھا۔ اس کے بعد وقت کے سلطان اور بادشاہ بھی اس کی عزت و تکریم کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ اس کے گھر میں لوگوں کا تانتا بندھ گیا اور افسران اس سے ڈرنے لگے کہ کہیں یہ ہماری سلطنت نہ چھین لے۔

ماہرین عملیات نے فرمایا ہے کہ اس نقش کو شرف زہرہ کے اوقات میں لکھیں یا نوچندی جمعہ کو پہلی ساعت میں لکھیں یا پھر عروج ماہ

میں جمعہ کے دن پہلی ساعت میں لکھیں تو اس کی برکتیں جلد ظاہر ہوں گی۔

نقش یہ ہے۔

۷۸۶

اللہ اللہ اللہ

۱۰۰۵	۱۰۱۰	۱۰۰۳
۱۰۰۴	۱۰۰۶	۱۰۰۸
۱۰۰۹	۱۰۰۲	۱۰۰۷

اللہ اللہ اللہ

قضاء حاجت کے لئے

اسم ذات الٰہی ہر قسم کی حاجت روائی میں اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے، اس اسم الٰہی کو روزانہ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ مرتبہ لگاتار ۶۶ دن تک پڑھیں اور روزانہ اس اسم الٰہی کے چھیاسٹھ نقش لکھ کر آٹے میں گولیاں بنا کر دریا میں ڈالیں، انشاء اللہ حاجت کیسی بھی ہوگی بشرطیکہ جائز ہو، انشاء اللہ ۶۶ دن میں پوری ہو جائے گی۔

اسم الٰہی کا نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۲۳	۱۸	۲۵
۲۴	۲۲	۲۰
۱۹	۲۶	۲۱

دورانِ عمل اپنی خواہش اور حاجت کو اپنے ذہن میں رکھیں، عمل ہمیشہ باوضو کریں اور نقش بھی روزانہ باوضو لکھیں۔

آگ بجھانے کے لئے

اگر کسی جگہ آگ لگ جائے تو مٹی کے کورے ٹھیکرے پر اصحاب کہف کے نام اس طرح لکھ کر اُس ٹھیکرے کو آگ میں ڈال دیں، انشاء اللہ چند ہی منٹ میں آگ بجھ جائے گی اور اگر ان میں اس کو اسی طرح لکھ کر اُس دریا میں پھینک دیں جہاں طوفان آرہا ہے تو چند ہی منٹ میں طوفان تھم جائے گا۔ اصحاب کہف کے نام یہ ہیں:

الٰهی بحرمة یملیخا مکسلمینا کشفوطط اذرفطیونس کشافطیونس تبیونس یوانس بوس و کلبهم قطمیر و علی اللّٰه قصد السبیل و منها جائر ولو شاء لهدٰکم اجمعین. برحمتك یا ارحم الراحمین۔

حفاظت مکان کے لئے

اگر کسی مکان میں پتھر آتے ہوں یا بار بار آگ لگتی ہو یا خون کی چھینٹیں آتی ہوں یا بال یا گوشت آتا ہو یا اور کسی طرح جنات پریشان کرتے ہوں یا کوئی جادو وغیرہ کے ذریعہ دکھ پہنچاتا ہو تو ان سب چیزوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہ نقش کالے کپڑے میں تعویذ بنا کر لٹکا دیں اور مندرجہ ذیل نقش کو پانی میں پکا کر اس پانی کو گھر کے تمام کونوں اور در و دیوار پر لٹکا دیں اور مندرجہ ذیل نقش کو پانی میں پکا کر اس پانی کو گھر کے تمام کونوں اور دیواروں پر چھڑک دیں۔ انشاء اللہ زبردست فائدہ ہوگا اور جادو اور جنات کی کارروائیوں سے پوری طرح حفاظت ہو جائے گی۔

نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۹۹۱۶	۹۹۱۹	۹۹۲۲	۹۹۰۹
۹۹۲۱	۹۹۱۰	۹۹۱۵	۹۹۲۰
۹۹۱۱	۹۹۲۴	۹۹۱۷	۹۹۱۴
۹۹۱۸	۹۹۱۳	۹۹۱۲	۹۹۲۳

مستجاب الدعوات بننے کے لئے

اکابرین سے منقول ہے کہ اگر کوئی صاحب ایمان یہ چاہتا ہو کہ اس کی ہر جائز دعا قبول ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ ۴۰ روز تک روزانہ ۲۱ مرتبہ سورۂ یٰسین اور ۲۷ مرتبہ آیت الکرسی پڑھے، اول و آخر ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھے، اس دوران اپنی زبان کی بطور خاص حفاظت کرے۔ جھوٹ، غیبت، لعن طعن وغیرہ سے پرہیز رکھے اور رزقِ حلال کا اہتمام کرے۔ انشاء اللہ اس کے بعد اپنے لئے یا دوسروں کے لئے جو دعا کرے گا قبول ہوگی۔

بواسیر کے چھلّے اور بلڈ پریشر کا عمل

چاندی یا کسی بھی طرح کی دھات کے چھلے تیار کرنے کا طریقہ۔ یہ چھلے بواسیر سے نجات کے لئے اور بلڈ پریشر کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے باذن اللہ موثر ثابت ہوتے ہیں، ان کو تیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ۱۴ شعبان کو گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد ۱۴ مرتبہ سورۂ یٰسین، پانچ مرتبہ سورۂ رحمٰن، سات مرتبہ سورہ مزمل، ۷ مرتبہ سورہ فاتحہ اور اخیر میں پھر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانی پر دم کردیں، پھر اس پانی میں چھلے ڈال دیں، ایک گھنٹے تک چھلے پانی میں پڑے رہنے دیں۔ اس کے بعد انہیں نکال کر رکھ لیں اور مریض کو دیتے وقت یہ ہدایت کردیں کہ ۳ مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد وہ اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی میں پہن لے۔ اگر ضرورت مند غیر مسلم ہو تو اس کو ہدایت کریں، وہ ۳ مرتبہ ''یا کافی یا شافی'' پڑھ کر چھلّے کو انگلی میں ڈالے۔

ایک منہ والا ردراکش

پہچان

ردراکش پیڑ کے پھل کی گٹھلی ہے۔ اس گٹھلی پر عام طور پر قدرتی سیدھی لائنیں ہوتی ہیں۔ ان لائنوں کی گنتی کے حساب سے ردراکش کے منہ کی گنتی ہوتی ہے۔

فائدہ

ایک منہ والا ردراکش میں ایک قدرتی لائن ہوتی ہے۔ ایک منہ والے ردراکش کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس کو دیکھنے ہی سے انسان کی قسمت بدل جاتی ہے تو پہننے سے کیا نہیں ہوگا۔ یہ بڑی بڑی تکلیفوں کو دور کر دیتا ہے۔ جس گھر میں یہ ہوتا ہے اس گھر میں خیر و برکت ہوتی ہے۔

ایک منہ والا ردراکش سب سے اچھا مانا جاتا ہے۔ اس کو پہننے سے سبھی طرح کی پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔ چاہے وہ حالات کی وجہ سے ہوں یا دشمنوں کی وجہ سے۔ جس کے گلے میں ایک منہ والا ردراکش ہے اس انسان کے دشمن خود ہار جاتے ہیں اور خود ہی پسپا ہو جاتے ہیں۔

ایک منہ والا ردراکش پہننے سے یا کسی جگہ رکھنے سے ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ یہ انسان کو سکون پہنچاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قدرت کی ایک نعمت ہے۔

ہاشمی روحانی مرکز نے اس قدرتی نعمت کو ایک عمل کے ذریعہ اور بھی زیادہ موثر بنا کر عوام کی خدمت کے لئے تیار کیا ہے اس مختصر عمل کے بعد اس کی تاثیر اللہ کے فضل سے دوگنی ہوگئی ہے۔

خاصیت: جس گھر میں ایک منہ والا ردراکش ہوتا ہے اللہ کے فضل سے اس گھر میں بفضل خداوندی خوشیاں اور سکون ہوتا ہے۔ ناگہانی موت سے حفاظت رہتی ہے، جادو ٹونے اور آسیبی اثرات سے حفاظت رہتی ہے اور نجات بھی ملتی ہے، ایک منہ والا رودراکش بہت قیمتی ہوتا ہے اور بہت کم ملتا ہے، یہ چاند کی شکل کا یا کاجو کی شکل کا بھی ہوتا ہے جو کہ عام طور پر دستیاب ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اصلی ایک منہ والا رودراکش جو گول ہونا ضروری ہے جو کہ مخصوص مقامات میں پایا جاتا ہے، جو کہ مشکل سے اور بہت کوششوں سے حاصل ہوتا ہے، ایک منہ والا رودراکش گلے میں رکھنے سے گلا کبھی پیسے سے خالی نہیں ہوتا، اس رودراکش کو ایک مخصوص عمل کے ذریعہ مزید معتبر بنایا جاتا ہے، یہ اللہ کی ایک نعمت ہے، اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں اور کسی وہم میں مبتلا نہ ہوں۔

(نوٹ) واضح رہے کہ دس سال کے بعد رودراکش کی افادیت متاثر ہو جاتی ہے، دس سال کے بعد اگر رودراکش بدل دیں تو دوراندیشی ہوگی۔

ملنے کا پتہ: ہاشمی روحانی مرکز محلّہ ابوالمعالی، دیوبند
اس نمبر پر رابطہ قائم کریں 09897648829

بنگلہ والی مسجد کی کہانی

اپنوں کی زبانی

ازقلم: (چودھری) امانت اللہ
رکن مجلس عاملہ مدرسہ کاشف العلوم (بنگلہ والی مسجد)

تبلیغی مرکز حضرت نظام الدین دہلی

کچھ حقائق، کچھ واقعات

ہم سے پوچھ کوئی افسانۂ گل
ہم نے جھیلے ہیں خزاں کے صدمے

حامداً و مصلیاً و مسلِّماً۔

بنگلہ والی مسجد بستی حضرت نظام الدینؒ دہلی میں واقع تبلیغی مرکز جو درحقیقت دارالاسلام کا جیتا جاگتا نمونہ بنا تھا جس دعوت و تبلیغ کے بے مثال نظام نے دنیا کے کونے کونے میں بسنے والی امت کے ہر طبقے میں اپنے مثبت اثرات قائم کئے تھے اور جس کے ذریعہ امت کا درد رکھنے والے دلوں میں ایک امید جاگی تھی کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا زمانہ قریب آچکا ہے۔ بے نفسی، خداترسی، ایثار و ہمدردی اور اعلاء کلمۃ اللہ کی لگن کے اس ماحول میں جس کسی نے بھی کبھی تھوڑا وقت گزرا ہوگا اس کے وہم وگمان میں بھی کبھی یہ خیال تک نہ آیا ہوگا کہ یہاں کبھی ایسا وقت بھی آسکتا ہے جہاں روز روز کے جھگڑے، بدگمانیاں، مارپیٹ اور کھلی داداگیری کا ایسا سلسلہ قائم ہوگا کہ اس کے وہ مخلص کارکن اور اکابرین جنہوں نے پوری زندگی اس کام کے لئے وقف کردی تھی، وہ اس مرکز کو ''الوداع'' کہنے پر مجبور ہوں گے۔

جو لوگ یہاں کے حالات سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے (اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند تر فرمائے) اپنے وصال سے قبل خلفائے راشدین کے اسوۂ حسنہ کو اپناتے ہوئے اپنے صاحبزادے مولانا زبیر الحسن صاحب کو امیر بنانے کے بجائے ایک عالمی شوریٰ قائم فرمائی جس میں تینوں ملکوں کے دس ذمہ دار شامل تھے، کام وسعت اور اس میں شامل ہونے والے اکثر ملکوں میں رہنے والے مختلف طبقوں اور مختلف مزاج اور مختلف مسلکوں کے افراد کے پیش نظر یہی مناسب سمجھا گیا کہ اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآں ہونے کے لئے آزمودہ حضرات کی ایک جماعت کا ہونا بہت ضروری ہے جو باہمی مشاورت سے کام کی نگرانی اور رہنمائی کرے، حالانکہ مولانا زبیر الحسن صاحبؒ جید حافظ، مستند عالم، حضرت شیخ مولانا زکریا صاحبؒ کے مجاز اور اپنے والد صاحبؒ سے اجازت پانے کے ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ کے ہر پہلو سے خوب واقف تھے، کیوں کہ تقریباً ۳۵ سال تک مسلسل سفر و حضر میں اپنے والد صاحب کے شریک کار رہے تھے۔ جون ۱۹۹۵ء میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے انتقال کے بعد اس عالمی شوریٰ نے مرکز نظام الدین کے لئے پانچ افراد (مولانا اظہار الحسن صاحبؒ، مولانا محمد عمر صاحبؒ پالنپوری، میاں جی محراب صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحبؒ اور صاحبزادہ محمد سعد سلمہ) پر مشتمل ایک شوریٰ قائم کی جس کا ہر رکن باری باری فیصل بنتا رہا، اس فیصلہ پر مولانا زبیر الحسنؒ کے حامیوں نے اپنا شدید رد عمل بھی ظاہر کیا، لیکن مولانا موصوف نے امیر نہ بنائے جانے پر نہ کوئی شکایت کی نہ کسی ناراضگی کا اظہار کیا، بڑوں نے مشورہ جو نظام طے کردیا اسی کے مطابق وہ اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے، یہ بات قابل غور ہے کہ اس پانچ رکنی شوریٰ میں صاحبزادہ محمد سعد سلمہ (عمر تقریباً تیس سال) کو بھی شامل کرلیا گیا جب کہ انہوں نے نہ کوئی باقاعدہ علمی سند حاصل کی، نہ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کیا، نہ کبھی جماعت میں وقت لگایا، نہ ذمہ دار بننے کے بعد جماعت میں وقت لگانا ضروری سمجھا جب کہ یہ مسلم امر ہے کہ اس کام کی معرفت اللہ کے راستے میں نکل کر اصولوں کے مطابق وقت لگائے بغیر حاصل نہیں ہوتی، اس کے باوجود شوریٰ میں شامل ہونے کے بعد انہوں نے اس بات کا مطالبہ شروع کردیا کہ اجتماعات اور دوسرے اہم موقعوں پر دعا کرانے اور مجمع سے مصافحہ کا ان کو بھی موقع دیا جائے۔

حالانکہ یہ مطالبہ کام کے مزاج سے قطعاً میل نہیں کھاتا تھا کیوں کہ

یہاں تو ایثار اور کسر نفسی کی تعلیم دی جاتی ہے اور دعا تو بذات خود ایک ایسا عمل جس میں مانگنے والے کے اندر عجز وانکساری کا غلبہ ہونا ایک ضروری امر ہے مگر ذمہ داروں کے سامنے نہ جانے کونسی مجبوریاں، مصلحتیں تھیں جس کی بنا پر یہ خطرناک مطالبہ مان لیا گیا اور دعا مصافحہ کے عمل کو مولانا زبیر الحسن اور صاحبزادے سلمہ کے درمیان نصف بانٹ دیا گیا، آگے چل کر یہی مسئلہ آپسی رقابت کی بنیاد بنا۔

اگست ۱۹۹۶ء میں مولانا اظہار الحسن صاحب کا انتقال ہو گیا وہ سب کے بڑے بھی تھے اور پانچ رکنی شوریٰ کے اہم ترین رکن، مسجد کے امام، مدرسہ کے شیخ الحدیث اور مرکز کے ناظم تھے، ان کے انتقال پر صاحبزادہ سلمہ کو مرکز کا ناظم بنایا گیا تو انہوں نے جملہ امور کو اپنے ہاتھ میں لینے کے ساتھ ساتھ مرکز کا خزانہ بھی اپنے ساتھ لے لیا جب کہ اس سے پہلے خزانچی ناظم کے علاوہ دوسرے ہوا کرتے تھے، غضب درغضب یہ ہوا کہ مرکز سے متعلق آمد ورفت کا باقاعدہ حساب بھی نہیں بنتا، یہاں تک مجلس عاملہ کے سامنے بھی اس کی تفصیلات نہیں آتیں۔

اس کے بعد صاحبزادہ سلمہ نے یہ کہہ کر ان کو مولانا یوسف صاحبؒ کی کتابیں دیکھنی ہیں حضرت کے قدیم حجرہ کی ایک چابی لے لی، کیوں کہ یہ کمرہ اکثر بند رہتا تھا، صرف صبح کو مشورہ کے لئے کھلتا تھا، اس حجرہ کی دوچھتی میں حضرت مولانا یوسفؒ کا کتب خانہ تھا پھر آہستہ آہستہ وہاں نشست وبرخاست شروع کردی اور آخر میں اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا، حالانکہ ان کو ایک کمرہ نئی بلڈنگ میں پہلے سے ملا ہوا تھا، یہی وہ حجرہ ہے جس کو حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی حیات میں بنگلہ والی مسجد کی توسیع کے وقت مسجد میں شامل کرنے کا فیصلہ ہوا تھا لیکن صاحبزادہ سلمہ نے کچھ میواتیوں اور کچھ بستی نظام الدین کے نوجوانوں کے ذریعہ مرکز میں ہنگامہ کرا کے اس فیصلہ کو ملتوی کردیا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد مرکز کے حضرات کے رہائشی مکان کے اس حصہ پر جو مسجد اور مذکورہ بالا حجرہ سے ملحق ہے اور جس میں مولانا زبیر الحسن صاحبؒ اور ان کے اہل وعیال ایک لمبے عرصہ سے رہتے تھے، جب کہ صاحبزادہ سلمہ اور ان کے اہل وعیال اسی مکان کے شمالی حصہ میں رہتے تھے، صاحبزادہ سلمہ نے اپنا دعویٰ ٹھوک دیا کہ وہ حصہ ان کو ملنا چاہئے اور اس قضیہ کو پڑوس کے ذمہ داروں کے سامنے لایا گیا، ان حضرات نے اس معاملے کو خاندان کے بڑوں کے حوالے کردیا اور نتیجتاً بغیر کسی جواز کے مولانا زبیر الحسن صاحب کو وہ حصہ خالی کرنا پڑا۔

حضرت جی علیہ الرحمہ کے جون ۱۹۹۵ء میں ہوئے وصال کے چودہ (۱۴) ماہ بعد حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ (اگست ۱۹۹۶ء) اور ان کے نو (۹) ماہ بعد حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ (مئی ۱۹۹۷ء) اور ان کے سوا سال کے بعد میاں جی محراب صاحبؒ (اگست ۱۹۹۸ء) اس دار فانی سے رخصت ہوگئے، یہ تینوں حضرات اپنے اپنے دائرہ میں منفرد حیثیت کے حامل تھے اور دعوت تبلیغ کے کام کے تعلق سے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو آخری سانس تک نبھاتے رہے (اللہ تعالیٰ ساری امت کی طرف سے ان حضرات کو اپنی شایان شان جزاء خیر عطا فرمائے آمین) غور طلب بات یہ ہے کہ مرکز کی پانچ رکنی شوریٰ تین سال کے بعد مختصر عرصہ میں ہی دو رکنی ہو کر رہ گئی لیکن اس کی خالی جگہوں کو پر نہیں کیا گیا بلکہ مولانا زبیر الحسن صاحب کی توجہ دلانے پر صاحبزادہ سلمہ نے فرمایا کہ مجمع تمہاری اور میری وجہ سے آتا ہے کیا ضرورت ہے کسی کو بلاوجہ اہمیت دینے کی، اس پر مولانا زبیر الحسنؒ نے خاموشی اختیار کرلی کیوں کہ اس عرصہ میں بہت سی ایسی باتیں ہوئی تھیں (جن میں سے بعض کا ذکر اوپر آچکا ہے) جن کی وجہ سے وہ کوئی ٹکراؤ نہیں چاہتے تھے تاکہ یہ عالمی کام کسی انتشار کا شکار نہ ہوجائے۔

شوریٰ کی تکمیل نہ ہونے کے عمل سے ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ مرکز میں مقیم صف اول کے ذمہ داروں کو یہ پیغام دیا گیا کہ اس عالمی کام کے اصل وارث خاندان کاندھلہ کے اصل افراد ہی ہیں، باقی افراد کی حیثیت صرف معاونین کی ہی ہے اس لئے وہ اپنی حد سے تجاوز نہ کریں ساتھ ہی صاحبزادہ سلمہ نے مرکز کے معاملات پر اپنی گرفت مضبوط سے مضبوط کرنے کے لئے کچھ نہایت نامناسب حربے استعمال کرنا شروع کیے مثلاً۔

(الف) موصوف نے اٹھتے بیٹھتے یہ کہنا شروع کردیا کہ پچھلے تیس سال میں (یعنی حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے دور میں) دعوت کو بالکل نظر انداز کردیا گیا اور یہ مرکز ایک خانقاہ بن کر رہ گیا بعض خیر خواہوں نے موصوف کو سمجھانے کی کوشش بھی کی اپنے پہلوں کے کام میں نقص نکالنا سیاسی لوگوں کا طریقہ ہے اور دین داروں

طریقہ اپنے سے پہلوں کی کوششوں کا سراہنا اوران کا احسان مند ہونا ہے لیکن موصوف نے یہ باتیں ان سنی ان سنی کر دیں۔

(ب) جہاں اکرام مسلم کا سبق دیا جاتا تھا اب وہاں چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنے سے بڑی عمر اور بڑے مرتبے والوں کو بھی بر سر عام موصوف کی ڈانٹ پھٹکار کو سننا روز کا معمول بن گیا۔

(ج) اپنی ہاں میں ہاں ملانے والوں کو ذمہ داریاں سونپنا، مشورہ میں شامل کرنا، بیانات اور سفر کا موقع دینا اس کے برخلاف ان کی ایجاد کردہ باتوں سے اختلاف کرنے والوں کو نظر انداز ہی نہیں بلکہ ذلیل کرنا انہوں نے برملا اختیار کرلیا، جس پر انگلی اٹھانے کی نوبت نہیں آئی۔

اسی طرح میدان ہموار کر لینے کے بعد اصل کام اصلاح اور تجدید کا نماز سے شروع کیا گیا، حالانکہ اسی مسجد اور اس کے مصلے پر ان کے پردادا، دادا، والد نیز نانا نے جس طرح نماز پڑھی اور پڑھائی تھی اس میں نمایاں تبدیلی یہ کی گئی کہ قومہ اور جلسہ میں وہ مسنون دعا پڑھنے لگے جو حنفیہ کے نزدیک فرضوں میں نہیں، بلکہ نفلوں میں پڑھی جاتی ہے اس تبدیلی سے پوری جماعت متاثر ہوتی رہی، لیکن کسی نے اُف تک نہیں کیا، ایک صاحب نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ میں محمدی ہوں، سنت کو اختیار کرتا ہوں۔

اس کے بعد دعوت وتبلیغ کے کام کا پورا نقشہ ہی بدل دیا گیا۔ ''دعوت تعلیم استقبال'' کے ذریعہ مقامی محنت سکڑ کر اس پر آ گئی کہ مسجد کے اطراف میں جو فارغ لوگ ملیں انہیں گھیر کر مسجد میں لانا اور انہیں دعوت تعلیم میں بٹھانا اس ایک عمل کو مسجد کی آبادی کا ذریعہ بتایا گیا جس کی وجہ سے نہ صرف کام کرنے والوں میں ذاتی معمولات کا اہتمام ختم ہو گیا بلکہ ڈھائی گھنٹے والی ترتیب میں لوگوں کی سہولت کا خیال رکھتے ہوئے ان کے گھروں اور کام کرنے کی جگہوں پر جا کر جو دنیا وآخرت میں دین پر چلنے کے منافع اور نہ چلنے پر اس کے نقصان نیز اللہ کے راستے میں نکلنے کی ضرورت کو سمجھایا جاتا تھا وہ سب ختم ہو گیا۔

اسی طرح فضائل کی کتابوں کی تعلیم کی جگہ منتخب حدیث کو اہمیت دی جانے لگی جب کہ کسی شوریٰ نے کبھی اس کو جماعت کے طے شدہ نصاب میں شامل نہیں کیا، مزید یہ کہ اس کتاب کو حضرت مولانا یوسفؒ کا انتخاب بتایا جاتا ہے بلکہ وہ قلمی مسودہ جو حضرت والا نے تیار کیا تھا آج تک کسی نے نہیں دیکھا کیوں کہ ایسا کوئی باقاعدہ انتخاب مولانا یوسفؒ کا ہے ہی نہیں، نہ انہوں نے اس کا ذکر بھی کسی سے کیا، تبلیغی حلقے میں متعارف اور مشہور ہونے کا صاحبزادہ نے اس کو ایک ذریعہ بنایا اور خود کو اس کتاب کا مؤلف ظاہر کیا جب کہ ''منتخب حدیث'' کی تیاری پڑوسی ملکوں کے عالموں کی ایک جماعت نے کی اور اس ''خیر'' کے کام کو صاحبزادہ سلمہ نے اس رازداری کے ساتھ کرایا کہ وہاں کے ذمہ داروں کو بھی خبر نہ ہونے دی، اس لئے وہ حضرات آج تک اس کتاب کو جماعت کے تعلیمی نصاب میں شامل کرنے کو تیار نہیں ہیں، ہمارے اپنے علاقہ کے جو ذمہ دار اس کی حقیقت سے واقف ہیں ان علاقوں میں یہ کتاب جماعت کی تعلیم میں نہیں پڑھی جاتی۔

نیز جماعتوں کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ ہر چھوٹا بڑا اپنی بات کو چھ نمبر کے دائرے میں محدود رہ کر کرے، حالات حاضرہ، مسلکی اختلافات، فقہی مسائل، تقابل، تنقیص، تردید کی باتوں کو اپنے بیان میں نہ لائے۔ جن حضرات نے دینی تعلیم باقاعدہ حاصل نہیں وہ اپنے بیانوں میں قرآن وحدیث کی تشریح کرنے کے مجاز نہیں صرف مفہوم بیان کردیں اور علماء حضرات بھی قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح کرتے وقت اسلاف کے ذریعہ کی گئی تفسیر وتشریح کے پابند رہیں، مگر صاحبزادہ سلمہ نے ان سنہرے اصولوں کو ہوا میں اڑا دیا اور ایسی باتیں کہی جانے لگیں جو بعض انبیاء کرام اور بعض صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کے مترادف ہیں، ان سے سننے والوں نے جن میں اکثریت علم سے عاری لوگوں کی ہے، ان باتوں کو علاقوں میں کہنا شروع کیا تو مسجدوں کے ائمہ اور دوسرے اہل علم حضرات اس مشکل میں مبتلا ہو گئے کہ اگر غلط باتوں پر ٹوکیں تو تبلیغ کے مخالف کہلا کر ہر طرح کی طعن وتشنیع سنیں اور نہ ٹوکنے پر نہی عن المنکر کے گنہگار بنیں۔

اس سے بھی بڑی جسارت صاحبزادہ سلمہ نے بیعت کے تعلق سے کی، حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے انتقال کے بعد شوریٰ نے طے کیا کہ بنگلہ والی مسجد میں سردست بیعت موقوف رہے گی، شوریٰ کے اس فیصلہ میں صاحبزادہ سلمہ پیش پیش تھے کیوں کہ اس وقت مرکز میں صرف مولانا زبیر الحسن صاحب ہی کی ذات تھی جن سے لوگوں کے بیعت ہونے کا امکان تھا کیوں کہ وہ حضرت شیخ اور حضرت جی رحمہم اللہ

کے مجاز تھے اور ان کے یہاں روزانہ ذکر کا حلقہ بھی ہوتا تھا اس زمانہ میں صاحبزادہ سلمہ کام کرنے والوں کا کسی شیخ سے بیعت ہونا غیر ضروری ہی نہیں بلکہ نقصان دہ بتاتے تھے لیکن جیسے ہی مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کا انتقال ہوا صاحبزادہ سلمہ نے سفر کے دوران بیعت کرنا شروع کر دیا اور جب ان کے سمجھ میں یہ بات آگئی کہ صرف بیعت ہی کے ذریعہ لوگوں کو اپنی اطاعت کا پابند بنایا جاسکتا ہے تو موصوف نے مرکز میں اس دھڑلے سے روزانہ بعد مغرب لوگوں کو بیعت کرنا شروع کیا کہ ایک بھیڑ ان کے حجرے کے باہر جمع ہونے لگی کیوں کہ دن بھر کچھ لوگ اسی کام پر لگے رہتے ہیں کہ آنے والوں کو بیعت کے لئے تیار کریں، جب تک بیعت کا سلسلہ پورا ہوتا ہے، بنگلہ والی مسجد میں مختلف زبانوں کے حلقے ٹھنڈے رہتے ہیں، اس سلسلہ میں بھی موصوف نے اپنے نرالے اجتہاد کا اظہار کیا ہے وہ بیعت کرنے والوں سے یہ عہد لیتے ہیں۔

''بیعت کی میں نے مولانا الیاسؒ کے ہاتھ پر سعد کے واسطے''

غور کیجئے یہاں موصوف نے ان کے دادا حضرت مولانا یوسف صاحبؒ بھی یاد نہیں رہے جن کا اکثر حوالہ وہ اپنے بیانوں میں اس طرح دیتے ہیں جیسے حضرت والا کی باتیں انہوں نے خود سنی ہیں۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ جو کسی بزرگ کا اجازت یافتہ نہ ہو اس کو ان بزرگ کا نام لے کر بیعت کرانا سلوک کی لائن سے بہت بڑی خیانت ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ موصوف کو نہ بڑے حضرت کا زمانہ ملا نہ بڑے حضرتؒ کے کسی خلیفہ سے بیعت واجازت حاصل ہوئی۔

جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ دعا اور مصافحہ میں باہمی شراکت کا سلسلہ صاحبزادہ سلمہ نے مطالبہ پر جاری ہوا تھا جو برابر کشمکش کا ذریعہ بنا رہا ہے، مارچ ۲۰۱۴ء میں مولانا زبیر الحسنؒ کے انتقال کے بعد مرحوم کے حامیوں کا مطالبہ تھا کہ ان کی جگہ ان کے بیٹے مولانا زہیر الحسن صاحب کو دعا اور مصافحہ میں پرانے دستور کے مطابق شریک کیا جائے لیکن صاحبزادہ سلمہ کو یہ بات منظور نہیں تھی اس لئے دعا اور مصافحہ پر ہلکی پھلکی کشمکش چلتی رہی، اس کا بھرپور مظاہرہ دسمبر ۲۰۱۴ء کے بھوپال کے اجتماع کے اختتام پر ہوا، جب مولانا زہیر الحسن صاحب کے ساتھیوں نے ان کو مصافحہ کے لئے لاکر اسٹیج پر بٹھا دیا تو صاحبزادہ سلمہ ناراض ہو کر اسٹیج چھوڑ کر چلے گئے اور اپنے حمایتیوں کو کچھ ایسی ہدایت دیں کہ پورے میوات میں ہلچل مچ گئی، ایک درجن سے زیادہ مقامات پر برادری کی پنچایتیں ہوئیں جن میں ہزاروں لوگ جمع ہوئے علاقے کے علماء اور چودھریوں کے جوشیلے بیانات ہوئے مثلاً۔

ہمارے امیر مولانا محمد سعد ہیں اور ان کے بعد بھی ہمارا امیر ان کی اولاد میں سے ہوگا چاہے نابالغ بچہ ہی کیوں نہ ہو ہم کسی دوسرے کو امیر نہیں مانیں گے، مرکز کی ذمہ داری ہم میوات والے سنبھالیں گے دوسرے علاقے اور دوسرے ملک والوں کو نہیں سنبھالنے دیں گے، مجمع کو کئی ذمہ داروں نے بتایا۔'' کہ مولوی سعد صاحب نے ان سے کہا کہ رمضان سے اب تک جتنی تکلیف پہنچائی ہے میں بتا نہیں سکتا صرف میرا مرنا باقی ہے۔'' تکلیف پہنچانے والے تمہاری قوم کے لوگ ہیں تم اپنوں کو اپنی زبان میں اچھی طرح سمجھا سکتے ہو۔'' مولوی سعد صاحب کا اشارہ ایک تو اپنے اس خادم کی طرف تھا جس نے کئی سال پہلے ان کی خدمت میں رہنے سے صاف انکار کر دیا تھا لیکن پھر بھی مرکز میں رہ رہا تھا اور مولانا کے دسترخوان پر کھانا کھاتا تھا اور روزانہ مشورہ میں شامل ہوتا تھا اور مولانا اس کے خلاف کچھ نہیں کر پا رہے تھے، دوسرے صاحب پہلے حضرت جیؒ کی خدمت میں رہے پھر مولانا زبیر الحسن صاحب کی خدمت میں رہے اور اب مولانا زہیر الحسن صاحب کے ساتھ تھے، بھوپال کے اجتماع کے ختم پر مولانا زہیر الحسن صاحب کو مصافحہ کے لئے انہوں نے ہی اسٹیج پر بٹھایا تھا، یہ دونوں حضرات مولوی ہیں اور میوات کے رہنے والے ہیں۔

مذکورہ بالا پنچایتوں میں تجویز پاس ہوئی کہ ان دونوں کو فوراً مرکز چھوڑ دینا چاہئے ورنہ قوم ان کو گھسیٹ کر مرکز سے لے آئے گی اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ ان پنچایتوں کے اختتام پر میواتیوں کا ایک بڑا مجمع مذکورہ بالا تجویز پر عمل درآمد کے لئے مرکز پہنچ گیا لیکن ان پنچایتوں میں کھلے عام ہوئی جوشیلی تقریروں اور جارحانہ تجویزوں نے ہریانہ پولیس کو چوکنا کر دیا تھا اس لئے اس نے مرکز کے چاروں طرف اپنی فورس کو تعینات کر دیا جس کو دیکھ کر آنے والوں کے کچھ ہوشمند ذمہ دار بغیر کسی واردات کے اپنے مجمع کو واپس لے گئے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دن مرکز ایک برے سانحہ سے محفوظ رہا۔

پھر ۱۸ر اگست ۲۰۱۵ء کو مرکز کی بالائی منزل میں یوپی والوں کے

جوڑ کے اختتام پر لوگوں کو مولانا زہیر الحسن صاحب سے مصافحہ نہ کرنے دینے کے لئے صاحبزادہ سلمہ کے حمایتیوں نے خوب شور شرابہ اور دھکا کی کی اس شرمناک واقعہ کا چرچا پورے شہر میں ہوا اور ۲۰ راگست جمعرات کو مرکز ہی میں دہلی کے ذمہ داروں کے درمیان خوب گرما گرمی بھی ہوئی، ۲۴ راگست بستی حضرت نظام الدین میں رہنے والے کچھ ساتھی جو کام سے تعلق رکھتے ہیں ان افسوسناک حالات پر اپنی تشویش کا اظہار کرنے اور اس کا حل نکالنے کی درخواست لے کر مرکز کے ذمہ داروں کے سامنے مشورہ کے وقت حاضر ہوئے، ایک صاحب نے جب اپنی بات شروع کی تو فوراً ڈانٹ پڑ گئی۔ ''بغیر اجازت آگئے اور بلاوجہ مداخلت کرتے ہیں، چپ رہو، اس پر گرما گرم بحث ہونے لگی تو صاحبزادہ سلمہ نے فرمایا، ''میں امیر ہوں خدا کی قسم میں پوری امت کا امیر ہوں'' جواب میں کہا گیا آپ کو کس نے امیر بنایا ہے؟ اس پر خاموش رہے تو کہنے والے نے کہا۔ ''ہم آپ کو امیر نہیں مانتے'' تو ترخ کر بولے'' تم سب جاؤ جہنم میں'' اس پر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے، جب حالات کے سدھرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو ان میں سے کچھ لوگ پڑوس میں ہونے والے اجتماع میں پہنچ کر وہاں کے ذمہ داروں سے بگڑتے حالات کو سنبھالنے کا خواہاں ہوئے۔

تو نومبر ۲۰۱۵ء میں اجتماعات کے موقع پر جمع ہوئے مختلف ملک کے ذمہ داروں نے تمام حالات پر غور وغوض کرنے کے بعد طے کیا کہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی قائم کردہ شوریٰ کی تکمیل کی جائے (جس کے دس میں سے آٹھ اراکین کا انتقال ہو چکا ہے) اور اسی طرح مرکز نظام الدین کی پانچ رکنی شوریٰ کو پورا کیا جائے جس کے صرف ایک رکن باقی ہیں، صاحبزادہ سلمہ نے دونوں تجویزوں کو ماننے سے انکار کر دیا، مرکز نظام الدین کی شوریٰ کے بارے میں کہا کہ وہاں شوریٰ موجود ہے، جب ان سے شوریٰ کی تفصیل معلوم کی گئی تو فرمانے لگے کہ اب جا کر بنالیں گے اسی مجلس میں جب ان سے معلوم کیا گیا کہ انہوں نے پوری امت کا امیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو پہلے صاف انکار کیا، ان سے کہا گیا کہ اس کا آڈیو ریکارڈ موجود ہے تو کہنے لگے کہ جب لوگ میرے اوپر چڑھ چڑھ کر آئیں اور مشورہ میں شور مچائیں تو میں کچھ کہوں گا بھی نہیں، صاحبزادہ سلمہ کے اس کردار کا کہ پہلے ایک بات کا صاف انکار کرنا پھر اسی بات کا اعتراف کر لینے سے حاضرین مجلس نے بہت برا اثر لیا اور ان کے اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے عالمی شوریٰ کے لئے گیارہ اور مرکز نظام الدین شوریٰ کے لئے پانچ نام طے کر کے اس کی دستخط شدہ تحریر بھی جاری کر دی۔

صاحبزادہ سلمہ حسرت اور افسوس کی حالت میں دہلی لوٹ آئے اور دوسرے ہی دن دہلی سے اپنے حمایتیوں کو بلا کر انہیں کچھ ہدایتیں دی گئیں مثلاً۔

وہاں پر کوئی شوریٰ نہیں بنی ہے، وہاں پر میری بہت اہانت کی گئی ہے جس میں دہلی کے کچھ ارکان بھی شامل تھے آپ کو ان لوگوں اور ان کے ہمنواؤں کا بائیکاٹ کرنا ہے، نیز اپنے غصہ کا اظہار کرنے کے لئے کچھ دنوں تک مجمع کو مرکز بھی نہیں لانا ہے، تبلیغ کی تاریخ میں یہ ہڑتال پہلی بار ہوئی لہٰذا ان کے کارندوں نے محلہ محلہ اور مسجد مسجد میں جا کر لوگوں کو مرکز آنے سے بھی روکا اور نامزد ساتھیوں کے خلاف خوب اشتعال انگیزی بھی کی، لہٰذا نومبر کے آخر اور دسمبر کے شروع کی جمعراتوں میں شہر کے کام کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد مرکز نہیں آئی۔

عجیب طرفہ تماشہ ہے کہ پہلے تو شوریٰ کی تشکیل ہونے کا بڑے زور وشور سے انکار کیا گیا لیکن ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ دسمبر ۲۰۱۵ء کے پہلے ہفتہ میں اس شوریٰ کے پانچ اراکین میں مزید چار افراد کا اضافہ کر کے ایک خط ان ہی ذمہ داروں کی خدمت میں بھیج دیا جن کے فیصلوں کو ماننے سے انکار کر کے مرکز واپس آگئے تھے، ان حضرات نے جواب میں اضافہ کو غیر ضروری اور نامناسب کہہ کر اس بات کو دہرایا کہ تشکیل شدہ شوریٰ کے تحت ہی باری باری فیصل بدلتے ہوئے کام کیا جائے لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا حالانکہ پانچوں اراکین مرکز میں مستقبل قیام پذیر تھے۔

ادھر دہلی شہر میں کام کے حالات ایسے دگرگوں ہوئے کہ کوئی چیز بھی اپنی اصلی حالت پر نہیں رہی، شہر کے کام کے ذمہ داروں کو ہر طرح کی مذمت کا نشانہ بنالیا گیا لیکن ساتھ ہی ساتھ دوسرے ذمہ دار ساتھی بھی جو یکسوئی کے ساتھ کام کو لے کر چل رہے تھے اس کشمکش کا شکار ہو گئے، صاحبزادہ سلمہ کے معتمد کچھ نئے لوگ قائد بن گئے جنہوں نے برسوں سے جس مسجد میں شہر کا ماہانہ مشورہ ہوا کرتا تھا اس کو منسوخ کر دیا، دعوت

وتبلیغ تو صرف جڑنے کا عنوان بن کر رہ گیا، عوام کو گمراہ کرنے کے لئے سارے قضیہ کا سبب مولانا زبیر الحسنؒ صاحب مرحوم کے بیٹے مولانا زہیر الحسن صاحب کا امارت کا دعویٰ اور ان کے حمایتیوں کی غلط حرکتوں کو بتایا گیا، حالانکہ یہ سراسر جھوٹ اور سنگین بہتان ہے، کیوں کہ امارت کا دعویٰ تو مولانا زبیر الحسن صاحبؒ نے بھی کبھی نہیں کیا حالانکہ وہ اس کے مستحق تھے وہ تو انیس سال تک اپنے چھوٹے کا چھوٹا بن کر گزار گئے، آج حال یہ ہے کہ اس کام میں لگنے والوں کی اکثریت خدا سے بے خوف ہو کر جھوٹ اور غیبت میں مبتلا رہنے لگے، ان ناعاقبت اندیشوں کے ذریعہ جو اپنے حلقوں میں امیر صاحب کہلاتے ہیں، پرجوش اور علم سے عاری نوجوانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوگئی جو کسی کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتے بس اپنے امیر کے لئے مرمٹنا اپنی معراج سمجھتے ہیں، علاقہ جمنا پار دہلی اور میوات سے ایسے ہی لوگوں کی دو دو مہینوں کی تشکیل کی جانے لگی جو مرکز میں رہ کر صرف حفاظتی دستہ کا کام کریں ان لوگوں کی ڈیوٹی مرکز میں مختلف مقامات پر لگائی جاتی ہے، نیز ان کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ہمیشہ ۱۰۰ کے لگ بھگ رہتی ہے ان ہی کے ذریعہ کئی بار مرکز میں مار پیٹ اور دھکا مکی کی نوبت آئی اور گزشتہ رمضان شریف میں تو جارحیت اور غنڈہ گردی کی ساری حدیں پار کردی گئیں، جب افطار کے بعد مرکز کے گیٹ بند کردیے اور مخالفوں کو چن چن کر پیٹا گیا، پندرہ بیس افراد مولانا زہیر الحسن صاحب کے کمرہ کے برابر والے ہال میں ہاتھوں میں ڈنڈے اور اسٹکیں لئے مسلط ہوگئے اور ان کے دروازے پر ڈنڈے پیٹنے گئے، ان میں سے کچھ لوگ نئی عمارت کی پہلی منزل پر پہنچ گئے جہاں مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا ابراہیم دیولہ کے کمرے ہیں وہاں دو کمرے کے تالوں کو توڑ کر ان کا سامان غائب کردیا، ان میں سے ایک کمرہ مولانا احمد لاٹ صاحب کے مہمانوں کے استعمال میں رہتا تھا، اس دہشت ناک ماحول میں مولانا زہیر الحسن صاحب اپنی قیام گاہ سے نکل کر تراویح میں قرآن شریف سنانے کے لئے مسجد قریش تک بھی نہیں جاسکے، ان کے گھر والوں نے ساری رات دہشت اور خوف میں گزاری، سحری کا انتظام بھی نہ ہوسکا، اس کھلی بربریت کا حال جب مولانا احمد لاٹ صاحب کو معلوم ہوا تو دوسرے ہی دن وہ مرکز کو چھوڑ کر اپنے وطن چلے گئے، صاحبزادہ سلمہ نے ان بلوائیوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے بجائے بستی میں رہنے والے کچھ مخالفوں کے خلاف پولیس میں شکایتیں درج کرادیں۔ دراصل یہ آپریشن ان دو میواتی مولویوں (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے) کے اخراج کے لئے کیا گیا جنھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مرکز میں رہ کر حضرات کی خدمت گاری میں گزارا تھا، وہ لوگ کسی طرح اپنی جان بچا کر مرکز سے نکل گئے، نہ جانے کس خدا کے دشمن کے مشورے پر یہ قدم اٹھایا گیا تھا جس نے مرکز کے لئے پوری دنیا میں رہنے والوں کے دلوں میں جو احترام تھا وہ پل بھر میں مٹادیا۔

(۱) ان خطرناک حالات کو دیکھ کر اس عالمی کام میں عمر بھر سے لگے پہلی صف کے کارکنوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، یہ حضرات پہلے سے صاحبزادہ سلمہ کی کارگزاریوں سے نالاں تھے اور موصوف کو سمجھانے کی کوشش رازدانہ طور پر کرتے رہے تھے، ان حضرات نے آپس میں جمع ہو کر کئی خط بھی موصوف کو لکھے تھے اور کئی بار اکٹھے ہو کر اپنے خیالات اور خدشات سے موصوف کو آگاہ بھی کیا تھا لیکن موصوف نے ان کی باتوں کو ہتک آمیز انداز میں مسترد کردیا۔ ان کے ایک خط مورخہ ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۵ء کی نقل آئندہ صفحہ ۱۵ تا ۲۱ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

(۲) رمضان میں ہوئے مار پیٹ کے واقعہ نے ان حضرات کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا اس لئے جولائی ۲۰۱۶ء مرکز میں ملک کے سہ ماہی جوڑ میں شامل ہونے سے معذرت کرتے ہوئے ان حضرات نے جو خط بھیجا تھا اس کو صفحہ ۲۲ تا ۲۳ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳) اپنے ساتھیوں کے مرکز سے علیحدہ ہونے کے باوجود مولانا ابراہیم دیولہ حالات کی درستگی کی امید میں برابر مرکز سے وابستہ رہے لیکن آخر کار ان کو بھی مرکز کو چھوڑنا پڑا، ان کا خط مورخہ ۱۵ر اگست ۲۰۱۵ء صفحہ ۲۴ تا ۲۶ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۴) دعوت وتبلیغ کے اس عالمی کام میں پڑوسی ملک کا بھی برابر کا حصہ ہے بلکہ عالمی سطح پر وہ سب سے آگے ہیں، صاحبزادہ سلمہ کے رویہ اور مرکز کے حالات سے دل برداشتہ ہو کر اس سال حج کے موقع پر انہوں نے طے کیا کہ حجاز مقدس میں ان کا قافلہ مرکز کے قافلہ سے علیحدہ قیام کرکے حاجیوں میں کام کرے گا، ان کا خط مورخہ ۲۳ر جولائی ۲۰۱۵ء صفحہ ۲۷ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۵) پچاس سال سے دعوت وتبلیغ میں ہمہ تن مصروف اور مدرسہ

کاشف العلوم کے سب سے معمر استاذ مولانا محمد یعقوب صاحب نے جن شاگردوں میں صاحبزادہ سلمہ اور ان کے والد مولانا ہارون صاحب بھی شامل ہیں، موجودہ حالات پر اپنے تأثرات کو اپنے خط مؤرخہ ۲۸ راگست ۲۰۱۶ء میں بیان کیا ہے۔ جس کو صفحہ ۲۸ تا ۳۰ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

نمونہ کے طور پر یہ چند خطوط پیش کئے جارہے ہیں ورنہ خطوط کا انبار ہے۔ جس میں علماء کرام اور اہل حق نے اس عالی کام پر جو ابتلا آئی ہے اس پر اپنے دلی رنج کا اظہار کیا ہے اس لئے اس کام سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہوش سے کام لے اور اس کام کی حفاظت کے لئے حتی الوسع کوشش بھی کرے اور دعاؤں کا خصوصی اہتمام بھی کرے۔

فقط والسلام

عاصی، امان اللہ عفی عنہ

پرانے کام کرنے والوں کی گزارشات

مکرم ومحترم جناب مولانا سعد صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت مزاج گرامی۔

گزشتہ خط مؤرخہ ۱۰ ر ستمبر ۲۰۱۵ء میں چند معروضات پیش کی گئیں تھیں لیکن اس کے بعد بھی آپ کا کام اور کام کرنے والوں کے ساتھ رویہ نہیں بدلا ہے اس لئے حقائق تک رسائی اور غلط فہمیوں سے نکلنے کے لئے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

(۱) اس مرتبہ سہ ماہی مشورہ میں آپ نے فرمایا تھا کہ جو لوگ نہج کے بدلنے کی بات کر رہے ہیں وہ شیطانی وساوس میں مبتلا ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہج بدل رہا ہے، ہمارا کام یہ تھا کہ ہر فرد امت کے پاس جاکر جہاں ملے مسجد ہو یا ہوائی جہاز، ٹرین ہو یا ٹیکسی اسٹینڈ، گھر ہو یا کھیت، کیرم اڈہ ہو یا شراب خانہ، اس کا دینی ذہن بناکر آخرت کی یاد دلاکر اور دعوت کی ذمہ داری سمجھاکر چار ماہ سے لے کر مقامی کسی ایک عمل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت کے لئے تیار کرنا، جب وہ تیار ہوگا تو اسے ہر حال میں مسجد میں آنا ہے اس لئے کہ ہمارا پورا کام مسجد ہی سے متعلق ہے، محنت کا یہ رخ شروع ہی سے چل رہا تھا اور اس کے نتیجے میں لاکھوں افراد اور گھرانے دیندار اور دین کی محنت پر آئے اور ہزاروں نئی مسجدیں بنیں، بند مسجدیں کھلیں، تنگ مسجدیں وسیع ہوئیں اور غیر آباد مسجدیں اعمال نبوت سے آباد ہوئیں اور اس طرح کام کرنے والے دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہے تھے کہ حضرت جی کا انتقال ہوگیا اور کام کی ذمہ داری بعد والوں پر آئی، اسی ذمہ داری کے ماتحت آپ کے اہم اہم مواقع پر بیانات بڑے بڑے مجمعوں میں ہونے لگے۔

تھوڑے ہی عرصہ میں بیانات میں کام کا نیا رخ سامنے آنا شروع ہوا کہ اللہ کے تعلق سے ملنے کی جگہ صرف مسجد ہے اور ہمارے سارے گشت لوگوں کو مسجد میں لانے کے لئے ہیں اور صحابہ صحابہ پر گشت کرکے ان کو مسجد میں ایمان کی مجلس میں جوڑتے تھے، یہی طریقہ جہد صحابہ کا ہے اس کے علاوہ کے سارے طریقے، تنظیمیں اور رواجی ہیں، مجاہدہ نہیں، خلاف سنت ہیں، سیرت صحابہ نہیں، ان طریقوں سے رواج تو پھیل سکتا ہے دین کبھی بھی نہیں پھیل سکتا اس کو ثابت کرنے کے لئے ایک تو صحابہ پر صحابہ کا گشت کرنا بیان کیا، حالانکہ یہ مقام صحابہ سے گری ہوئی بات ہے، ہمارا گشت ہے، بے طلب بندوں میں بے غرض ہوکر پھرنا، اگر بے طلبی کفر کی وجہ سے ہے تو ایمان کی دعوت ہے اور اگر بے طلبی ضعف ایمان کی وجہ سے ہے تو قوت ایمان کی دعوت ہے اور صحابہ کی شان اس سے بہت بلند ہے اور دوسرا اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے عبداللہ بن رابیہؓ، معاذ بن جبلؓ، عمر بن الخطابؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے واقعات کو استدلال میں پیش کیا گیا حالانکہ ان واقعات میں مسجد کی کوئی قید نہیں سوائے ابوہریرہؓ کے واقعے کے اور وہ بھی صرف ایک مرتبہ اور اس میں بھی صرف مسجد میں عمل کی اطلاع ہے لانا نہیں اور نہ مسجد میں استقبال کی کوئی شکل، ان واقعات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ جہاں ملتے تھے ایمان کا مذاکرہ کرتے تھے اور ایمان کی مجلسوں سے ایمان بڑھتا ہے، باقی جتنی باتیں ہیں وہ بے اصل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی آبادی کی شکل دعوت، عبادت، تعلیم اور خدمت ہے جس میں صحابہ کا بلاغیر گشت حسب موقع وضرورت اور استعداد لگنا ہوتا تھا جس سے مسجد اکثر آباد رہتی تھی، باقی مسجد کی آبادی کی یہ شکل یعنی دعوت، تعلیم، استقبال کو مسجد نبویؐ کے ساتھ جوڑنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ جس مسجد میں دعوت، تعلیم، استقبال نہیں ہے وہ مسجد نبوی کے نہج پر نہیں ہے بیچا

جسارت اور آپ کا اجتہاد ہے۔

کام کے اس رخ کو چلانے کے لئے پوری قوت لگائی گئی اور جو لوگ تقریروں کو ہی کام سمجھتے ہیں انہوں نے اندرون وبیرون ملک پوری طاقت لگائی، یہاں تک کہ جماعتوں کو بھی اسی کام پر لگادیا کہ تین چار دن رہ کر دعوت، تعلیم، استقبال مسجد میں قائم کرنا ہے، جماعتیں نکلیں یا نہیں نکلیں کوئی حرج کی بات نہیں اور مرکز نظام الدین میں بھی کام کی فہمائش کی ساری مجلسیں اسی کی نذر ہوگئیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ پورا مجمع محنت کے جس رخ پر تھا وہ ختم ہوگیا یا کمزور ہوگیا اور مسجد کی آبادی کے نام پر مسجد میں بیٹھ گیا اور محنت کا دائرہ محدود ہوگیا جس کے زبردست اثرات کام پر اور کام کرنے والوں پر پڑے جس کی وجہ سے اصل محنت ختم ہوگئی جو خاکہ آپ کے ذہن میں تھا وہ وجود میں آیا نہیں، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے، جو لوگ میدان عمل میں ہیں وہ لوگ خوب اچھی طرح اس کو جانتے ہیں، رہی کارگزاریاں جس میں ساتھی آپ کو خوش کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ بہت فائدہ ہورہا ہے، یہ صرف مبالغہ اور رسمیت پر مبنی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس خط کے ساتھ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت منسلک کررہے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کو عوام کے سامنے وعظ فرمایا کرتے تھے ان سے روزانہ وعظ کا مطالبہ کیا گیا تو فرمایا روزانہ وعظ کے ذریعہ میں تمہیں اور اکتاہٹ میں نہیں ڈالنا چاہتا، جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری تنگی اور اکتاہٹ کے خدشے کا لحاظ رکھتے ہوئے ہماری نگہبانی اور محافظت کرتے تھے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روزانہ کا ''دعوت، تعلیم، استقبال'' آپ کا اجتہاد ہے سنت اور صحابہ کے نہج کے خلاف ہے اور ہمارے بزرگوں نے ہفتہ کے دو گشت فرمائے تھے، ایک اپنے محلے میں اور دوسرا دوسرے محلے میں، یہ ترتیب عین سنت کے مطابق اور صحابہ کے نہج پر ہے، اب تو ہفتوں کے دو گشتوں کے بجائے روزانہ ایک ہی محلہ میں کئی کئی گشت ہوگئے جس سے محلہ والوں کی تنگی، اکتاہٹ، اور توحش پیدا ہورہا ہے، آپ کارگزاری میں سوال کرتے ہیں کہ روزانہ کتنی شفٹوں میں یہ عمل مسجد میں ہورہا ہے، یہ چیز اپنے اکابر کی طرز پر اور نہج سے بالکل ہٹی ہوئی ہے۔

(۲) دوسری بات منتخب احادیث کے تعلق سے ہے، جب اس کتاب کا مسودہ ہاتھ لگا تو چاہئے تھا کہ ساتھیوں سے چھپوانے کا مشورہ ہوتا لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ بغیر مشورہ کے چھپوادیا، پھر منظر عام پر آنے کے بعد تعلیم کے نصاب میں داخل کرنے کے لئے مشورے کے راستے سے کوشش ہوئی لیکن کسی وجہ سے مشورہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا، اب چاہئے یہ تھا کہ انتظار اور صبر کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ سے کہا جاتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی عمل کا حق ہونا ہوتا ہے تو اللہ اپنے ارادے سے بحسن وخوبی چلادیتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ضد میں آکر مطالعہ کے ذریعہ سے استفادہ کی بات مجمع میں کہنا شروع کی تھوڑے عرصہ بعد بات آگے بڑھی کہ ''مطالعے سے استفادہ مکمل نہیں ہوتا اس کو تعلیم میں لانا چاہئے پھر آگے کہنا شروع کیا کہ ایک دن فضائل کی تعلیم اور ایک دن منتخب کی تعلیم گھر میں بھی اور مسجد میں بھی کریں، پھر بات آگے بڑھی کہ ہر فرد جماعت میں کتاب ضرور ساتھ رکھیں پھر مرکز نظام الدین میں بھی صبح کی تعلیم شروع کرادی جہاں صبح وشام جہاد کو بولا اور پڑھا جاتا ہے، موجودہ حالات میں کتنا مناسب ہے، غور طلب بات ہے۔

پھر بات آگے بڑھی کہ خروج کے زمانہ میں صبح کی تعلیم منتخب کی کریں اور ظہر کے بعد تعلیم فضائل کی کریں، حالانکہ ظہر کے بعد کی تعلیم ساری جماعتوں کی کتنی دیر کی ہوتی ہے اور کیسے ہوتی ہے، یہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے، دلیل یہ دی گئی کہ فضائل کی کتابوں پر اعتراضات بہت ہیں اور منتخب معترضین کا منہ بند کرنے والی اور مسکت ہے حالانکہ کسی کے اعتراض اور سکوت سے نہ ہمارا کوئی فائدہ نہ کوئی نقصان، حالانکہ صرف منتخب سے امت کی دینی ضرورت پوری نہیں ہوسکتی اس لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے پوری امت کی دینی ضرورت کے لئے حضرت شیخ زکریاؒ سے فضائل کی ساری کتابیں لکھوائیں ہیں اور مولانا یوسف صاحبؒ جن سے منتخب احادیث کو منسوب کیا ہے۔ انہوں نے بھی ہدایات میں یہ بات فرمائی ہے کہ ہماری تعلیم میں صرف حضرت شیخؒ کی ہی کتابیں پڑھی جائیں گی جو الفرقان حضرت جی نمبر میں چھپی ہوئی ہیں۔

(۳) تیسری بات مستورات کے تعلق سے ہے جس میں تجوید کا حلقہ بھی ہے، تجوید بہت ضروری ہے اس سے کسی کو انکار نہیں اس کے چلانیکا طریقہ یہ تھا کہ ساتھیوں کے درمیان مذاکرہ اور مشورہ ہوتا اور کوئی ایسی شکل قائم ہوجاتی کہ کسی کو اشکال باقی نہ رہتا اور کوئی ملک والا اس بات کو لینے میں تردد نہ کرتا جب کہ کئی ملک والوں نے کہا کہ یہ باتیں

ہمارے یہاں نہ چلاؤ۔

(۴) بیانات میں بے احتیاطی اور دعوت کے موقف اور اپنے تمام اکابر کے نہج سے ہٹا ہوا انداز شروع سے ہے جس کو اس خیال سے کہ ابھی نوعمری ہے اور دعوت کے عملی میدان سے نہ گزرنے کی وجہ سے یہ باتیں ہیں، وقت کے ساتھ سنبھل جائیں گی، اس لئے زبان نہیں کھولی، لیکن جب دیکھا کہ اب ان باتوں کی طرف توجہ دلانا وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے اس کے لئے خیر خواہانہ کوشش ہوئی لیکن اس کوشش کو ممبئی کے جوڑ کے وقت سیکڑوں کے مجمع میں آپ نے مناظرہ کا نام دیا کہ کچھ لوگ مجھ سے مناظرہ کرنے کے لئے آئے تھے اور بزرگوں کی طرف سے ملے ہوئے طریقہ کار کو اور موقف کو تجربہ نامہ دیدیا اور آپ نے یوں کہا کہ مجھے آکر تجربہ سنا رہے ہیں حالانکہ یہ کام تجربے کا نہیں سیرت کا ہے اور مجھے کہتے ہیں کہ مشورہ نہیں کرتا، مشورہ میں کس سے کروں کوئی کام کرنا ہی نہیں چاہتا۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے حکیمانہ طرز عمل کی وجہ سے سارے اہل حق کام کے معاون مؤید اور دعا گو تھے لیکن آپ کے بیانات کی بے احتیاطی کی وجہ سے اس میں زبردست خلا پیدا ہوا ہے اور مزید بڑھ رہا ہے، یہاں تک کہ اہل حق کی زبانوں پر یہ بات آنے لگی کہ مولانا الیاسؒ والی تبلیغ ختم ہوگئی اب تو کام میں مضرت کے پہلو پیدا ہو رہے ہیں، حالانکہ ہمیں ان کی تائید، دعا اور تعاون کی ہر وقت ضرورت ہے، بیانات میں مختلف طبقات پر تنقید جو ہمارے اکابر کا طرز نہیں تھا، مثلاً اسباب کو شرک بتلانا، علماء کی دینی خدمات پر معاوضہ کو ناجائز کہنا، سائنس کو شرک کہنا، بے دھڑک حرام، شرک، ناجائز اور بدعت کہنا یہ ہمارے اکابر کا طرز نہیں تھا، اصولی بات یہ کہی جاتی تھی کہ مسائل کو علماء سے تحقیق کرنے کی طرف متوجہ کیا جائے۔

(۵) اس کام کی تین بڑی خصوصیات جو روز اول سے دیکھنے میں آرہی تھیں وہ اجتماعیت قلوب، اتحاد فکر اور وحدت کلمہ ہیں، اب یہ تینوں ٹوٹ رہی ہیں، رائے ونڈ والے اپنی ڈگر پر ہیں جو مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانہ سے ہے، آپ نے مذکورہ بالا چیزیں اپنے اجتہاد سے چلادی ہیں جو کہ نئی ہیں، تمام دنیا میں دونوں ملکوں سے جماعتیں جاتی ہیں، نظام الدین سے جانے والی جماعتیں آپ کی باتیں چلاتی ہیں کیوں کہ آپ خود روانگی کے وقت ان باتوں کو چلانے کی ہدایت دیتے ہیں، واپسی پر کارگزاری والے بھی یہی باتیں پوچھتے ہیں کہ ان باتوں کو چلایا یا نہیں، چنانچہ جماعتیں محاسبہ کے خوف سے انہیں چلاتی ہیں واپسی پر پکڑ ہوگی، بات نہ چل پائی ہو تب بھی اپنا دامن چھڑانے کے لئے کہتے ہیں کہ خوب چلی ہے یعنی پورا دعوت کا کام سمٹ کر اب منتخب احادیث اور دعوت، تعلیم، استقبال پر رہ گیا ہے، بلکہ پاکستانی جماعتیں ان کا نام بھی نہیں لیتیں۔ دنیا میں دونوں جگہ کے لوگ ہیں اور دونوں جگہ سے متاثر لوگ ہیں، ہندوستان والے اور نظام الدین سے متاثر لوگ کہتے ہیں کہ نظام الدین سے جو بات چلائی جارہی ہے اسے چلاؤ، اس کا نہ چلانا خیانت ہے اور جو رائے ونڈ سے متاثر ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ نئی چیزیں ہیں جو پچھلے بزرگوں کے دور میں نہیں تھیں نہ ان کا اب تک کوئی مشورہ ہوا ہے، لہٰذا اس کا چلانا خیانت ہے، اب یہ اختلاف مسجد مسجد اور گھر گھر پہنچ گیا ہے، وحدت کلمہ جو ہماری خصوصیت تھی وہ ٹوٹ گئی ہے، اجتماعات قلوب اور اتحاد فکر ختم ہوگیا ہے، ان کی جگہ اب انتشار ہی انتشار ہے، ہر جگہ اختلاف، جھگڑے لڑائیاں ان سب کے اکیلے آپ ہی ذمہ دار ہیں، آپ اپنے بیانات میں کہتے ہیں کہ کام کو صحابہ کی نہج پر لاؤ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تک کام صحابہ کی نہج پر نہیں تھا اور اب آپ صحابہ کی نہج پر لانے کی کوشش کررہے ہیں، یہ اپنے اکابر پر بہت بڑا الزام ہے کہ نہ انہوں نے صحابہ کا نہج سمجھا نہ اس پر کام کو چلایا، لہٰذا اب آپ اس کی تجدید کرنا چاہتے ہیں۔

(۶) آج کل اپنے بیانات میں آپ اطاعت پر بہت زور دیتے ہیں، پچھلے پرانوں کے جوڑ میں آپ نے فرمایا کہ مولوی ابراہیم اور مولوی یعقوب سب کے بیانات سنتا ہوں کہ کون کیا کہہ رہا ہے جو انشراح کی بات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مشورہ نہیں ہوا وہ جاہل ہے آپ اپنے اساتذہ کو جاہل کہہ رہے ہیں، اسی وقت مجمع میں چند ساتھی آپ کو ٹوکنا چاہ رہے تھے، آئندہ ایسا ہوسکتا ہے، آپ جسارت اور بے ادبی کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اس کی نقل کرنے لگے ہیں، فرق مراتب ختم ہوگیا ہے، پرانوں سے سنا ہے کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ ''گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی'' کیا آپ چاہتے ہیں کہ پچھلے اکابر اور بزرگوں کے نہج کے خلاف آپ کی باتوں کی اطاعت کی جائے؟ آپ گاڑی اس طرح چلا رہے ہیں کہ نہ ہارن ہے نہ بریک ہے اور ٹکر لگ کر

خود بھی زخمی ہو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی زخمی کر رہے ہیں۔ نظام الدین کے بعض پرانوں کو آپ نے دھمکایا ہے کہ میری بات نہیں چلاتے تو یہاں رہ سکتے، ہر جگہ پرانے اور نئے دو دھڑوں میں بٹ چکے ہیں، نئے کہتے ہیں کہ پرانے نظام الدین کی بات نہیں چلاتے اور اب ان پرانوں کو ہٹا کر ہم نظام الدین کی بات چلائیں گے، یہ انتشار ہر جگہ شروع ہو چکا ہے، اندیشہ بلکہ اب تو مشاہدہ میں آرہا ہے کہ یہ عالمی خیر کا کام اور عالمی محنت اپنی پٹری سے اتر رہی ہے اور سرکنا شروع ہوگئی ہے تمام مخلصین کام کرنے والے پرانے فکرمند ہیں اور پریشان ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور آپ کے تعلق سے بھی لوگوں میں ایسی باتیں ہونے لگی ہیں کہ جن کو تحریر میں لانا مشکل ہے، لیکن "نقل کفر کفر نہ باشد" کی بنا پر لکھی جارہی ہیں کہ "یہ آدمی مسحور ہے" کہ سحر میں بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ "یا دانستہ یا نادانستہ" کسی کا آلۂ کار ہے" یا پھر" بک گیا ہے" یا "عقل کی کمی ہے کہ اپنے باپ دادا کا لگایا ہوا باغ برباد کرنے پر تلا ہے" "مدرسے کا زینہ توڑ کر مدرسہ کے حصہ کو اپنے گھر میں داخل کر لیا ہے" "یہ غاصب ہے" وغیرہ۔

(۷) حضرت جی کی بنائی ہوئی عالمی شوریٰ نے جس کے ایک رکن آپ بھی ہیں، حضرتؒ کے وصال کے بعد دو باتیں طے کی تھیں ایک یہ کہ نظام الدین کے کوئی بھی صاحب بیعت نہیں کریں گے اور نظام الدین میں بیعت نہیں ہوگی، چنانچہ مولانا زبیر الحسن صاحبؒ نے پوری زندگی کسی کو بیعت نہیں فرمایا اگرچہ اصرار ہوتا تھا مگر وہ ہمیشہ یہ جواب دیا کرتے تھے کہ مشورہ میں منع کیا گیا ہے، ان کے انتقال کے بعد آپ نے فوراً بیعت کرنا شروع کر دیا اور مولانا الیاس صاحبؒ کے ہاتھ پر آپ بیعت لے رہے ہیں (جن کے آپ مجاز نہیں ہیں) روزانہ مغرب کے بعد ایک بھیڑ کمرے کے سامنے بیعت کرنے والوں کی اکٹھی ہوتی ہے اور ساری مسجد دیکھتی رہتی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہوئی تھی کہ نظام الدین، رائے ونڈ اور ٹنگریل میں کسی بھی بات کے چلانے سے پہلے عالمی شوریٰ کا اس پر متفق ہونا ضروری ہے اور آپ نے تمام مذکورہ بالا باتیں شوریٰ کے مشورے کے بغیر چلائی ہیں جو تمام انتشار کا سبب بنا ہوا ہے۔

ان ساری بے اصولیوں کی وجہ مشورہ نہ کرنا اور عملی تجربے کی کمی ہے اس لئے کہ عمومی محنت سے گزرنا نہیں ہوا اور صحبت بھی میسر نہیں ہوئی اور دوسری وجہ امارت کا زعم ہے کہ میں امیر ہوں، مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں حالانکہ کوئی امیر بنتا نہیں ہے بلکہ اہل الرائے کی طرف سے بنایا جاتا ہے اس لئے ان ساری الجھنوں سے نکلنے کے لئے اور کام کرنے والوں کو صحیح ڈگر پر باقی رکھنے کے لئے ایک ہی حل ہے کہ اپنی غلطی پر اصرار کو عزیمت کا نام دینے کے بجائے اور عمل کو متہم کرنے کے بجائے امارت کے زعم سے نکل کر امارت کا فتنہ کرنے والوں کو منع کر کے اپنی غلطی سے اپنے عملے کے سامنے رجوع کیا جائے اور اپنے آپ کو عملاً ایک فرد سمجھ کر اپنی ذات اور کام کو شوریٰ اور مشورہ کے تابع کیا جائے، آپ کے تنہا اسفار پر لوگ انگلیاں اٹھا رہے ہیں اور کاندھلہ کے بنگلہ میں قیام کے زمانہ میں مشکوک لوگوں کی آمد و رفت کی لوگ بات کر رہے ہیں اس لئے کام کی اور کام کرنے والوں کی اور آپ کی حفاظت اور ترقی اپنے آپ کو شوریٰ اور مشورہ کے تابع کرنے میں ہے۔

پچھلے خط میں آپ کے سامنے جو شوریٰ کے نام پیش کئے گئے تھے یعنی مولانا سعد صاحب، مولانا ابراہیم صاحب، مولانا یعقوب صاحب اور مولانا احمد لاٹ صاحب، ہم بھی عرض کرتے ہیں کہ اس پر عمل درآمد شروع کر دیا جائے، یعنی نظام الدین میں یہ چاروں حضرات نوبت بہ نوبت ایک ایک ہفتہ فیصل رہا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اور پوری امت مسلمہ کی صلاحیتوں کو دین کے فروغ کے لئے قبول فرمائے اور کمزوریوں کو محض اپنے فضل سے دور فرمائے اور اس عالی اور مبارک محنت کی اور اکابر کے چلائے ہوئے نہج کی حفاظت فرمائے اور امت کو قیامت تک اس خیر سے نفع پہنچائے آمین۔

فقط والسلام

منجانب

فاروق احمد بنگلور، ڈاکٹر خالد صدیقی علی گڑھ

مولوی محمد اسماعیل گودھرا، پروفیسر عبدالرحمٰن

مولوی عبدالرحمٰن رومائی، پروفیسر ثناء اللہ خاں علیگ

محترم و مکرم مولانا سعد صاحب وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ تحریر خالصۃً لوجہ اللہ دعوت کی عظیم محنت اور امت کی خیر خواہی میں لکھی جارہی ہے، گزشتہ چند مہینوں سے جو احوال مرکز نظام الدین میں

پیش آرہے ہیں ان سے تمام کام کرنے والے احباب اور امت کا درد رکھنے والے تمام مسلمان بے چین وغم زدہ ہیں، مضطرب اور دعا گو ہیں، ان احوال سے کام کا اور نظام الدین کا سو سال کا تقدس پامال ہوا ہے۔

اس سارے فساد کو یہ رخ دیا جارہا ہے کہ یہ دو افراد اور ان کے حامیوں کے درمیان قیادت کی لڑائی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نہج اور موقف کے اختلاف کا مسئلہ ہے، جس کو ایک عرصہ سے حل کرنے کی کئی کوششیں ہم نے کیں مگر اب آپ کے حمایتیوں نے اس مسئلہ کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں دیدیا ہے جو شدت اور طاقت کے استعمال سے اپنی بات منوانا چاہتے ہیں اور دھمکیاں دے رہے ہیں کہ جو نہیں مانیں گے تو انہیں ماریں گے، بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ مولانا محمد یوسفؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے زمانہ کے پرانے یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح شوریٰ کے تحت کام چل رہا تھا اسی طرح کام چلے اور آپ کے حمایتی چاہتے ہیں کہ آپ کی امارت قائم ہو۔

مولانا الیاس صاحبؒ کا ایک خط مکاتب میں سے ہم ساتھ رکھ رہے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا الیاس صاحبؒ چاہتے تھے کہ آئندہ یہ کام شوریٰ کی ماتحتی میں چلے کسی فرد کے ذریعہ کام چلنے پر اطمینان نہیں تھا، کوئی بھی فرد کمزوریوں سے خالی نہیں ہے اور انحطاط کے زمانہ کے ساتھ یہ کمزوریاں بڑھتی جارہی ہیں، اس کا حل مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے نزدیک ایک جماعت کا وجود ہے جس کی رہبری وقیادت میں یہ کام چلے، ہم سب کا اور ملک کے مختلف صوبوں کے پرانوں کا اور اسی طرح ممالک کے پرانوں کا یہی ذہن ہے۔

آپ نے چند باتیں ایسی شروع کی ہیں جو ہمارے پچھلے حضرات کے دور میں نہیں تھیں اور جن کی طرف آپ کو بار بار متوجہ کیا جاچکا ہے اس کی بنا پر ہمارا وحدت کلمہ متاثر ہورہا ہے اور کام دوسرے رخ پر جارہا ہے، ہر صوبے میں اختلاف ہے اور مسجد مسجد میں اختلاف کے آثار شروع ہوچکے ہیں، خدانخواستہ آئندہ وہ خطرہ نہ پیش آئے جس سے مولانا الیاس صاحبؒ متنبہ کرگئے تھے کہ اگر اس کام میں بے اصولی کی گئی تو جو فتنے صدیوں میں آنے والے ہیں وہ دنوں میں آجائیں گے جس کے آثار شروع ہوچکے ہیں۔

دوسرے آپ بیانات میں ایسی بہت سی باتیں کرتے ہیں جو سلف اور جمہور کے مسلک کے خلاف ہوتی ہیں اور آپ کے ساتھی بھی ان باتوں کو نقل کرتے ہیں، اس پر علما کو تشویش ہے کہ یہ کام کس رخ پر جارہا ہے، حالانکہ ہمیں مسلک اور مسائل میں جمہور علماء کے تابع ہونا چاہئے، دینی شعور اور دینی شخصیات پر آپ کے بیانات میں تنقید ہوتی ہے، حالانکہ ہمارے کام میں کسی کی تنقید اور تردد سے حضرات نے منع فرمایا ہے، ہمارے حضرات سب کو ساتھ لے کر چلے ہیں، اہل حق کا تعاون، تائید اور دعا کی ہمیں ہمیشہ ضرورت ہے۔ط

آخر میں ہماری عرض یہ ہے کہ مولانا محمد الیاسؒ پر اللہ نے کام کا القا فرمایا، مولانا محمد یوسفؒ صاحب نے اس کام کے ہر ہر جزو کی قرآن وحدیث اور واقعات صحابہ سے تشریح فرمائی، مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے اسی کو مرتب اور منضبط فرمایا ہم چاہتے ہیں کہ کام اسی نہج پر لکیر کے فقیر بن کر کرتے رہیں اور اگر کسی اضافہ کی ضرورت ہو تو تینوں ملکوں کی مشترکہ شوریٰ کے اجماع سے ہو، ہم اپنی عمر کی آخری منزل میں ہیں، ہم اس بات کو واضح کردینا چاہتے ہیں کہ موجودہ صورت حال سے ہم راضی نہیں ہیں، اس لئے ہم اس سہ ماہی مشورہ میں حاضر نہیں ہورہے ہیں جس طرح کام شوریٰ کے تحت چل رہا تھا اسی طرز پر کام کو رکھنا چاہتے ہیں ورنہ ہم اور ملک کے پرانے آپ کے ساتھ نہیں چل سکیں گے، اپنے علاقوں میں کام کرتے رہیں گے، دعوت ہماری زندگی کا مقصد ہے اور تبلیغ ہماری زندگی بھر کا کام ہے اور نظام الدین ہمارا گھر ہے جب صورت حال ٹھیک ہوجائے گی تو انشاء اللہ ہم حاضر ہوجائیں گے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں عموماً اور ہمارے ملک میں خصوصاً ہر جگہ کام کرنے والے کام کی فکر چھوڑ کر اپنی ہر مجلس میں نظام الدین کے احوال پر مذاکرے کررہے ہیں، ہر مجلس کا موضوع گفتگو نظام الدین بنا ہوا ہے، اللہ پاک ہمیں اس الجھن سے نجات فرماکر کام کرنے کی فکروں کے رخ پر واپس ڈال دے آمین۔

فقط والسلام

(۱) مولانا اسماعیل گودھرا (۲) مولانا عبدالرحمٰن ممبئی (۳) مولانا عثمان کاکوسی (۴) جناب محسن عثمانی (۵) جناب فاروق احمد بنگلور (۶) جناب ثناء اللہ خاں علیگ (۷) جناب پروفیسر عبدالرحمٰن مدراس

مورخہ ۱۲ رشوال ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷ رجولائی ۲۰۱۶ء

۱۲، ۸، ۱۶، ۲۰ کی شام بندے کی بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین سے گجرات واپسی کے سلسلہ میں اس وقت مختلف خبریں گشت کر رہی ہیں جو سراسر جھوٹی اور خلاف واقعہ ہیں، اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اصل حقیقت کی خود ہی وضاحت کردوں۔

(۱) امسال ۲۰۱۷ء ماہ رمضان المبارک سے اب تک بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین میں جو واقعے پیش آرہے ہیں اور چند دن قبل خود میری موجودگی میں جو واقعہ پیش آیا ان نامناسب واقعات سے اس مبارک کام کی شبیہ بگڑتی جارہی ہے اور کام کا برسوں کا تقدس پامال ہوتا نظر آرہا ہے جس کی وجہ سے سارے عالم کے کام کرنے والے ساتھی علمائے ربانیین اور مشائخ عظما بہت مغموم اور پریشان ہیں، موجودہ صورت حال کی وجہ سے کام کی اجتماعیت حد درجہ متاثر ہوتی ہے، دوسری طرف بنگلہ والی مسجد میں ایک ایسے طبقے نے حصار قائم کیا ہوا ہے جو غلط باتوں کو بھی صحیح باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے اور اصلاح کی کسی بھی مفید کوشش کے لئے رکاوٹ بنا ہوا ہے، کام کے لئے ایک خطرناک اور سنگین صورت حال ہے جس کو سنجیدگی کے ساتھ حل کرنے کی ضرورت ہے، جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس وقت مرکز میں کوئی مسئلہ نہیں ہے اور کام اپنے معمول پر چل رہا ہے، یہ بات سراسر غلط ہے اور حقیقت کے خلاف ہے۔

(۲) امسال عیدالفطر کے بعد بندے نے طبیعت کی گھٹن کے باوجود بنگلہ والی مسجد جانے کا فیصلہ کیا، جانے سے پہلے طبیعت میں یہ خیال تھا کہ انشاء اللہ جلد ہی باہمی مفاہمت کے ذریعہ مسائل حل ہوجائیں گے، چنانچہ بندے نے موجودہ حالات کے حوالے سے متعدد بار مولوی سعد صاحب سے براہ راست گفتگو کی لیکن افسوس کہ کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکا، بلکہ میرے نظام الدین میں قیام اور روزانہ کے مشورے میں حاضر ہونے کی وجہ سے یہ بات چلائی جانے لگی کہ میں کام کی موجودہ ترتیب اور نہج کا حامی ہوں، ایسی صورت حال میں میرے لئے موجودہ وقت میں اس کام کے حوالے سے اپنے موقف اور نظریات کا اظہار نہ کرنا دین میں مداہنت سمجھی جائے گی اس لئے ذیل میں ساری دنیا کے کام کرنے والوں کے لئے میں اپنے موقف کی صاف لفظوں میں وضاحت کرتا ہوں۔

اس وقت دعوت کی اس مبارک محنت کا دائرہ ساری دنیا میں وسیع ہوگیا ہے، لاکھوں لوگ اس کام میں جڑے ہوئے ہیں، مختلف المزاج اور مختلف المسالک کے لوگ اس محنت سے وابستہ ہیں، ظاہر ہے کہ اتنے وسیع اور پھیلے ہوئے کام کا بوجھ سنبھالنے کے لئے پرانے بزرگوں کی صحبت یافتہ ایک مستند جماعت کا ہونا ضروری ہے، جو تقویٰ وامانت داری، کام کے لئے خلوص وللّٰہیت اور محنت اور مجاہدے کے حوالے سے کام کرنے والوں کے درمیان متفق علیہ ہو، یہ جماعت باہمی مشورہ اور اجتماعیت کے ساتھ کام کو لے کر چلے، اس کے بغیر کام کو صحیح رخ پر رکھنا مشکل ہے اور ساری دنیا کے کام کرنے والوں میں اجتماعیت دشوار ہے۔

اسی لئے حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کی حیات ہی میں بعض اہم مسائل کے پیش آنے کے موقع پر میں نے متعدد بار حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی بنائی ہوئی شوریٰ میں عالمی سطح پر کچھ افراد کے بڑھانے کی بات رکھی تھی اور یہ درخواست پیش کی تھی کہ پیش آمدہ مسائل کا حل اسی میں ہے، آخری عمر میں حضرت مرحوم اس کے لئے تیار بھی ہوگئے تھے لیکن اچانک ان کے وصال کا وقت آگیا، غفر اللہ لہٗ وادخلہ الجنۃ، نیز حضرت مرحوم کے وصال کے بعد ہم نے پرانے کام کرنے والوں کے مشورے سے ایک تفصیلی مکتوب مولانا سعد صاحب کو پیش کیا تھا جس میں کام کی موجودہ ترتیب اور نہج کے حوالے سے اپنی تشویش کا اظہار کیا تھا اور مسائل کے حل کرنے کے لئے شوریٰ کے قیام کی بات رکھی تھی، افسوس کہ کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا اور کام کی صورت حال بگڑتی ہی چلی گئی، پھر گزشتہ سال نومبر ۲۰۱۵ء میں دنیا کے پرانوں کی موجودگی میں شوریٰ کی تکمیل کے بعد میں نے دوبارہ خود مولانا صاحب سے گفتگو کی کہ آپ اس شوریٰ کو تسلیم کرلیں انشاء اللہ سارے مسائل حل ہوجائیں گے لیکن انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کردیا جس کی وجہ سے ساری دنیا کا کام منتشر ہوگیا اور صورت حال نہایت سنگین ہوگئی، اب بھی میرے نزدیک مسئلہ کا حل یہ ہے کہ اس شوریٰ کو تسلیم کرلیا جائے اور کام کے تقاضے شوریٰ کی اجتماعیت سے پورے کئے جائیں۔

کام کی ترتیب اور نہج کے حوالے سے پچھلے تین ادوار میں جو طے شدہ امور ہیں، ان کو اپنی اصل حالت پر باقی رکھا جائے اور اگر ان میں کسی ترمیم یا اضافہ کی ضرورت ہو تو شوریٰ کی اجتماعیت کے بعد ہی اسے چلایا جائے، فی الوقت اجتماعیت کے متاثر ہونے کی سب سے بڑی وجہ نئی

باتوں اور نئی ترتیبوں کو شوریٰ اور پرانوں کے مشورے اور اعتماد کے بغیر چلانا ہے۔

دین و شریعت کی تشریح اور توضیح سے متعلق یہ جماعت جمہور اہل السنۃ والجماعت کے مسلک کی پابند ہے، قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین، حدیث کی تشریح میں جمہور محدثین اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم سے استنباط اور استخراج میں جمہور فقہاء کی رائے کی تابع ہے، جیسے پرانے تین ادوار میں ہمارے اکابر اس کے پابند تھے، اس لئے کہ اس کے بغیر دین میں تحریف کا دروازہ کھل جائے گا۔

اس کام میں بیانات سے متعلق شروع ہی سے محتاط طریقہ اپنایا گیا ہے، غیر مستند باتوں، اجتہادات اور غلط استدلات سے حد درجہ بچنے کی کوشش کی گئی ہے اسی لئے چھ صفات کے دائرے میں رہ کر بیان کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے، کسی بھی آیت اور حدیث کی تشریح میں وقت کے مستند علماء سے استفادے کا پابند بنایا گیا ہے، تردید، تنقیص، تقابل، عقائد ومسائل اور حالات حاضرہ کے تذکروں سے ہمارے پرانے حضرات بچتے رہے ہیں اور کسی بھی دینی جماعت یا فرد پر تنقید اور تبصرہ سے بچنا اس کام کا اہم اصول ہے، لیکن موجودہ وقت میں بہت سے کام کرنے والے اہم ذمہ داران بیانات میں پرانے دائرے سے باہر نکل رہے ہیں، خصوصاً سیرت صحابہ سے غلط استدلال، دینی جماعتوں کی تنقید و تنقیص کثرت سے سننے میں آرہی ہے، ان باتوں سے بندہ پہلے ہی دن سے راضی نہیں ہے اور متعدد بار اس سلسلہ میں توجہ بھی دلاتا رہا ہے اور اپنے بیانات میں بھی مثبت انداز میں متنبہ کرنے کی کوشش کرتا رہا، لیکن جب معاملہ حد سے تجاوز کر گیا اور میرے بنگلہ والی مسجد کے قیام کا لوگ غلط مطلب لینے لگے کہ بندہ کام کی موجودہ ترتیب اور روش سے راضی ہے، نیز بنگلہ والی مسجد کے موجودہ ماحول کی وجہ سے بندہ سخت گھٹن محسوس کرنے لگا تو کئی دنوں کے استخارے کے بعد بندے نے یہ فیصلہ کیا کہ کام کرنے والوں کے سامنے اپنے موقف کا صاف اظہار کردوں، جب حالات سازگار ہوجائیں گے تو بندہ کو دوبارہ حاضر ہونے میں ادنیٰ تأمل نہیں رہے گا۔ میری گجرات واپسی فریق بن کر نہیں ہوئی ہے، بلکہ کام کی حفاظت اور مداہنت سے بچنے کے لئے ہوئی ہے، مجھے بھی اللہ کے یہاں جواب دینا ہے، اللہ تعالیٰ کام کی اور کام کرنے والوں کی حفاظت فرمائے۔

بندہ ابراہیم دیولہ

مقیم حال، دیولہ ضلع بھروچ (گجرات)

۱۵/ اگست ۲۰۱۲ء بروز دوشنبہ

رائے ونڈ

۱۸/ شوال المکرم ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۳/ جولائی ۲۰۱۶ء

محترمین بندہ جنات مولوی محمد یعقوب صاحب، مولوی محمد ابراہیم صاحب، مولوی احمد لاٹ صاحب، مولوی سعد سلمہ و مولوی زہیر الحسن سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ خیر و عافیت سے ہوں گے اور اجتماعیت کے ساتھ ایک دوسرے کی محبت دل میں رکھتے ہوئے دین کی سربزی اور اعلاء کلمۃ اللہ کی محنت میں شب و روز کوشاں ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ساری دنیا کی ہدایت کا فیصلہ فرمادے آمین، امسال حج کے سفر کے سلسلہ میں کچھ حالات کی بنا پر تینوں ملکوں کا یکجا قیام دشوار ہے اس بنا پر ہمارے ہاں کے ساتھیوں نے باہمی مشورہ واتفاق رائے سے طے کیا ہے کہ جو احباب ہمیں حج پر لے جارہے ہیں یعنی پاکستانی حجاج کو حج پر لے جانے والے ہمارا قیام وطعام منیٰ وعرفات کا قیام سب انہی کے ساتھ ہو، ملکی قوانین کا بھی کچھ یہی تقاضہ ہے اور آپ حضرات کا اپنے ملک والوں کے ساتھ! باقی محنت تمام ملک سے آئے ہوئے حجاج کرام میں سبھی کریں ان کو اپنے پاس بھی بلائیں خود بھی ان کے پاس جائیں اس لئے کہ ہر ہر فرد پر پوری امت کی ذمہ داری ہے اور پوری ہی امت پر ہر ہر فرد کی ذمہ داری ہے، انشاء اللہ طرفین کے لئے اس میں خیر ہوگی۔

احباب کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقط والسلام

بندہ محمد عبدالوہاب عفی عنہ

دعوت کا کام کرنے والے احباب کے نام

نظام الدین میں بندہ تقریباً ۱۵ سال حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے ساتھ رہا ان کے بعد تقریباً ۳۰ سال مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے ساتھ

رہا،تقریباً ۵۰ سال کے اس طویل عرصہ میں ان دونوں حضرات کو قریب سے دیکھنے اور سفر وحضر میں ساتھ رہنے کا موقع اللہ پاک نے نصیب فرمایا، ان دونوں حضرات کی ہدایت، رہبری اور نگرانی میں اس عالی اور مبارک کام کے کرنے کی اللہ رب العزت نے سعادت نصیب فرمائی، اس کی روشنی میں بندہ پوری دیانت داری سے یہ عرض کرتا ہے کہ کام اپنے نہج سے جس پر یہ حضرات ڈال کر گئے تھے، ہٹ چکا ہے اور پٹری سے اتر چکا ہے۔

ہمارے یہ دونوں اگر چہ سب کے نزدیک متفقہ امیر تھے مگر کبھی انہوں نے امارت کا دعویٰ نہیں کیا، کبھی حکم کے انداز سے بات نہیں کی اور کبھی بھی اپنی نہیں چلائی، ہمیشہ اپنے کو مشورہ کے تابع رکھا، آج بات الٹ چکی ہے، امارت کا دعویٰ ہے اور جو نہ مانیں اسے منوانے کی ترکیبیں کی جاتی ہیں جس کے نتیجے میں نظام الدین میں وہ انتشار برپا ہے جو گالی گلوچ اور مار پیٹ کی حد تک پہنچ چکا ہے۔

نظام الدین جو امت کی فکر، اپنی اصلاح اور آخرت بنانے کی جگہ تھی جہاں آکر ہر ایک ان صفات سے متصف ہوتا تھا وہ ماحول مرکز نظام الدین میں ختم ہو کر غیبت سوءظن اوز بہتان طرازی اور کام کو صحیح نہج پر لانے والوں کو زیر کرنے کی ترکیبیں بنانے کا ماحول بن چکا ہے، جس میں آکر آدمی سدھرنے کے بجائے بگاڑ کی طرف جارہا ہے، جس سے کام کی روح نکل گئی ہے، یہ ذہن بنایا جارہا ہے کہ اطاعت کرو تو نجات ہے (چاہے اس کے بعد جو کچھ کرو کوئی حرج نہیں) اور اگر اطاعت نہ کرو، کسی بھی بات سے اختلاف کرو تو نجات نہیں ہوسکتی ہے چاہے کتنے ہی مخلص ہو، کتنی ہی قربانی دو اپنی اصلاح کی فکر کرو، آخرت بنانے کی فکر امور دین اور امت کا غم حاصل ہونے کا جو ماحول نظام الدین میں تھا وہ ختم ہو چکا ہے، اس کی جگہ اپنی چلانا، من مانی دنیا طلبی اور جی حاہی کا ماحول قائم ہو چکا ہے۔ اسی مقصد کے لئے عمومی بیعت کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے اگر چہ حضرت جیؒ کی شوریٰ نے متفقہ طور پر بیعت کرنے سے منع کیا تھا جس کی تحریر حضرت جی کی شوریٰ کے دستخط کے ساتھ موجود ہے۔

نئی نئی باتیں جو پچھلے دنوں حضرات کے دور میں نہیں تھیں وہ بغیر مشورے کے چلائی گئیں ہیں۔

ایک دعوت، تعلیم، استقبال ہے، یہ ایک اصطلاح گڑھی گئی ہے جو ہمارے حضرات کے دور میں نہیں تھی اگر چہ اس کا نام اب بدل کر تعمیر مسجد رکھ دیا گیا ہے مگر کام وہی ہے اس سے روزانہ کی گھر گھر کی محنت اور عمومی گشت کی اہمیت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

دوسرا خواص اور دیگر طبقاتی محنت کو روکنا، حالانکہ یہ کام دونوں حضرات کے دور میں ہوتا رہا خواص اور دیگر طبقات پھر عمومی محنت کے ساتھ جڑ جاتے تھے اور اس طرح اس کا نفع اظہر من الشمس ہے، طبقاتی کام کو روکنے کے لئے اور تعمیر مسجد کے عمل کو نافذ کرنے کے لئے نصوص سے غلط استدلال کیا گیا۔ تیسرے منتخب احادیث ہے کبھی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اشارۃً کنایۃً بھی اس کی تعلیم کا ذکر نہیں کیا، کیا فضائل اعمال کو آہستہ آہستہ ختم کر کے اس کی جگہ پر منتخب احادیث کو لانے کی کوشش ہورہی ہے۔

چوتھے مستورات کے پانچ کام، اس طرح روزانہ نئے نئے شوشے چھوڑ کر کام کرنے والوں کے ذہن الجھائے جاتے ہیں۔

جو ان باتوں کو نہ چلائے اور جن علاقوں میں یہ باتیں نہ چلائی جائیں، یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں نظام الدین کی ترتیب نہیں ہے، حالانکہ یہ صرف ایک فرد مولوی محمد سعد سلمہ کی چلائی ہوئی ترتیبیں ہیں۔

نظام الدین کی ساری مجلسیں انہیں باتوں کی نذر ہو کر رہ گئی ہیں، ایک نیا ایسا عملہ جو ہمارے حضرات کا صحبت یافتہ نہیں ہے، نظام الدین میں قابض ہو چکا ہے، جو آنے والوں کا ذہن روزانہ الجھاتا رہتا ہے کہ صوبہ کے ذمہ داروں کی مت مانوں اس لئے کہ وہ نظام الدین کی ترتیب نہیں چلاتے، جماعتوں کو بھی ہدایت دے کر روانہ کیا جاتا ہے کہ انہیں نئی ترتیبوں کو چلانا ہے، اس لئے روانگی کی ہدایات نظام الدین میں اور اجتماعات میں انہی کی طے کی جاتی ہیں جو ان باتوں کو بیان کریں، اس سے ہر صوبہ میں اختلاف اور دو ذہن بن رہے ہیں، نئے یہ سمجھتے ہیں کہ پرانے ساتھی نظام الدین کی نہیں مانتے اور پرانے احباب اس الجھن میں ہیں کہ یہ نئی نئی باتیں کیسے چلارہے ہیں؟ جو نہ صرف یہ کہ مشورہ سے طے شدہ نہیں ہیں بلکہ ان سے بنیادوں سے ہٹتا ہے اور نہج بدلتا ہے، ہر جگہ اختلاف، انتشار اور خلفشار ہے، آخرت کا فکر، دین کا اور امت کا غم اور اپنی اصلاح اور ترتیب کا پہلو جو اس کام کی روح تھی وہ مفقود ہو گئی ہے۔

مولوی سعد سلمہ اس وقت ایک ایسے عملہ کے گھیرے میں ہیں جس

نے حضرات اکابر کی صحبت نہیں پائی ہے جو اپنے مفاد کے لئے ان کی ہر بات کو سراہتا ہے اور انہیں اس غلط فہمی میں ڈالے ہوئے ہے کہ کام کو جتنا انہوں نے سمجھا ہے اتنا اگلوں میں سے کسی نے سمجھا تھا نہ موجودہ لوگوں میں کوئی سمجھتا ہے، جب اپنی باتوں کو بیان کرتے ہیں تو وہ اس وقت یہ کہتے ہیں کہ میں قرآن وحدیث اور سیرت سے تمہیں سمجھا رہا ہوں اور کام کو قرآن وحدیث اور سیرت پر لانا چاہتا ہوں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے اکابر نے جو کام کیا وہ قرآن وحدیث اور سیرت سے مستنبط نہیں تھا۔

بیانات میں بے دھڑک نکتہ چینی، تنقید، تحقیر، تحکمانہ انداز؟ اجتہاد اور نئی نئی تشریحات یہ سب چیزیں ہمارے اکابر کے نہج کے خلاف ہو رہی ہیں، روزانہ کوئی نہ کوئی نیا شوشہ چھوڑا جاتا ہے، علماء مشائخ حیران اور فکر مند ہیں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اگر یہی رخ رہا تو وہ وقت دور نہیں کہ علماء اس کام کے خلاف ہو جائیں اور امت کا سنجیدہ طبقہ بھی اس کام سے دور ہو جائے گا۔

کام کی اہمیت اور اس کے نہج کی حفاظت کے لئے گزشتہ نومبر ۲۰۱۵ء کو دنیا کے تمام پرانوں کی موجودگی میں حضرت جی کی شوریٰ کی تکمیل کی گئی جس میں خود میں بھی موجود تھا مگر حیرت ہے کہ مولوی سعد سلمہ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور اس انکار کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔

دنیا میں کوئی بھی دینی تعلیمی یا ملی ادارہ، امت کا کوئی اجتماعی کام شوریٰ کی سرپرستی نگرانی اور رہبری کے بغیر نہیں چل سکتا ہے، امت کے اتنے بڑے کام کو کسی ایک فرد کے حوالے سے کر دینا اور اس فرد کا اس عالی کام کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا ایک سنگین اور خطرناک صورت حال ہے، کوئی بھی فرد اپنی فطری کمزوریوں اور نفس کی آلائشوں سے مبرا نہیں ہے۔

(وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ) غالباً اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ آئندہ یہ کام ایک شوریٰ کی نگرانی میں چلے گا۔

(دیکھئے آخری مکتوب مکاتیب مولانا الیاس صاحبؒ، از: مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

میں یہ تحریر عنداللہ مؤلیت اور احتساب کے ڈر سے لکھ رہا ہوں، اللہ رب العزت ہمیں اپنے اکابر کے نہج پر کام کرتے رہنے کی اور نئی نئی باتوں کے داخل کرنے سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

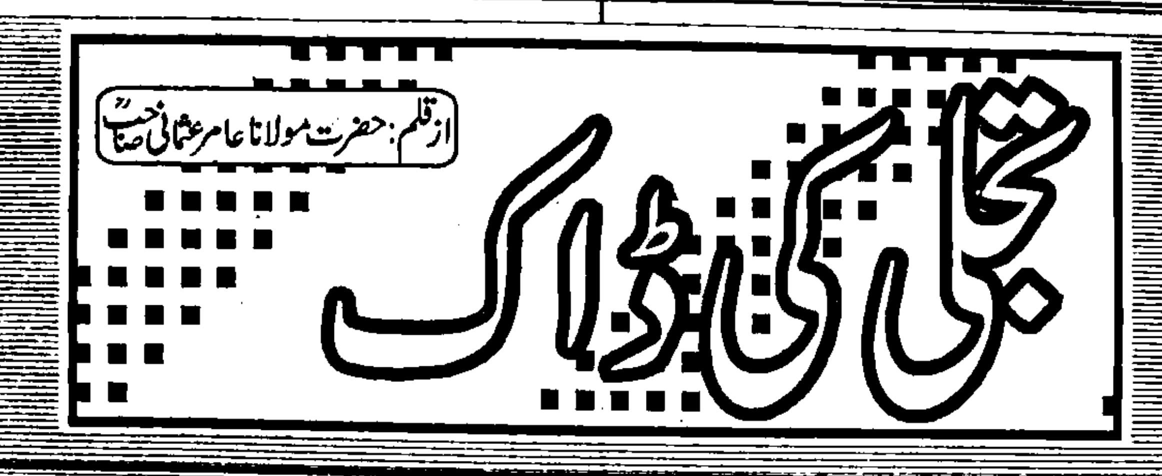
اہل تبلیغ سے مخلصانہ اپیل

عزیز دوستو! دعوت وتبلیغ کا کام جس قدر عظیم ہے اس پر ابتلا بھی اتنی ہی بڑی آئی ہے کہ ہمارا پورا نظام پوری دنیا میں متزلزل ہو کر رہ گیا، ملکوں، علاقوں، شہروں بلکہ محلوں میں بھی ساتھی دو متقابل گروہوں میں بٹ گئے جو کل تک بھائی بھائی بنے ہوئے تھے وہ آج ایک دوسرے کے حریف بن گئے، ہماری جان، مال، وقت اکثر اسی میں لگنے لگا، جب کہ دشمنوں نے جو اختلاف کا بیج بویا ہے اس میں ہمارا کوئی رول نہیں ہے، یہ سب بڑوں سے متعلق ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی جواب دہی انہیں کو کرنا ہوگی اور اس کا حل بھی وہی نکال سکتے ہیں۔

ہم عام لوگوں کا کام اس مشکل حالات میں یہ ہے کہ ہر ایک اپنا محاسبہ کرے کہ کیا اس کے دن رات بزرگوں کے بتائے طریقہ پر گزر رہے ہیں؟ جتنی کوتاہی نظر آئے اس پر استغفار کیا جائے اور آئندہ ذاتی معلومات نمازوں، ذکر، تلاوت دعا کا اہتمام کرتے ہوئے روزانہ دو تعلیم، ہفتہ واری دوگشت، ماہانہ تین دن، سالانہ چلہ یا تین چلے کی پابندی کا خود اپنی ذات سے اہتمام کرتے ہوئے دوسروں کو اس کے لئے تیار کرنے کی محنت کا اہتمام کریں، امت کی بے کسی، بے حسی جس کی وجہ دین سے دوری ہے اس کا درد اپنے اندر پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات کی مقدار بڑھائیں اور اللہ تعالیٰ شانہ جس نے ہمارے بڑوں کے مجاہدے اور گریہ وزاری کو بنیاد بنا کر ظاہرہ حالات کے خلاف محض اپنی قدرت سے اس کام کو ساری دنیا میں جاری فرمایا تھا اور اس میں غیر معمولی تاثیر اور قبولیت پیدا کر دی تھی، اگر ہماری اکثیر اس کام کے تمام اجزا کو پورا کرنے میں مشغول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اپنے اس کام کی تاثیر اور افادیت کو پھر اسی طرح ظاہر فرمائے گا انشاء اللہ۔

☆☆☆☆

☆ پتھری کی صورت میں گردہ مثانہ سے ریت آنے کی حالت میں مولی کا استعمال کیا جاتا ہے، اگر اسے مسلسل استعمال کیا جائے تو پتھری ریزہ ریزہ ہو کر ہمیشہ کے لئے جسم سے خارج ہو جاتی ہے۔



جماعت تبلیغی

سوال از: حافظ علی خان ــــــــ راولپنڈی

(۱) محلہ وبستی میں گشت کر کے لوگوں کو جو مکان میں یا راستہ وغیرہ میں مل جائیں، مسجد میں نماز کے لئے لایا جاتا ہے، چاہے کوئی اپنے کپڑوں اور جسم وغیرہ کے عدم طہارت کی وجہ سے مسجد میں آنے کے ناقابل ہو اور وہ عذر ہی پیش کرے، ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا گیا کہ ایسے لوگوں کو مسجد میں لانے سے کیا فائدہ جو شرائط نماز کے مطابق نہ ہوں تو کہنے لگے کہ ہر شخص کے لئے الگ شرطیں ہیں اور پھر جب مسجد میں آنے لگے گا تو شرطیں بھی پوری ہو جائیں گی۔

مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے وعظ ونصیحت کی جاتی ہے، نماز کے فضائل بتلائے جاتے ہیں اور اس طریق کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام بتلایا جاتا ہے۔

(۲) کہا جاتا ہے کہ ہر شخص پر تبلیغ دین فرض ہے کیوں کہ اب کوئی نبی نہیں آنا، اس لئے نبی کا کام امت پر فرض کر دیا گیا ہے اور اس کام کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی عمر میں چار ماہ اور ایک سال میں ۴۰ یوم، ایک ماہ میں تین یوم اپنا وقت دے اور جماعت کے ساتھ تبلیغ کے لئے نکلے اور اپنا نام لکھاوے اور اس پر بہت زیادہ اصرار کیا جاتا ہے، بار بار ہر شخص سے پوچھا جاتا ہے اور کہتے ہیں جو شخص دین کے لئے نکلتا ہے اس کو ایک ایک قدم پر سات لاکھ نیکی کا ثواب ملتا ہے اور ایک روپیہ خرچ کرنے پر سات لاکھ روپے تک خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس طریقہ کو بھی انبیاء کی سنت بتلایا جاتا ہے۔

تبلیغ دین کے لئے تو کسی کو کوئی انکار یا عذر ہو ہی نہیں سکتا، دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا یہی طریقہ "انبیاء" کا ہے؟ اور اسی طریقہ سے تبلیغ دین ضروری ہے؟ اور جو لوگ تبلیغی جماعت میں شامل نہ ہوں اور باہر نہ جائیں کیا وہ گنہگار ہوں گے؟ کیوں کہ تبلیغی جماعت والے قرآن کریم کی یہ آیت انفروا خِفَافًا وَّثِقَالًا (۱) پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا حکم دیا ہے۔()

آیت مذکورہ جہاد فی القتال کے موقع کے لئے ہے یا کہ اس موقع کے لئے جیسا کہ یہ حضرات بتلاتے ہیں؟

جواب

جماعت تبلیغی کے طریقہ کار کے بارے میں ہماری رائے ڈھکی چھپی نہیں، متعدد بار ارشاداً اور صراحتاً اسے ظاہر کر چکے ہیں، تبلیغ کا یہ طریقہ جس کا آپ نے مختصر ذکر فرمایا اور جو ہمارے بھی علم میں پہلے سے ہے نہ طریق انبیاء ہے نہ اس سے اجتماعی پیمانے پر کسی قابل لحاظ اصلاح کی امید ہے، ہاں کچھ افراد ضرور ایک شغل نیک میں لگ سکتے ہیں۔

آیات وروایات کا بے جا استعمال، یعنی مصداق اور شان نزول سے ہٹا کر اپنے موقف کی تائید میں زبردستی استعمال اتنا زیادہ رواج پا گیا ہے کہ اب جماعت تبلیغی ہی کو کیا الزام دیں؟ پھر اس میں تو غالب اکثریت ہی ان نیک بندوں کی ہے جن کی نیکی علم وعقل کے جھنجھٹ میں پڑتا نہیں جانتی، تب کیسی بحث اور کس کا نقد۔

ویسے آیت انفروا خِفَافًا وَّثِقَالًا کی حقیقت اور مصداق صحیح دیکھنا چاہیں تو "سورۂ توبہ" کسی مترجم قرآن میں پڑھ ڈالے، بلا ادنیٰ تامل پتہ چل جائیگا کہ اسے جماعت تبلیغی کی امن پسندانہ نفیر اور صلح مندانہ

(۱) نکلو اللہ کی راہ میں ہلکے ہو یا بوجھل

قریہ نوردی اور گشت کی دلیل بنا کر پیش کرنا قرآن کے ساتھ ایک جاہلانہ مذاق سے زیادہ کچھ نہیں، نعوذ باللہ من ذلک۔

سوال کے تمام گوشوں کا جواب اسی روشنی میں خود سوچ ڈالئے۔

(تجلی، دیوبند، ستمبر ۱۹۵۹ء)

فضائل ذکر

سوال از: ازابن وکیل ———— اعظم گڑھ

آج کل مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی کتاب "فضائل ذکر" زیر مطالعہ ہے۔ "تبلیغی جماعت" کے تبلیغی نصاب میں اس کتاب کو خاص مقام حاصل ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ خود تبلیغی جماعت نیز تمام مسلمانوں کی دینی تعلیم و تربیت کا کام لیا جاتا ہے، اس کتاب کو پڑھنے سے عام طور پر تاثر یہ بنتا ہے کہ غالباً دین اسلام کی صحیح ترجمانی اس کتاب کے ذریعہ نہیں ہورہی ہے، لیکن شبہے کی بنا پر میں کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا، میں ایک کم علم آدمی ہوں، اس لئے کسی صاحب علم کی طرف رجوع کرنا ضروری معلوم ہوا، اس کتاب میں عجائبات تو بہت ہیں، میں کیا کیا چیزیں نقل کروں، بس چند مثالیں درج کرتا ہوں (اس کے بعد سائل نے متعدد اقتباسات نقل کئے ہیں، جنہیں بہ خوف طوالت حذف کیا جاتا ہے)

جواب

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی بعض کتابیں ہم نے بھی دیکھی ہیں، ان کے علم فضل، زہد و ورع اور تعلق باللہ کے کیا کہنے، وہ سلف صالحین کی یادگار اور اپنے خاص رنگ کے امام ہیں، ہم جیسے بے بضاعتوں کا منصب نہیں کہ ان کے بارے میں زبان نقد دراز کریں۔

لیکن اس فریضہ جواب دہی کی خاطر جسے ہم نے اپنے ذمے لے رکھا ہے، بس اتنا ہی عرض کرسکیں گے کہ ممدوح محترم تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں اور اس جماعت کا طرز فکر، طریق کار اور نصب العین جس نوع کا مزاج و ذہن تیار کرتا ہے اس کے لئے ممدوح کی کتابیں کارآمد اور مؤثر ثابت ہورہی ہیں۔

آپ نے سنا ہوگا محدثین نے ہزاروں نہیں لاکھوں روایات میں فقط چند ہزار روایتیں اپنے مصنفات میں جمع کیں اور باقی کو اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ قابل اعتبار نہیں تھیں، اب اتنا بڑا فالتو ذخیرہ ہوا میں تو تحلیل نہیں ہوسکتا، لامحالہ دوسرے لوگوں نے اپنے اپنے ظرف اور ضرورت کے مطابق اسے استعمال کیا اور مسلمانوں میں صحیح و ثقہ روایات کے ساتھ کمزور اور موضوع روایتیں بھی حدیث کے نام سے خراج قبول حاصل کرتی رہیں، سوچنے کا ڈھنگ بعض اچھے اچھے بزرگوں تک کا یہ بن گیا کہ جس طرح وعظ و پند کے لئے طبع زاد قصے بھی نشر کرنا کچھ بری بات نہیں، اسی طرح ایسی حدیثیں بھی نشر کرنا کچھ بری بات نہیں جو علم و فن کی کسوٹی پر چاہے رانگ ہی رانگ ہوں لیکن سننے والا انہیں سن کر نیکی کی طرف مائل ہوجائے، چنانچہ بے شمار ناقابل اعتماد روایتیں ایسے ہی بزرگوں کی پھیلائی ہوئی ہیں جن کے اخلاص و تقویٰ کی قسم کھائی جاسکتی ہے اور جو واقعتاً اخلاق و عبادات کے زندہ پیکر تھے۔

شیخ الحدیث مدظلہ علم الحدیث کے بھی شناور ہیں، انہیں رجال کے فن اور جرح و تعدیل کی نزاکتوں پر پورا عبور حاصل ہے، اس کے باوجود ان کی تحریروں میں اگر ضعیف، موضوع اور بے بنیاد روایتیں فراوانی کے ساتھ ملتی ہیں تو اس کی وجہ وہی طرز فکر ہے جس کا ہم نے ذکر کیا، وہ دینداری، صالحیت اور خدا پرستی کا جو تصور رکھتے ہیں اس کے لئے ایسی تمام روایات اکسیر سے کم نہیں جن میں کشف و کرامات کے چرچے ہوں، خواب اور کرشمے جلوہ طراز ہوں اور ذکر و شغل کی پرامن راہ سے فردوس کی منزل تک پہنچایا گیا ہو۔

حاصل جواب یہ سمجھئے کہ اسلام کا جو تصور خود آپ کی نگاہ میں صحیح تر ہے، آپ اسی کے مطابق جہد و عمل کئے جائیں، ٹکرانے سے کچھ حاصل نہیں، دلوں میں اگر اخلاص پیدا ہوجائے تو گوناگوں اختلافات کے باوجود ایک مقصد اعلیٰ کے لئے ہم سب کچھ نہ کچھ ضرور کرسکتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

(تجلی، دیوبند، (ڈاک نمبر) نومبر، دسمبر ۱۹۶۳)

تبلیغی جماعت

سوال از: محمد ابراہیم توکلی ———— ظہیر آباد (آندھرا پردیش)

یہ بات بہت ہی پریشان کررہی ہے کہ کیا تبلیغی جماعت ایک گمراہ

کن جماعت ہے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت ایک گمراہ جماعت ہے اور یہ جماعت کچھ دنوں کے بعد ایک مکمل فرقہ کی شکل میں نمودار ہو جائے گی، اس بات کی دلیل میں ان صاحب نے ایک حدیث پیش کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم'' فرماتے ہیں کہ میری امت میں ایک فرقہ ایسا بھی ہوگا جو لمبے لمبے کرتے اور بڑی بڑی داڑھیاں اور ناپ تول کا لباس رکھنے والا ہوگا جو سب ناری ہوں گے۔'' اور وہ کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت وہی فرقہ ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ایسی تبلیغ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کی جاتی تھی اس کے ثبوت میں کوئی حدیث نہیں ہے، لہٰذا یہ تبلیغ بدعت ہے اور حدیث کی رو سے ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام دوزخ ہے اور وہ صاحب کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے افراد قرآن کریم سے افضل ''تبلیغی نصاب'' مرتبہ مولانا زکریا صاحب کو بتاتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔ قرآن سے افضل بھی کوئی کتاب ہو سکتی ہے؟ قرآن تو کجا یہ کتاب ائمہ اربعہ کی مرتب کردہ کتابوں سے بھی افضل نہیں ہو سکتی۔ ''تبلیغی جماعت'' والے درس قرآن نہیں دیتے اور نہ درس حدیث دیتے اور نہ درس مسائل، بس ایک نئی رٹ لگا کر بیٹھتے ہیں مولانا زکریا کی کتاب پر۔ بڑے افسوس کی بات ہے، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجدوں کے اندر مسلمانوں سے وعدے لئے جاتے تھے ایک چلّہ چار مہینے وغیرہ کے لئے اللہ کی راہ میں باہر نکلنا کیا اس کے ثبوت میں کوئی حدیث ہے؟ اگر نہیں تو یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔

اس طرح سے وہ صاحب ''تبلیغی جماعت'' کی متعدد غلطیاں نکال کر بتلاتے ہیں کیا واقعی تبلیغی جماعت میں اس قسم کی غلطیاں ہی ہیں؟ میں تو فیصلہ نہیں کرسکتا کہ تبلیغی جماعت گمراہ کن ہے اور یہ صاحب تبلیغی جماعت کے خلاف لوگوں کو بھٹکا رہے ہیں، کیا ان کا بھٹکانا ٹھیک ہے یا گناہ؟

جواب

بعض لوگوں کے دماغ کی ساخت ہی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ فضول گوئی کے بغیر انہیں زندگی کا لطف ہی نہیں آتا، جن صاحب کا آپ نے ذکر کیا وہ بھی ایسی ہی مخلوق معلوم ہوتے ہیں۔

''جماعت تبلیغی'' جو کام کر رہی ہے وہ دین وملت ہی کا کام ہے جو مقصد اس کے پیش نظر ہے وہ بھی پاکیزہ ہی ہے، یہ تو ممکن ہے کہ ہمیں یا بعض اور لوگوں کو اس کے طریق کار یا بعض مشاغل سے اختلاف ہو لیکن اسے گمراہ یا گمراہ کن کہنا اور ہولناک حدیثوں کو اس پر چسپاں کرنا کسی خدا ترس اور سلیم العقل آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔

یہ درست ہے کہ اپنی چند جماعتی کتابوں کے بارے میں اس جماعت کے اکثر وبیشتر افراد کا انداز فکر اور تصور غلو آمیز ہے، لیکن یہ درست نہیں کہ اس غلو کا مطلب قرآن وحدیث سے بیزاری ہے، رہا ''چلے'' کا معاملہ تو اگرچہ ہم اس سے پوری طرح متفق نہیں ہیں لیکن اسے بدعت کہنا بھی غلط سمجھتے ہیں۔

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ تبلیغی جماعت نہ گمراہ ہے نہ گمراہ کن، اس کی بعض خامیاں لازمی نتیجہ ہیں مسلمانوں کی عام جہالت کا اور بعض خامیاں ثمرہ ہیں ان فکری لغزشوں کا جن سے ہم اور آپ اور کوئی بھی جماعت بالاتر نہیں ہے، ہمیں چاہئے کہ اگر تبلیغی جماعت کا طریق کار ہمیں پسند نہیں ہے تو اس سے تعاون نہ کریں اور جس جماعت کو پسند کرتے ہوں اس سے تعاون کریں یا پھر اپنے ہی طور پر دین وملت کی کوئی خدمت انجام دیں، دین وملت کی نہ سہی اپنی ہی ذات کی خیر خبر لیں، اپنے ہی اعمال وعقائد کی اصلاح کریں، اپنی ہی خامیوں سے کشتی لڑیں، یہ بات بے ہودگی کی حد تک غلط ہے کہ بیٹھے بٹھائے ایک ایسی جماعت کو جہنمی قرار دینے کی ناپاک کوشش میں لگ جائیں جو اپنی سمجھ کے مطابق مسلمانوں کی اصلاح میں سرگرم اور منہمک ہے، ہم سب کو دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ ''جماعت تبلیغی'' کے طریق کار اور فکر وعقیدے میں اگر کچھ خامیاں ہیں تو ان کو دور فرما، ان کے خراب نتائج سے دین وملت کو محفوظ رکھ اور جو خوبیاں اس جماعت کے کام میں ہیں ان کا زیادہ سے زیادہ نفع دین وملت کو پہنچا۔

(تجلی، دیوبند، جنوری، فروری ۱۹۶۸ء)

درود اور چلّے!

سوال از: سید خادم علی ——— آکوٹ

گزارش خدمت میں یہ ہے کہ پچھلے دنوں یہاں ایک ''تبلیغی جماعت'' آئی ہوئی تھی، اس کی امارت ایک مفتی صاحب کر رہے تھے،

بیان کے بعد جماعت کی تشکیل کی گئی، مفتی صاحب نے ایک شخص سے کہا کہ آپ بھی کچھ دنوں کے لئے چلئے، انہوں نے صاف جواب دیدیا کہ میں نہیں چل سکتا، ان کے اس جواب پر مفتی صاحب نے کہا۔

''خدا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔''

کیا یہ جملہ کسی مسلمان کے لئے جماعت کے ساتھ نہ چلنے پر استعمال کیا جاسکتا ہے؟

اس کے بعد مفتی صاحب نے دعا کی، دعا میں ساتھ نہ دینے والوں کے لئے بددعا کی۔

جب ان سے کہا گیا کہ آپ مسلمانوں کے لئے بددعا نہیں کرسکتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کافروں کے لئے بھی بددعا نہیں کی۔

تو مفتی صاحب نے یہ جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی ہے۔ ''جب میرا نام آئے اور کوئی مسلمان مجھ پر درود وسلام'' نہ بھیجے وہ ہلاک ہو'' کیا یہ بددعا نہیں؟ یہ بددعا کافر کے لئے نہیں مسلمانوں کے لئے ہے اس لئے ہم برابر بددعا کریں گے۔''

مزید فرمایا:

''ہم آپ سے زیادہ جانتے ہیں، یہ بھی جانتے ہیں کہ غلط بددعا کی گئی تو وہی بددعا اسی پر لوٹ آتی ہے۔''

مفتی صاحب کے اس طرز عمل پر تبصرہ ''تجلی'' میں فرما کر عام لوگوں کو آگاہ کریں۔

جواب

آپ جانتے ہی ہوں گے نادان دوست سے دانا دشمن بہتر سمجھا گیا ہے، یہ تبلیغی جماعت والے بلاشبہ خدمت دین ہی کی نیت رکھتے ہیں اور قصد ونیت کی حد تک مسلمانوں کے دوست بھی ہیں لیکن ان کی نادانیاں بہتیرے مواقع پر دین وملت کے حق میں بے حد مضر ثابت ہوتی ہیں۔

یہ جن مفتی صاحب کا آپ نے ذکر کیا بے چارے کم عقل بھی معلوم ہوتے ہیں اور جاہل بھی، پھر جہل جب جہل مرکب کی نوعیت کا ہو تو اسے کریلا اور نیم چڑھا کہا جاتا ہے۔

تبلیغی جماعت کے ''گشت'' یا ''چلے'' میں نکلنا فی نفسہ خواہ کوئی افادیت رکھتا ہو یا مضرت، لیکن اسے ''ہدایت'' سے تعبیر کرنا اور نہ نکلنے والوں کو ''گمراہ'' سمجھنا سادہ لوحی کی وہ شاندار قسم ہے جس کی داد شاید اطفال مکتب بھی نہ دے سکیں۔

رہا بددعا کے سلسلہ میں ان کا ارشاد، تو خدا انہیں معاف کرے۔ انہوں نے ختمی مرتبت صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان گھڑا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ گھڑا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، یہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ اور دوسروں کو گمراہ سمجھنے والے مفتی صاحب ثابت نہیں کرسکتے ہیں کہ جس بددعا کی نسبت انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے وہ کسی معتبر روایت سے ثابت ہو۔

روایت کی بحث بھی ہم کریں، سامنے کی بات یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وعادت سے واقفیت رکھنے والا کوئی بھی مسلمان خواہ وہ حدیث وقرآن کا عالم نہ ہو، صرف عقل ووجدان ہی سے اس یقین واذعان تک پہنچ سکتا ہے کہ پتھر مارنے والے کفار اور گالیاں دینے والے مشرکین تک کے لئے ہدایت ہی کی دعا کرنے والا رحمت ورافت کا مجسمہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شفقت ودرگزر کا پیکر کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ پر مسلمانوں کو بددعا اور وہ بھی ہلاکت کی بددعا ہرگز نہیں دے سکتا، ایسی غلط بات وہی سوچ سکتا ہے جس کے دماغ کا گودا خشک ہوگیا ہو۔

روایات کا معاملہ یہ ہے کہ درود کی فضیلت کے سلسلہ میں بہتیری روایتیں آئی ہیں، ان میں جو روایات تارکین درود کی مذمت میں آئی ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے:

البخیل الذی من ذکرت عندہ فلم یصلی علی.

(ترمذی واحد)

بڑا بخیل ہے وہ آدمی جس کے آگے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ دوسری یہ ہے:

رغم انف رجل ذکر عندہ فلم یصل علی.

خاک آلود ہو ''ناک'' اس شخص کی جس کے سامنے میرا تذکرہ آیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مذکورہ مفتی صاحب نے ''رغم انف'' ہی کا

مطلب دعائے ہلاکت سمجھا ہے یا کسی جاہل استاد نے انہیں ایسا سمجھایا ہے۔ اسی روایت کے حوالے سے ایک بریلوی مکتبہ فکر کے بزرگوار نے بھی کسی وعظ میں یہ گل افشانی فرمائی کہ دیوبندی لوگ کافر وزندیق ہیں، کیوں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجتے، اس کا حال ایک اور سالنامے میں ہمیں لکھا گیا ہے۔

دیوبندیوں پر درود نہ بھیجنے کا الزام جیسا کچھ سفید جھوٹ ہے اس پر تو بحث کیا کیجئے، دیوبندی حضرات اس شخص کو تارک واجب اور نہایت بدنصیب خیال کرتے ہیں جو ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کی بھی توفیق نہ پائے، ہاں وہ یہ ضروری نہیں سمجھتے کہ آدمی نمائش بھی کرے اور شور بھی مچائے۔

تھوڑی تحقیق ہم "رغم انف" کی پیش کرنا چاہتے ہیں تا کہ جو لوگ ازارہ بے علمی اس محاوراتی لفظ سے کفر وزندقہ یا دعائے ہلاکت کھود لاتے ہیں، ان کی بے بصیرتی کا حدود اربعہ واضح ہو جائے، اس تحقیق سے ان بریلوی واعظ صاحب کی لاطائل منطق کا جواب بھی ہو جائے گا جسے ایک صاحب نے اپنے سوال میں نقل کیا ہے۔

رغم کے لغوی معنی ہیں: ذلیل ہونا، خفا ہونا، زبردستی کرنا، خلاف مرضی کام کرنا، مجبوراً تابعداری کرنا، ناپسندیدہ سمجھنا، اسے جب باب افعال (ارغام) میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اشتعال دلانا، ذلیل کرنا، مفہوم کے تھوڑے تھوڑے فرق سے یہ بات تفعل (ترغم) اور باب مفاعلہ (مراغمۃ) میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

یہ تو ہوئے اس خاص لفظ کے معنی اور جب اسے انف (ناک) کے ساتھ ملا کر بولا جاتا ہے تو مفہوم کوئی نیا پیدا نہیں ہوتا، بلکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ جس شخص کی طرف "انف" کی اضافت کی گئی ہے اسے فلاں کام، فلاں حکم، فلاں واقعہ پسند نہیں آیا، مثال کے طور پر ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر قائم رہتے ہوئے اس کی موت آ گئی، وہ آخر کار جنت میں داخل ہوگا، اس پر حضرت ابوذر صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! چاہے وہ شخص زانی اور سارق ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں چاہے زانی اور سارق ہو، ابوذرؓ نے دوبارہ تعجب کے ساتھ یہی سوال دہرایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا اور اب کی ان الفاظ کا بھی اضافہ فرمایا۔ علی رغم انف ابی ذر ۔یعنی خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھنے والا اگرچہ "زناکار" یا "چور" ہی کیوں نہ ہو بالآخر جنت میں داخل کیا جائے گا، خواہ ابوذر کو یہ بات کتنی ہی ناپسند ہو۔ (بخاری ومسلم)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار یہ بھی فرمایا وان رغم انف ابی الدرداء (اگرچہ ابی درداءؓ کی ناک خاک آلودہ ہو یعنی وہ یہ بات پسند نہ کرے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد رغم انفی لامر اللہ (مری ناک اللہ کے حکم پر خاک آلود ہوئی، یعنی میں نے اس کی اطاعت کی، حکم بجالایا)

ایک حدیث میں ہے السقط یراغم ربہ (ننھا بچہ اپنے رب سے بحث کرے گا کہ میرے والدین کو بخشا کیوں نہیں جاتا)

ایک حدیث میں ہے۔ بعث مرغمۃ (میں اہل کفر وشرک کو ذلیل کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہوں)

سجود کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کانتا ترغیماً للشیطان (یہ دونوں سجدے شیطان کو نادم وذلیل کرنے والے ہیں) محاورتاً بھی بولتے ہیں۔ رغم اللہ بانفک (خدا تجھے ذلیل ورسوا کرے) ارغام مٹی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے فاصلح رغامہا (وہاں کی مٹی ٹھیک ٹھاک کی)

ان چند مثالوں سے واضح ہوا کہ نہ تو کسی تبلیغی مجاہد کے لئے رغم انف کے الفاظ سے دعائے ہلاکت نکالنے کی ادنیٰ گنجائش ہے نہ کسی بریلوی عالم کے لئے اس سے کفر وزندقہ پیدا کرنے کا امکان ہے، خود اسی حدیث میں جس کا ٹکڑا ہم نے نقل کیا آگے ہے۔

رغم انف رجل دخل علیہ رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر لہ ورغم انف رجل ادرک عندہ ابواہ الکبرا واحدہما فلم یدخلاہ الجنۃ (ترمذی)

خاک آلود ہو "ناک" اس شخص کی جس پر رمضان آیا اور اس سے پہلے گزر گیا کہ اس کی بخشش ہو گئی ہو اور خاک آلود ہو "ناک" اس شخص کی اس نے بوڑھے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور یہ اسے بخشوانے کا ذریعہ نہ بن سکے۔

اب ہمیں کوئی بتائے کہ وہ لوگ جہلاء وسفہاء کے سوا کیا کہلائیں گے

جو اس روایت سے دعائے ہلاکت یا کفر وضلالت کے معنی پیدا کرتے ہیں، بریلوی واعظ صاحب نے تو متعین طور پر ہی لفظ "رغم انف" کا حوالہ دے کر خانہ زاد علم وتحقیق کے موتی بکھیرے لیکن مذکورہ تبلیغی مفتی صاحب نے کسی روایت کا حوالہ نہیں دیا اگر وہ اس روایت کے علاوہ کوئی دوسری روایت اپنی جھولی میں ایسی رکھتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے ہلاکت والے دعوتے کا ثبوت بن سکے تو اسے ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تبلیغی جماعت کے حلقوں میں ضعیف روایات کا بہت رواج ہے، ہوسکتا ہے ایسی بھی کوئی گری پڑی روایت ان کے ہاتھ لگ ہی گئی ہو جس میں کسی غیر ذمہ دار روای نے دعائے ہلاکت کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی ہو، یہ ہمارے علم میں لائی جائے تب، ہم بتائیں گے کہ اس کا علمی وفنی پایہ کیا ہے؟

یہ تو تھی لسانی ولغوی تحقیق، اب ایک اور طرح غور کیجئے، مفروضے کے طور پر ایک منٹ کو مانے ہی لیتے ہیں کہ "تارک درود" کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے ہلاکت فرمادی ہو، گو یہ ایک منٹ بھی قلب وذہن کے لئے قیامت سے کم نہ ہوگا، کہاں وہ پیکر علم ورافت، وہ کوہ صبر وتحمل، وہ ماں باپ سے بڑھ کر امت کے لئے شفیق وغمخوار اور کہاں ایک مسلمان کے لئے فقط ایک واجب کے ترک پر دعائے ہلاکت مگر افہام وتفہیم کا ایک طرز یہ بھی ہے۔ تسلیم کرلیا کہ ترک درود پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت کی بددعا دی، مگر یہ تو پوری امت کے متفق علیہ عقیدے کا معاملہ ہوا، یعنی تمام امت اس پر متفق ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف آئے تو جہراً یا سرّاً صلی اللہ علیہ وسلم کہنا واجب ہے، اس کے برخلاف تبلیغی جماعت کے "مصطلحہ چلّے" پر نکلنا بھی کیا ایسا ہی متفق علیہ واجب ہے؟ ہوسکتا ہے خود تبلیغی جماعت کے فقہاء نے اسے اصلاحی واجب یا فرض یا اس سے بھی بڑھ کر کچھ قرار دے لیا ہو، لیکن دنیا بھر کے علماء وفقہاء تو اسے واجب ماننے کو تیار نہیں، واجب تو درکنار اس کا استحباب بھی متفق علیہ نہیں۔ "استحباب" ہی کیا بہتیرے علماء وافاضل تو اسے کارلاحاصل کہتے ہیں اور بعض اسے مفید کے بجائے مضر سمجھتے ہیں، یہاں خود ہماری رائے سے بحث نہیں، دیکھنا فقط اس امر کا واقعہ ہے کہ مفتی مذکور "چلّہ" دینے سے انکار کو ترک درود پر کیسے قیاس کررہے ہیں۔ "درود" واجب غیر مختلف فیہ "چلّہ" نہ واجب نہ مسنون نہ بالاتفاق مستحب۔ "درود وسلام" کے چند الفاظ ادا کرنے میں نہ وقت خرچ ہوتا ہے، نہ پیسہ، نہ محنت، لہٰذا جو مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر درود وسلام کی توفیق بھی نہ پاسکے، اس کا بخیل اور ناکارہ ہونا ظاہر و باہر، مگر تبلیغی چلّوں پر نکلنے کے لئے تو وقت بھی چاہئے، خرچ بھی اور جسمانی مشقت بھی، اس نوع کی عملی اور ذہنی رکاوٹیں کسی بھی شخص کو درپیش ہوسکتی ہیں، کوئی ہی ہوگا جو ایسے معاملے میں دعائے توفیق کے عوض بددعائے ہلاکت کی جسارت کرے گا۔

ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمہ نے کہا تھا:

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
فقیہ وصوفی وملا کی ناخوش اندیشی

مگر اب یہ نئی قسم کی تبلیغی مجاہدوں کی نکلی ہے، دیکھئے یہ علم ومعرفت کے کیسے کیسے گل کھلائے!

(تجلی دیوبند، اپریل ۱۹۶۹ء)

تبلیغی جماعت کا طریق کار

سوال از: زبیر ہدایت اللہ خاں ـــــــــ حیدرآباد

(۱) "حیدرآباد" میں معظم پورہ کی مسجد میں ہمیشہ ہر اتوار کو تبلیغی جماعت کا اجتماع ہوتا ہے، دور دور سے لوگ آتے ہیں اور یہاں سے بھی لوگ جاتے ہیں، کون کتنے "چلّے" اور کہاں کے "چلّے" دیں گے، نام نوٹ کرلیئے جاتے ہیں اور جب یہ حضرات روانگی کے لئے تیار ہوجاتے ہیں اس وقت اگر فرض نماز کی جماعت تیار ہے اور امام صاحب نماز کے لئے کھڑے بھی ہوں گے تو فرض نماز کو اور جماعت تک کو بالائے طاق رکھ کر نکل جاتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

(۲) عموماً یہ حضرات دوروں پر یعنی چلّوں کے لئے نکلتے ہیں تو بیوی بچوں کے کھانے پینے کا انتظام بھی نہیں کرتے، اگر بعض حضرات کرتے بھی ہیں تو اس قدر کم کہ ان کی واپسی تک کے لئے کفایت نہیں کرتا، جس کی وجہ سے بیوی بچے تکلیف برداشت کرتے ہیں، اپنی اس بے پروائی کا قصور بیویوں پر ڈال کر جھگڑے فساد پیدا کرتے ہیں اور بعض اوقات "طلاق" اور "خلع" کی نوبت تک لاتے ہیں، اسی محلے میں اس قسم کے دو تین مقدمات "طلاق" کی نوبت پر زیر تصفیہ ہیں، اس خصوص

میں اگر جماعت والوں سے افہام وتفہیم کے لئے کہا جائے تو جواب دیتے ہیں کہ بھائی ان کا یہ خانگی معاملہ ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

(۳) یہ کہ انہیں کے جماعت کے والے اگر ملیں تو فراخ دلی سے معانقہ کرتے ہیں اور گلے مل لیتے ہیں اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے ہیں، اگر کوئی دوسرا مسلمان خواہ وہ پابند صوم وصلوٰۃ ہی کیوں نہ ہو اس سے سلام کلام میں بار محسوس کرتے ہیں۔

(۴) عام مسلمانوں کو صرف وہ بھی مخصوص طریقے پر ''چلے'' اور ''دوروں'' کی ترغیب دیتے ہیں، قوم کی، پڑوس اور عزیزوں کی مدد کرنے، مظلوموں کی اعانت کرنے، واجب الرحم لوگوں کی خبر گیری کو بھی عار سمجھتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ یہ سیاست ہے اس سے ہم کو کوئی واسطہ نہیں ہے، ان کی اس جزوی تحریک اور واضح غفلت سے قوم کو کیا سبق مل سکتا ہے اور کیا رہبری ہو سکتی ہے، مجھے اس تحریک سے انتہا درجہ ہمدردی ہے اور میں شریک ہونا چاہتا ہوں لیکن عوام کو نماز کی طرف مائل کرنے کی جس قدر خوشی ہوتی ہے، اسلام کے پورے تقاضوں کی عدم تکمیل اور ان کی طرف سے بے توجہی دیکھ کر اسی قدر مایوسی بھی ہوتی ہے، اسی لئے مایوس ہونا پڑتا ہے۔

(۵) قوم کا لاکھوں روپیہ ان کے دوروں اور چلوں پر ضائع ہوتا ہے، کیا یہ مصرف صحیح ہے، باوجود اس قدر صرف کے مکمل اسلامی طریقے کیا پورے ہو سکتے ہیں؟

(۶) کیا اسلام صرف ''رہبانیت'' کی تعلیم دیتا ہے اور فرائض اور ذمہ داریوں سے غفلت برتنا سکھاتا ہے؟ اور مولانا الیاسؒ بانی جماعت کے کیا یہی اغراض ومقاصد تھے کہ صرف ''دوروں'' اور ''چلوں'' پر جانا باقی کچھ نہیں۔

(۷) تبلیغ اور سیاست کے لغوی معنی کیا ہیں؟

جواب

(۱) ہم یقین نہیں کر سکتے کہ ایسا ہوتا ہو اگر کبھی ہوا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ حضرات پہلے ہی اپنی نماز ادا کر چکے ہوں گے، یہ کیسے ممکن ہے کہ جماعت تو سامنے ہو رہی ہو اور تبلیغی حضرات اس میں شرکت نہ کریں، ہمارا خیال ہے آپ کو مغالطہ ہوا۔

(۲) اس شکایت میں کچھ نہ کچھ واقعیت ہے، ہمارا خیال ہے کہ زیر کفالت افراد کی روزی کا مناسب انتظام کئے بغیر کسی کو بھی ''چلے'' پر نہیں نکلنا چاہئے، وہ زمانہ گیا جب صالحین کے اہل وعیال بھی کسی نہ کسی درجے میں صالحیت کے قدردان اور اوصاف حمیدہ سے متصف تھے، اب تو معاملہ الٹ گیا ہے، لہٰذا یہ بات قابل اعتراض ہی ٹھہرے گی کہ انہیں بے آسرا چھوڑ کر ''چلے'' کی راہ میں قدم زنی کی جائے۔

(۳) اس الزام کی حقیقت ہمیں نہیں معلوم اگر ایسا ہے تو بہت برا ہے۔

(۴) یہ بھی بہت برا ہے، بشرطیکہ سچ ہو۔

(۵) یہ اعتراض خواہ مخواہ کا ہے، قوم جس چڑیا کا نام ہے وہ کب جماعت تبلیغی پر خزانے لٹا رہی ہیں، یہ لوگ اپنا خرچ کر کے سفر میں جاتے ہیں، اپنا ہی کھاتے ہیں، کسی پر بار نہیں بنتے، پھر قوم یہاں کہاں سے آئی، قوم کی دولت وہ کہلاتی ہے جو افراد واشخاص کی ذاتی ملکیت میں نہ ہو بلکہ ساری قوم کا اس پر یکساں حق ہو، جیسے ہمارا قومی خزانہ یا جیسے لال قلعہ، تاج محل، قطب مینار وغیرہ۔ ہم اور آپ ہر روز پان سگریٹ، چائے، لیمن، کھیل تفریح میں بے شمار پیسہ خرچ کرتے ہیں، ظاہر ہے یہ قوم کا پیسہ ضائع کیا جا رہا ہے، اب اگر تبلیغی جماعت والے اپنے تبلیغی اسفار میں جنہیں اصطلاحاً ''چلہ'' کہا جاتا ہے خود اپنی جیب کا پیسہ خرچ کرتے ہیں تو قومی دولت کا اس سے کیا واسطہ؟

رہا ضائع ہونے کا مسئلہ تو حق یہ ہے کہ چاہے آپ کو اور ہمیں چلوں وغیرہ سے نظریاتی اختلاف ہی کیوں نہ ہو مگر خرچ کا یہ مصرف چائے، پان، سگریٹ، حقہ، سیر وتفریح، کھیل تماشے کے مصارف سے بہر حال بہتر ہے اور عین ممکن ہے کہ آخرت میں اس کا اجر بھی کچھ ملے، آپ سوچئے کہ تنہا چائے، پان میں ہر مہینے پوری قوم جتنی دولت صرف کرتی ہے وہ بالیقین اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی یہ بے چارے تبلیغی جماعت والے اپنے ''چلوں'' میں خرچ کرتے ہیں، ان پر اعتراض سے پہلے قرآن کی یہ آیت ضرور تازہ کر لیجئے۔ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی. (کسی قوم کی دشمنی میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، انصاف کرو کہ وہی تقویٰ سے قریب تر ہے)

(۶) یہ ایک لمبی بحث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت

کے مجموعی طریق کار سے خود ہمیں بھی کامل اتفاق نہیں لیکن اتفاق نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ بات کا بتنگڑ بنایا جائے۔ انہیں اپنا کام کرنے دیجئے اور دعا کیجئے کہ ان کے کام میں عنداللہ جو نقائص ہوں وہ دور ہوجائیں اور دین وملت کو ان سے بیش از بیش فائدہ پہنچے۔

(۷) تبلیغ اور سیاست کے لغوی معنی جو کچھ بھی ہوں آج کی صحبت میں اس پر گفتگو کیا ضروری ہے؟ وہ لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ابلاغ وتبلیغ بات پہنچانے کے لئے بولا جاتا ہے اور سیاست تدبیر کو کہتے ہیں، باقی پھر کبھی۔ (تجلی، دیوبند، جولائی ۱۹۶۹ء)

تبلیغی جماعت کے سات چلّے

سوال از: محمد حارث ——— دہلی نمبر ۶

جناب والا سے یہ امر قابل استفسار ہے کہ "میوات" میں ایک تبلیغی اجتماع ہوا جس میں بہت سے لوگ شریک تھے، جب نماز کا وقت آیا تو اعلان ہوا کہ اس مجمع کی امامت وہ کرے گا جو "سات چلّے" دیئے ہوئے ہو، اس مجمع میں چھ سات عالم بھی تھے مگر وہ اس شرط پر پورے نہ اترتے تھے اس لئے ایک عام آدمی نے امامت کی جو "چلّہ" دیئے ہوئے تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہی شخص امامت کا واقعی مستحق تھا یا یہ کہ ان علماء میں سے کوئی، امید کہ تفصیلی جواب سے نوازیں گے۔

جواب

"تبلیغی جماعت" کا ایک خاص مزاج اور طرز فکر ہے، آپ کہاں تک اس کی خصوصیات پر استفسارات کرتے پھریں گے۔

جس طرح خام کار صوفیوں نے اصل مقصد کو طاق نسیاں میں رکھ کر صرف وسائل ووسائط کو سب کچھ سمجھ لیا اور اشغال واعمال کی ظاہری شکل وصورت کو روح عمل پر فوقیت دیدی، اسی طرح "تبلیغی جماعت" بھی کتنے ہی امور میں مغز کو چھوڑ کر چھلکوں کی تجارت کررہی ہے، ان حضرات کا اخلاص اپنی جگہ مسلم مگر اخلاص جب تک علم وتحقیق اور عقل سلیم سے ہم آہنگ نہ ہو اس سے ہرگز صحیح نتائج واثرات برآمد نہیں ہوسکتے۔

امامت کے لئے کون زیادہ موزوں ہے اس کی تمام تفصیلات فقہائے کرام بتا چکے ہیں جو کتابوں میں محفوظ ہیں، مسلمانوں کی کوئی بھی جماعت ہو اسے کم سے کم عبادت کے معاملے میں فقہاء کی تصریحات وتفریعات کو مشعل راہ بنانا چاہئے، یہ سات چلّوں کی بات کج فکری کا شاخسانہ ہے۔ (تجلی، دیوبند، اکتوبر، نومبر ۱۹۷۲ء)

چلّہ لگانا بہت ضروری ہے

سوال از: نذیر احمد ——— بوپوڑی

ہمارے یہاں ایک صاحب "پونہ" سے آتے ہیں جو مقامی اردو اسکول میں ہیڈ ماسٹر اور "تبلیغی جماعت" کے امیر ہیں، یہ صاحب ہر جمعرات کو محلوں میں گشت کرکے بعد نماز مغرب لوگوں کا اجتماع کراتے ہیں جس میں گشت وچلّوں کی فضیلت بیان کرکے لوگوں کو "پونہ" کی ایک مسجد میں جہاں ہر سنیچر کو "تبلیغی جماعت" کا بڑا اجتماع ہوتا ہے اور جہاں سے چلّوں میں جماعتیں روانہ کی جاتی ہیں، آنے کی دعوت دیتے ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد یہاں ایک دوسرے صاحب آئے جو شرک وبدعت سے سخت نفرت کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی حتی الامکان بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے یہاں ایک دینی مدرسہ جاری کردیا ہے جہاں روزانہ مغرب سے عشاء تک بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں اور بعد نماز عشاء ڈیڑھ گھنٹہ بڑوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم اور طہارت ونماز کے مسائل کا درس دیتے ہیں، اللہ کے فضل سے لوگوں میں بھی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوگیا اور کام زوروں پر چل پڑا۔

اول الذکر صاحب ان صاحب کو بھی بار بار چلّہ لگوانے کی دعوت دیا کرتے تھے، ایک روز ان امیر صاحب نے ان صاحب سے سخت اصرار کیا اور نہایت تحکمانہ انداز میں کہا کہ آپ کو بھی سنیچر کے اجتماع میں شریک ہوکر "چلّہ" لگوانا چاہئے، جب تک آپ جماعت میں "چلّہ" نہیں لگواؤ گے درس وتدریس میں جان نہیں آئے گی۔ آپ اس گاؤں میں بہ حیثیت انجن ہو، آپ کی وجہ سے لوگ جماعتوں میں نہیں نکل رہے ہیں، آپ لوگوں کی گمراہی کا باعث بنے ہوئے ہو، انجن ہی پٹری سے باہر رہا تو ڈبے دین کی پٹری پر کیسے قائم رہ سکتے ہیں۔

جس پر انہوں نے جواب دیا کہ دیکھئے امیر صاحب میں کسی شخص کو نہیں روکتا، آپ اپنی کوشش جاری رکھئے مجھے اپنا کام کرنے دیجئے، ہر شخص کو قبر میں اپنا اپنا حساب دینا ہے، اللہ کی توفیق سے میں جو کچھ ٹوٹا پھوٹا کام کررہا ہوں وہ صحیح ہے یا غلط اس کا جواب مجھے ہی دینا ہے، لہٰذا

میں یہ کام ترک کر کے آپ کی دعوت قبول کرنے سے مجبور ہوں، جس پر امیر صاحب سخت برہم ہوئے، کہنے لگے تمہیں جماعت میں آنا پڑے گا ضرور آنا پڑے گا اور اگر نہیں آؤ گے تو اللہ تمہیں دین سے ہٹادے گا، مولانا یوسف اور حضرت جی کی بددعا ہے کہ "تبلیغی جماعت" کا کام سمجھ کر جو شخص جماعت میں آنے سے انکار کرے اللہ اسے دین سے ہٹادے گا۔

یہ بددعا دے کر وہ نہایت غیظ وغضب میں وہاں سے نکل گئے۔

دوسرے روز گاؤں میں یہ خبر پھیل گئی کہ مدرسہ چلانے والے صاحب "جماعت اسلامی" کے آدمی ہیں اور انہیں ہر ماہ "جماعت اسلامی" کی جانب سے برابر تنخواہ ملتی رہتی ہے، دین کے نام پر یہ صاحب لوگوں میں گمراہی پھیلا رہے ہیں، مقامی مولویوں سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تو وہ بھی "جماعت اسلامی" کا نام سن کر چونک پڑے اور انہوں نے بھی یہ مشورہ دیا کہ "چلّہ" لگانا بہت ضروری ہے۔

اب ہم گاؤں والے بڑے شش وپنج میں پڑے ہوئے ہیں کہ کیا کریں؟ بہتیرے لوگ مدرسہ میں بچوں کو بھیجنے سے ہچکچا رہے ہیں اور خود بھی درس میں شامل ہونے سے پرہیز کر رہے ہیں، آپ کی خدمت میں التجا ہے کہ براہ کرم ہم انجانوں کی رہنمائی فرمائیں اور "تجلی" کی قریبی اشاعت میں مندرجہ ذیل سوالات کے نمبردار جوابات عنایت فرمائیں تاکہ ہم دین کی صحیح حقیقت سے واقف ہو کر کسی ایک راستے پر گامزن ہوسکیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آمین۔

سوال نمبر ایک: کیا واقعی "جماعت اسلامی" نے تنخواہ پر ایسے اشخاص مقرر کئے ہیں جو لوگوں میں گمراہی پھیلا دیں؟

سوال نمبر۲: کیا چلّہ لگانا واقعی دین کا اتنا اہم فریضہ ہے کہ جس کے بغیر دین کی تکمیل ہی نہ ہو؟

سوال نمبر۳: ایک مسلمان کو دین سے ہٹانے کی بددعا دینا ازروئے شرع کیسا ہے؟

سوال نمبر۴: بعد نماز مغرب مسجد میں اسی جگہ جہاں نماز ادا کی جاتی ہے، حلقہ بنا کر بلاناغہ روزانہ پابندی سے "تبلیغی نصاب" پڑھنا کیسا ہے؟

ایک روز گاؤں میں ایک میت ہوگئی تھی اس کے کفن ودفن کے سلسلہ میں کچھ لوگوں نے حلقے میں سے اٹھنا چاہا تو مذکورہ امیر صاحب نے یہ کہہ کر روک دیا کہ نصاب کی تعلیم سے بغیر حلقے میں سے اٹھنا دین سے محرومی کا باعث ہے، کیا واقعی صحیح ہے؟

سوال نمبر۵: ہم گھر بار وکام اسباب چھوڑ کر چلّوں میں نکل پڑیں یا مذکورہ صاحب کے پاس روزانہ رات میں گھنٹہ دو گھنٹہ دینی معلومات حاصل کریں، ثواب کی حیثیت سے ہمارے لئے کیا بہتر رہے گا؟

جواب

ہم "جماعت اسلامی" کی دعوت اقامت دین کے حامی ہیں یہ بات محتاج بیان نہیں لیکن ہم "جماعت تبلیغی" کے بھی مخالف نہیں ہیں کیوں کہ اصل مقصد دین وملت کی خدمت اور معبود برحق کی اطاعت ہے، جو بھی جماعت اس مقصد کے لئے سرگرم ہوگی اس سے مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ طریق کار یا بعض افکار ونظریات میں اختلاف ہوسکتا ہے تو قارئین "تجلی" جانتے ہی ہیں کہ اپنے اعتراض واختلاف کو ہم مدلل طور پر پیش کرنے کے عادی ہیں اور یہ ایک معروف علمی طریق ہے جس کے لازمی معنی مخالفت کے نہیں ہوتے۔

اس تمہید کے بعد عرض کریں گے کہ "جماعت تبلیغی" نے "چلّہ" کے عنوان سے جو طریق کار اختیار کیا ہے اس کے فائدے اور مضرات سے قطع نظر کوئی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والا منصف مزاج یہ پسند نہیں کرسکتا کہ اس طریقے کو جبراً دوسروں پر ٹھونسا جائے، دین وشریعت جنہیں اللہ نے نازل فرمایا ان تک کے بارے میں اعلان کردیا گیا کہ لااکراہ، کوئی زبردستی نہیں ہے، پھر بھلا ایسے کسی طریقے کو دوسروں پر مسلط کرنے کا کیا جواز ہوسکتا ہے جو کسی فرد یا جماعت نے اپنے فہم سے وضع کیا ہو؟ یہاں ہم اس سے بحث نہیں کریں گے کہ "چلّہ" کا معروف طریقہ واقعتاً سراپا خیر ہے یا اس میں نقصان کے بھی کچھ پہلو ہیں؟ فرض کرلیجئے کہ یہ بحیثیت غالب مفید ہی ہو، تب بھی اس کا درجہ "منصوص احکام" کا تو نہیں، اسے عام کرنے میں "جماعت تبلیغی" کے افراد کو حکیمانہ وعظ وپند اور دانشورانہ ترغیب وتلقین کی روش اختیار کرتے ہوئے ہر اس روش سے بچنا چاہئے جو یہ شک پیدا کرتی ہو کہ یہ کام جبر، دھونس، دباؤ اور زبردستی کے انداز میں کیا جا رہا ہے یا جس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہو کہ صرف یہی واحد طریقہ خدمت دین وملت کا ہے اور جو لوگ اس طریقے سے متفق نہیں ہیں یا اس پر عمل نہیں کر رہے ہیں وہ بددین ہیں، دشمن اسلام ہیں، ضال ومضل ہیں، کوئی بھی ایسا طریق کار جسے ایک جماعت اپنے طور پر

وضع کرے وحی الٰہی کا مرتبہ حاصل نہیں کر لیتا، اسے صراحتاً یا کنایتہً یا عملاً ایسا درجہ دیدینا گویا یہ واحد طریقہ صواب ہے اور اس سے اختلاف یا گریز گناہ ہے انصاف اور حکمت عملی مومنانہ سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔

آپ نے جو احوال سپرد قلم فرمائے ہمارے پاس ان کے تصدیق یا تکذیب کا کوئی ذریعہ نہیں، نہ ہم یہ پتہ چلا سکتے ہیں کہ آپ کی اطلاعات من وعن درست ہیں یا ان میں مبالغے اور غلط فہمی کی بھی آمیزش ہے، اگر ان میں بیان کی کوئی غلطی ہے تو وہ آپ جانیں ہم بہر حال انہیں درست تصور کرتے ہوئے جواب عرض کرتے ہیں۔

علم ہی وہ جڑ ہے جس سے عمل کے برگ وبار پیدا ہوتے ہیں، علم نہ ہو تو عمل کہاں سے آئے، علم کی فضیلت سے قرآن وحدیث معمور ہیں، زاہد پر عالم کی فضیلت مشہور حقیقت علمی ہے جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول کر بیان کیا ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کسی بھی ملک اور زمانہ میں افراد ملت خدمت دین وملت کا جو بھی طریقہ اختیار کریں اس میں اس کا لحاظ لازماً رکھیں کہ تعلیم دین میں رخنہ نہ پڑے، حتیٰ کہ جہاد کے زمانہ میں بھی یہ حکم نہیں ہے کہ تمام چھوٹے مدرسوں میں قفل ڈال کر ہر معلم اور متعلم میدان جہاد میں جا کودے۔

جو صاحب مدرسہ جاری کر کے بچوں اور بڑوں کو تعلیم دے رہے ہیں انہیں ''الف'' تصور کر لیجئے صاف ظاہر ہے کہ 'الف'' کا یہ کام بنیادی اہمیت کا حامل ہے اور اسے نہ صرف جاری رکھنا بلکہ ترقی دینا ہر اس مسلمان کا فریضہ ہے جسے دین وشریعت کی بے لوث محبت ہو، جو ہر دوسری شئے سے زیادہ اسلام کی ترقی اور خدمت اور بقا کو محبوب رکھتا ہو، پھر جب یہ بھی آپ نے واضح کر دیا کہ ''الف'' شرک وبدعت سے متنفر ہے تو اس تعلیم کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی کیوں کہ ہمارے درونا مسعود میں بہتیرے معلمین واساتذہ از راہ کم فہمی شرک وبدعت کے جال میں پھنس گئے ہیں اور ان کی تعلیم دوسروں کے لئے جہاں کئی اعتبار سے مفید ہوتی ہے، وہیں اس میں ایک زہر بھی سرایت کئے ہوئے ہوتا ہے جو اس کے مجموعی مزاج کو فاسد کر دیتا ہے، ایسے حالات میں وہ معلمین تو نعمت غیر مترقبہ ہیں جن کے اندر توحید ورسالت کا غلبہ ہو اور شرک وبدعت سے تنفر۔

جن امیر صاحب کا آپ نے ذکر فرمایا ہے انہیں بے شک یہ تو کرنا چاہئے تھا کہ جس 'چلہ'' کو وہ مفید سمجھتے ہیں اس کی ترغیب ''الف'' کو دیں اور دل نشین دلائل کے ساتھ اس کے فوائد سمجھائیں اس کے نتیجے میں اگر ''الف'' خود ہی آمادہ ہو جائے تو پھر نزاع واختلاف کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہو لیکن اگر ''الف'' آمادہ نہ ہو سکا تو اس کے جواب میں امیر صاحب کا وہ طرز عمل اختیار کرنا جس کی آپ نے اطلاع دی ہے بے دانشی اور دھاندلی کے سوا کچھ نہیں کہلایا جا سکتا، یہ محض چرب زبانی ہے کہ جب تک 'چلہ'' نہیں لگواؤ گے، درس وتدریس میں جان نہیں آئے گی، ایسی ہی چرب زبانیاں لوگوں میں ضد پیدا کرتی ہیں اور اصلاح کی جگہ فساد جنم لیتا ہے، ان امیر صاحب سے کوئی پوچھے کہ دور رسالت سے آج تک جو لاکھوں مدرسین ومتعلمین گزرے ہیں اور آج بھی ملک کے کونے کونے میں موجود ہیں کیا وہ بھی 'چلہ'' کا التزام کرتے رہے ہیں یا کر رہے ہیں؟

اور امیر صاحب کا یہ کہنا کہ:

''تمہیں جماعت میں آنا پڑے گا ضرور آنا پڑے گا اور اگر نہیں آؤ گے تو اللہ تمہیں دین سے ہٹا دے گا۔''

اور واقعی انہوں نے یہ کہا ہے کہ تو ہم بس اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کی دماغی حالت درست نہیں ہے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ خود فریبی اور انتہا پسندی کا یہی وہ سنگم ہے جہاں فتنے پرورش پاتے ہیں اور فسادات جنم لیتے ہیں۔ 'چلہ'' نہ ہوا گویا کلمہ طیبہ ہو گیا کہ جو اس پر ایمان نہ لائے وہ جہنم میں جائے۔

پھر یہ ارشاد کہ:

''مولانا یوسف اور حضرت جی کی بددعا ہے کہ ''تبلیغی جماعت'' کا کام سمجھ کر جو شخص جماعت میں آنے سے انکار کرے اللہ اسے دین سے ہٹا دے۔''

تو ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ ان صاحب نے دونوں بزرگوں کی طرف غلط بات منسوب کی، یہ دونوں بزرگ کسی مومن کے لئے دین سے ہٹ جانے کی بددعا نہیں کر سکتے، ان بزرگوں سے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی کھلی خلاف ورزی کیسے متوقع ہو سکتی ہے، پھر بھی اگر کسی کو یہ اصرار ہو کہ ان بزرگوں کی طرف یہ بات ٹھیک منسوب کی گئی ہے تو ہم ہر حال میں اس سے خدا کی پناہ مانگیں گے، مصلحین کا کام بددعائیں

دینا نہیں بلکہ اس نبی امیؐ کی پیروی کرنا ہے جس کا عالم یہ تھا کہ گالیاں کھا کر، چوٹیں سہہ کر، طعنے سن کر، تمسخر کا ہدف بن کر اور تکذیب کے زہریلے تیر دل و جگر میں پیوست پا کر بھی دعائیں دیتا رہا، گڑگڑاتا رہا کہ اے اللہ! انہیں ہدایت دے، ان پر عذاب مت بھیج، انہیں سمجھ عطا فرما۔

گاؤں میں دفعتاً یہ ذکر شروع ہوتا کہ ''الف'' ''جماعت اسلامی'' کا آدمی ہے، اس کے سوا اور کیا معنی رکھتا ہے کہ ان ہی امیر صاحب نے یہ شوشہ چھوڑا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ ایک شیطنت ہے، بدنما لوگ ہی ایسے اوچھے حربے استعمال کرتے ہیں، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بریلوی مکتب فکر کے اکثر افراد اپنے حریف پر فوراً ''وہابیت'' اور ''دیوبندیت'' کی پھبتی چست کرنے کے عادی ہیں جس کے بعد علم و تحقیق، صواب و حق اور عدل اور شرافت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے، شیطان نے عوام و خواص میں ''جماعت اسلامی'' کے لئے بغض و عناد اور اندھی دشمنی کا بیج بونے میں جو کامیابی حاصل کی ہے وہ محتاج بیان نہیں اب اگر ''جماعت تبلیغی'' کا بھی کوئی فرد اس بیج کے پھل کھا کر اپنی عاقبت برباد کر لینا چاہتا ہے تو کون کسی کو جہنم سے روک سکتا ہے، انتہائی ظلم ہے کہ کسی شریف آدمی کو پریشانی میں مبتلا کر کے خوش ہوں، ظاہر ہے کہ جب شیطانی علم کلام نے ''جماعت اسلامی'' کو اکثر حلقوں میں ''ہوّا'' بنا کر رکھ دیا ہے تو ''الف'' کو اس جماعت کی طرف منسوب کر دینا قصداً ایک شرارت کا ارتکاب ہے، الف ''جماعت اسلامی'' کا رکن نہیں تو یہ شرارت کذب و افترا سے بھی ملوث ہے اور اگر بالفرض وہ رکن ہو بھی تو امیر صاحب کی طرف سے اس کا پروپیگنڈہ ایسی حرکت ہے جس کا تصور بھی ایک شریف مومن نہیں کر سکتا۔

بہرحال اسلام کے ایک نادان دوست نے فتنہ اٹھا ہی دیا ہے تو اس کا علاج ہم کیا کر سکتے ہیں؟ رہے آپ کے سوالات تو ان کا جواب فی الجملہ اوپر آ گیا تاہم الگ الگ ترتیب وار بھی سن لیجئے۔

(۱) ''جماعت اسلامی'' ایک غریب جماعت ہے، وہ بہت ہی ضروری جگہوں پر بہ مشکل تھوڑے سے افراد دین کی تبلیغ و تعلیم کے لئے بھیج سکتی ہے اور انہیں اس قدر کم تنخواہ دیتی ہے کہ اگر خود یہ لوگ رضائے آخرت کے لئے تنگی ترشی سے گزارہ کرنا پسند نہ کریں تو یہ ایک مہینہ بھی ملازمت نہیں کر سکتے، رہا گمراہی کا پھیلانا تو جس طرح روس وغیرہ میں مذہب کا نام لینے والوں کو گمراہی اور بغاوت پھیلانے والا قرار دیا جاتا ہے اسی طرح ہندوپاک میں شیطان کی عنایت سے علماء و صوفیا کے ایک طبقے نے سادہ لوح عوام میں یہ خیال عام کر دیا ہے کہ ''جماعت اسلامی'' گمراہی پھیلاتی ہے کہ حتی کہ جماعت اسلامی سے منسوب کوئی شخص عین قرآن و حدیث بھی پیش کرے تو اس کی تحقیر و تنقیص اور بیخ کنی میں کسر نہیں چھوڑی جاتی۔

(۲) ''چلہ'' ایک طریق کار ہے جو ''تبلیغی جماعت'' نے اختیار کیا ہے جو لوگ اسے مفید سمجھیں انہیں حق ہے کہ اس پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کے فائدے سمجھائیں لیکن اس طریقے کو ایسی اہمیت بالکل نہیں ہے کہ فرض یا واجب یا سنت یا مستحب کی اصطلاحات اس پر صادق آسکیں۔

(۳) یہ سوال خود اپنا جواب ہے، ہر مسلمان چاہتا ہے کہ بزرگ لوگ ایسی بددعائیں نہیں دیا کرتے۔

(۴) اس سوال میں دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ نماز کے بعد حلقہ بنا کر کتاب خوانی کیسی ہے؟ دوسرے یہ کہ خاص طور پر ''تبلیغی نصاب'' کا پڑھنا پڑھانا کیسا ہے۔

اول الذکر کا جواب یہ ہے کہ اصولاً تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اصلاح پسند حضرات مساجد میں عامۃ المسلمین کو دین کی تعلیم دینے کا سلسلہ جاری رکھیں بلکہ تعلیم دین کو عام کرنا بہت اچھا مشغلہ ہے اور اس کے مفید ہونے میں دو رائے کی گنجائش نہیں لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ تعلیم بجائے خود مقصد نہیں ہے بلکہ وہ وسیلہ اور ذریعہ ہے عمل کا، علم صحیح نہ ہو تو عمل صحیح عمل کہاں سے آئے؟ اسی لئے ہم بہ اطمینان کہہ سکتے ہیں کہ مساجد میں وعظ، خطبہ یا کتاب کے ذریعہ لوگوں کو اچھی باتوں کی تعلیم دینا فی نفسہ بڑا مفید کام ہے جسے جاری رہنا چاہئے لیکن اسی کے ساتھ چند شرائط بھی سمجھ لینی ضروری ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ کوئی خاص فرد یا گروہ اس کار خیر کا اجارہ دار بن کر نہ بیٹھ جائے، مسلمانوں میں متعدد مذہبی جماعتیں ہیں، ہر جماعت کو مساجد پر یکساں حق ہے، کسی بھی جماعت کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے سوا دوسری جماعتوں کو درس و تدریس یا ''وعظ و تبلیغ'' سے روکے، یا ایسے حالات پیدا کرے کہ دوسروں کے لئے درس و وعظ کا

کام مشکل بن جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ "وسیلے" کو وسیلے ہی کے درجے میں رکھا جائے اور مقصد نہ بنالیا جائے، یہ وہ فتنہ ہے جس نے ہر دور میں بڑی خرابیاں پیدا کی ہیں، "تصوف" کا بگاڑ بھی بڑی حد تک اسی غلطی کا نتیجہ ہے کہ جو اعمال واشغال اور مجاہدات وغیرہ تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کے لئے محض ایک وسیلے اور ذریعے کا درجہ رکھتے ہیں انہیں اکثر حلقوں میں ان کے درجے سے بڑھا کر مقصد قرار دے لیا گیا اور اس کا ثمرہ یہ نکلا کہ اللہ کے جو بندے ان اعمال واشغال سے وابستہ ہوئے بغیر کسی اور ذریعہ سے صفائے باطن حاصل کررہے تھے یا کرچکے تھے انہیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا گیا، ان کی صالحیت غیر معتبر رہی، ان پر غیر عارف ہونے کا شبہ کیا گیا۔

تیسری شرط یہ ہے۔ "تعلیم وتدریس" کے درپردہ ایسے نظریات وعقائد لوگوں پر نہ ٹھونسے جائیں جو کسی خاص فرد یا جماعت سے مخصوص ہوں اور قرآن وسنت سے ان کا جوڑ مشتبہ ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مساجد میں "تبلیغی نصاب" کی تعلیم کا سلسلہ ان شرائط سے بے نیاز ہوکر چل رہا ہے، جن مساجد میں کسی بھی نماز کے بعد "تبلیغی نصاب" کی خواندگی ہوتی ہے وہاں کسی بھی اور جماعت کا آدمی اگر کسی اور نماز کے بعد "درس قرآن وحدیث" شروع کردے تو اسے برداشت نہیں کیا جاتا، اس کی مخالفت ومزاحمت کی جاتی ہے، اسے بند کرانے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال ہوتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقصد تعلیم دین نہیں، ورنہ قرآن وحدیث سے بڑھ کر دین کن کتابوں میں ہوگا؟

علاوہ ازیں "تبلیغی جماعت" کی طرف سے عوام کو یہ تأثر دیا گیا ہے کہ "تبلیغی نصاب" میں ایک خاص نورانیت ہے، اس کا پڑھنا پڑھانا بجائے خود کارثواب ہے، اس کی جگہ کوئی اور کتاب پڑھی گئی تو وہ فائدہ اور ثواب حاصل نہ ہوگا، یہ تأثر دراصل یہ معنی رکھتا ہے کہ "تبلیغی نصاب" کا پڑھنا پڑھانا صرف وسیلہ نہیں مقصد ہے، جس طرح قرآن کی تلاوت بجائے خود موجب ثواب ہے خواہ تلاوت کرنے والا معنی ومطلب بالکل نہ سمجھتا ہو اسی طرح "تبلیغی نصاب" کا حلقہ درس بھی فی نفسہ ایک کار ثواب اور عبادت ہے۔

آنجناب نے میت کے تعلق سے جو واقعہ بیان کیا وہ بھی صریح طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ تبلیغی نصاب کے حلقہ درس کو عین دین اور عین عبادت تصور کرانے کی سعی برابر جاری ہے، جو قول آپ نے امیر صاحب کی طرف منسوب کیا اگر واقعی انہوں نے ایسا ہی فرمایا تھا تو اندازہ فرمالیجئے کہ غلو کا پارہ کہاں تک جا پہنچا ہے۔ میت کے کفن دفن کا اہتمام کوئی کھیل کود نہیں ایک "شرعی فریضہ" ہے "دینی حکم" ہے اس کی تعمیل میں اگر کچھ لوگ تبلیغی نصاب کے حلقۂ درس سے اٹھتے ہیں تو اس سے روکنا اور وہ بات کہنا جس کی آپ نے اطلاع دی کسی ایسے مسلمان کا کام تو نہیں ہوسکتا جو دین وشریعت کا کچھ بھی فہم رکھتا ہو وہ کون سا دین ہے جس سے محرومی کی بشارت امیر صاحب دے رہے ہیں؟ اگر وہ اسلام ہی ہے تو اسلام تو صاف صاف ہدایت دیتا ہے کہ میت کی تکفین وتدفین میں عجلت کرو، اس ہدایت کی تعمیل کرنے کا نام "دین سے محرومی" رکھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ امیر صاحب کے دماغ میں کسی اور ہی اسلام کا نقشہ ہے جو قرآن وسنت کے علاوہ کسی دوسرے مصدر اور سرچشمے سے رنگ وروغن حاصل کرتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ مسجد میں جمع تھے اور ذکر وتسبیح کا شغل جاری تھا، کسی نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی، وہ جھپٹتے ہوئے آئے اور ان لوگوں کو جھڑکا کہ یہ کیا "بدعت" تم نے جاری کی ہے؟ یہ لوگ سادہ لوحی میں یہ سمجھ رہے تھے کہ ذکر وشغل تو بہرحال نیک ہی کام ہے اس میں کیا مضائقہ ہوسکتا ہے لیکن ابن مسعودؓ جیسے ذی علم صحابی نے اسے "بدعت" قرار دے کر انھیں آئندہ اس حرکت سے باز رکھا تب یہ بات سمجھ دار لوگوں نے سمجھی کہ مساجد میں متعینہ عبادات کے سوا کوئی اور عبادت نکالنا بدعت ہے۔

تبلیغی نصاب کے حلقے کی حیثیت اگر صرف وسیلے کی رہتی تو اس میں اسی طرح کوئی قباحت نہیں تھی جس طرح وعظ اور تقریر میں قباحت نہیں، لیکن جب کہ اس مشغلے کو عبادت کا درجہ دے دیا گیا ہے اور اس کی مجلس کے دوران میں ضرورت شرعی کے لئے اٹھنا بھی "دین سے محرومی" قرار دیا جارہا ہے تو کیا شک ہے اس کے "بدعت بن جانے میں" بدعت اگر یہ بھی نہیں تو پھر دنیا میں کسی "بدعت" کا وجود ہی نہیں۔

یہ جواب سوال کے پہلو نمبر ایک کا ہو یعنی انسان کی تصنیف کردہ

کوئی بھی کتاب ہو اس کی مجلس خواندگی کو درجۂ عبادت دے دینا "بدعت" ہے، رہا دوسرا پہلو کہ خاص "تبلیغی نصاب" کی خواندگی کیا حکم رکھتی ہے؟ تو یہاں ہم اس پر مفصل بحث نہ کر سکیں گے، اجمالاً اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس نصاب میں کثیر روایتیں ضعیف وغیر مستند ہیں اور بہتری روایتیں جو قوی و مستند ہیں انہیں بھی حضرت مصنف نے ایک ایسے ذہن کی تشکیل کے لئے استعمال فرمایا ہے جو ان کے نزدیک اسلام کا مطلوبہ ذہن ہو تو ہو مگر بعض مفکرین اسلام اسے متوازن تسلیم نہیں کرتے، یہ دقیق علمی مسئلہ ہے جس پر طویل گفتگو کئے بغیر اظہار مدعا نہیں ہو سکتا، لہٰذا اس مختصر جواب میں اسے نظر انداز کرتے ہیں۔

(۵) "تقدیر" اور "تدبیر" کے باہمی تعلق اور تناسب و توازن کا جو معیار اسلام نے قائم کیا ہے اس میں ذرا بھی افراط و تفریط کی جائے تو ثمرات و مضرات میں عظیم الشان فرق واقع ہو جاتا ہے۔ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اونٹ کو یوں ہی چھوڑ دینا "توکل" نہیں بلکہ اس کی رسی کھونٹے سے باندھ کر چھوڑنا "توکل" ہے، یہ ایک تمثیل ہے جس کے ذریعہ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھایا ہے کہ "تقدیر" اپنی جگہ اٹل سہی لیکن دنیا دارالاسباب ہے یہاں "تدبیر" کی بھی اہمیت ہے، تم حصول رزق کی تدبیر کرو اور یہ بھروسہ کر کے مت بیٹھ رہو کہ اللہ رزاق ہے وہ ہر حال میں رزق دے گا، اللہ کی رزاقی اس شخص کے منہ میں ایک بھی لقمہ نہیں پہنچائے گا جو ہاتھ پیر نہ چلائے اور امید لگا کر بیٹھ رہے کہ لقمے خود اڑ اڑ کر اس کے منہ میں پہنچیں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم "غزوۂ خندق" کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے ساتھ خود بھی "خندق" کھودنے میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کام کو اتنی بڑی اہمیت عطا کی جاتی ہے کہ چند وقت کی نماز بھی آپ قضا کر دیتے ہیں، اللہ اکبر، اللہ کا آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نمازیں قضا کرنا! کتنی عجیب بات، مگر یہ عجیب بات اتفاقاً واقع نہیں ہوگئی بلکہ اللہ کی حکمت کاملہ نے ہم بندوں کی تعلیم کے لئے اسے واقع کیا، اس سے سبق ملا کہ "تدبیر" کی اہمیت کس درجہ ہے، تقدیر تو بہر حال فیصلہ کر چکی تھی کہ "غزوۂ خندق" کا کیا انجام ہونا ہے لیکن وہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جس نے "تقدیر" کے اٹل ہونے کی اطلاع دی تھی یہ سوچ کر گھر کے کونے میں نہیں بیٹھ رہا کہ ہم کیوں "تدبیر" کریں، ہونا تو وہی ہے جو مقدر ہو چکا، اس نے یہ نہیں سوچا کہ گھر میں یا مسجد میں مصلے پر بیٹھ کر تسبیحات پڑھو، دعائیں کرو، اللہ اس کے بدلے اور اس تدبیر کو اس درجہ اہم سمجھا کہ اس کی مشغولیت میں کئی نمازیں بھی مؤخر کر دیں، کیا اس سے بڑھ کر بھی تدبیر کی اہمیت ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل و شہادت کی احتیاج ہے؟

اس تقریر سے ظاہر ہے کہ خواہ "چلّہ" ہو یا کسی اور قسم کا سفر، آدمی کو ہر حال میں اپنے حالات اور حقوق و فرائض اور تدبیر و انتظام کا لحاظ رکھنا چاہئے، ہم نے چلہ کی دعوت دینے والے بعض بزرگوں کو یہ کہتے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ تم اللہ کے کام میں نکلو اللہ خود تمہارے کام ٹھیک کر دے گا، یہ ارشاد تلقین بعض شرائط کے ساتھ تو صحیح ہے لیکن علی الاطلاق بالکل غلط "تبلیغی جماعت" کے صالحین یہ تلقین عموماً علی الاطلاق ہی کرتے ہیں، ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ یہ طرز عمل حکمت اسلامی کی رو سے غیر حکیمانہ ہے اور اس میں تقدیر و تدبیر کا صحیح توازن موجود نہیں ہے۔ اپنی ذات پر تکلیف اٹھا کر اللہ کی راہ میں نکلنا بلاشبہ نیکی ہے مگر جب دوسروں کے حقوق متاثر ہوتے ہوں تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس نیکی کو دوسروں کی حق تلفی کئے بغیر کیسے حاصل کیا جائے؟ مثلاً آپ کے بیوی بچے ہیں، ان کا رزق آپ کسی صاحب کا ایک چھوٹا سا کارخانہ چلا کر حاصل کرتے ہیں، اس کارخانہ میں دو تین ملازم ہیں اور نظم و نسق کا سارا مدار آپ پر ہے، اب آپ سے فرمائش کی جاتی ہے کہ چالیس دن کا چلّہ دیجئے تو یہ فرض کر لینے کے بعد بھی کہ "چلّہ" کی افادیت آپ کی سمجھ میں آگئی ہے، شریعت یہ اجازت آپ کو ہرگز نہ دے گی کہ کارخانہ کا متبادل انتظام کئے بغیر بس یوں ہی آپ نکل کھڑے ہوں اور اس ظاہر فریب تلقین کو شمع راہ بنالیں کہ تم اللہ کے کام کے لئے نکلو اللہ تمہارے کام خود کر دے گا، یہ تو نہ توکل ہے، نہ نیکی بلکہ اسے سادہ لوحی اور فریب خوردگی قرار دیں گے، اسے تمثیل کی زبان میں اونٹ کو بغیر کھونٹے سے باندھے چھوڑ دینے کا عنوان ٹھیک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں دیا جائے اور حماقت کے سوا اسے کسی خانہ میں نہیں رکھیں گے۔

دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے، متعدد واقعات ملیں گے جن میں بعض صحابہ کرامؓ دوسرے فرائض کی بنا پر "جہاد" تک سے روک دیئے گئے ہیں، یہاں تمثیلاً "غزوۂ بدر" کا ذکر کافی ہوگا، کیا غزوہ تھا، موت و حیات کی جنگ وہ فیصلہ کن معرکہ جس کے بارے

میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ التماس بارگاہ خداوندی میں ثبت تاریخ ہے کہ اے اللہ! اگر آج مسلمان شکست کھا گئے تو پھر روئے زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا، اس ''غزوے'' میں خود اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہے، زاروقطار رو رو کر فتح ونصرت کی دعائیں مانگ رہا ہے، تعداد حریف کے مقابلے میں بہت کم ہے، مگر حضرت عثمانؓ اور حضرت اسامہؓ بن زید کو شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی، کیوں؟ فقط اس لئے زوجۂ عثمان حضرت رقیہؓ بیمار ہیں، ان کی دیکھ بھال اور معالجے کے لئے آدمی چاہئے۔

تو ہر ذی فہم مسلمان خود سوچ لے کہ کہاں ''غزوۂ بدر'' اور کہاں ''چلہ'' یا ''تبلیغی سفر'' جب ''غزوۂ بدر'' کی شرکت پر خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مومنوں کے لئے گھر رہ کر ایک خاتون کی تیمارداری اور دیکھ بھال کو ترجیح دی، تو کسی ''چلے'' کے لئے آنکھیں بند کر کے نکل کھڑے ہونا اور یہ نہ دیکھنا کہ اس کاروبار کا کیا بنے گا جس پر اہل وعیال کے حقوق کا انحصار ہے، آخر کیوں کر معقول ہو سکتا ہے، کس شریعت میں اس عقل سوز توکل اور کم فہمانہ ''خدمت دین'' کا حکم دیا گیا ہے۔

ہم یہاں اس سے بحث نہیں کرتے کہ ''چلہ'' یا ''تبلیغی اسفار'' کی افادیت کا میزانیہ ہمارے نزدیک کیا ہے؟

ہم صرف یہ بتا رہے ہیں کہ جو لوگ اس طریق کار سے متفق ہوں ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ اگر آگا پیچھا دیکھ کر کام کریں، ''تقدیر'' کے ایسے اندھے مرید نہ بنیں کہ تدبیر کی واجبی اہمیت نظر انداز ہو جائے، مقدس الفاظ کی سطحی حیثیت سے گزر کر حکمت دینی کو مشعل راہ بنائیں۔

جو لوگ دین کا ضروری علم نہیں رکھتے ان کے لئے تو ہر چلے اور ہر نفل عبادت سے بڑھ کر یہ ضروری ہے کہ وہ دین کا علم سیکھیں اور دین کا علم ''تبلیغی نصاب'' میں محدود نہیں ہے جہاں سے بھی اسے حاصل کیا جا سکے ضرور کیا جائے اور علم صحیح ہر شئے پر مقدم ہے، فقط ''تبلیغی نصاب'' سے حاصل ہونے والی معلومات کو کل دین تصور کر لینا ایسا ہی ہے جیسے فقط ''ہندوستان'' یا فقط ''ایشیا'' کو کل دنیا سمجھ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم اور توفیق نیک عطا فرمائے۔

(ماہنامہ تجلی، دیوبند، جنوری، فروری ۱۹۷۳ء)

تبلیغی جماعت اور فاضل دیوبند

سوال از: محمد شفیق قدوائی ———— اکولہ

گزارش یہ ہے کہ ہمارے شہر میں دین کے نام پر مختلف جماعتیں کام کر رہی ہیں، جس میں سرفہرست نام ''جماعت اسلامی'' کا ہے، اس کے بعد ''تبلیغی جماعت'' کا ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی جماعتیں مصروف عمل ہیں، جس میں سے ایک جماعت کی سرپرستی حضرت مولانا شمیم احمد قدوائی فاضل دیوبند فرما رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ''تبلیغی جماعت'' سے جتنا دین کو نقصان پہنچا ہے کسی جماعت سے نہیں پہنچا حتی کہ رضاخانیوں سے بھی نہیں پہنچا، لہٰذا اسی جذبے کے تحت اظہار خیال فرماتے ہوئے وہ عرض کرتے ہیں کہ میں اب تمام پارٹیوں کو حتی کہ ''رضاخانیوں'' کو بھی اپنے ساتھ متفق کر کے ان تبلیغی جماعت والوں کے واسطے مساجد کے دروازے بند کرا دوں گا، دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان کا یہ اقدام کہاں تک صحیح ہوگا اور اگر غلط ہے تو اس شخص کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔

جواب

ہم ''جماعت اسلامی'' کے رکن نہیں ہیں لیکن جماعت اسلامی کے نقطہ نظر اور طریقہ کار سے ہمیں کامل اور مکمل اتفاق ہے اور ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں ہوتا کہ موجودہ زمانہ میں جماعت اسلامی ہی وہ واحد جماعت ہے جو تمام نشیب وفراز کو سامنے رکھتے ہوئے خدمت دین اور تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہی ہے، ''تبلیغی جماعت'' کے طریق کار سے ہم متفق نہیں اور نہ اس کے طریق کار کو ہم نقائص اور مفاسد سے مبرا تصور کرتے ہیں، ''تبلیغی جماعت'' سے یقیناً دین اسلام کو کچھ نقصانات بھی ہوئے ہیں اور یہ نقصانات اس درجہ ظاہر وباہر ہیں کہ انہیں مصرح کرنے اور حاشیہ آرائی کے دائروں میں لا کر باور کرانے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔

لیکن ہم ''تبلیغی جماعت'' کو دائرہ حق سے خارج تصور نہیں کرتے، ''تبلیغی جماعت'' بھی جماعت اسلامی کی طرح ایک برحق جماعت ہے، وہ بھی دین کی خدمت اور اسلام کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے، وہ بھی اس لائق ہے کہ اسے سراہا جائے۔

فاضل دیوبند صاحب کا یہ فرمانا کہ جتنا نقصان تبلیغی جماعت سے پہنچا ہے اتنا نقصان رضاخانیوں سے بھی نہیں پہنچا، انتہائی کم علمی، نادانی اور بدشعوری کی بات ہے، اسے بغض اور تعصب پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔

ہم مولانا شمیم صاحب کو یہ رائے دیں گے کہ وہ تبلیغی جماعت کی ان خامیوں کی اصلاح کریں جو جہالت اور کم علمی کی وجہ سے اس میں پائی جاتی ہیں، تبلیغی جماعت ہو یا جماعت اسلامی، اہل حدیث ہوں یا حضرات دیوبندی، سب کو بغض اور عناد سے پہلوتہی کرنی چاہئے اور اپنے دماغوں میں توسیع اور فراخی پیدا کرنی چاہئے۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ہم اصولی طور پر ایک ہی دین کی پیروی کرتے ہیں، ایک ہی رسول کی امت ہیں، ایک ہی منزل کے راہی ہیں، پھر آپس میں اس درجہ منافرت اور رسہ کشی کیوں ہے؟ مسجد خدا کا گھر ہے، گھر کا ویٹنگ روم نہیں ہے کہ اس کے دروازے کسی کے لئے کھول دیئے اور کسی کے لئے بند کردیئے جائیں، مولانا موصوف کا یہ فرمانا کہ میں تبلیغی جماعت والوں کے لئے مساجد کے دروازے بند کرادوں گا، کوئی اچھا اور قابل تعریف فیصلہ نہیں ہے۔

مساجد کے دروازے تو ان حضرات کے لئے بھی مقفل نہیں ہونے چاہئیں جن کی سرکشیاں اور شرارتیں بے مثال ہوکر رہ گئی ہیں اور جنہیں بریلوی مکتب فکر سے منسوب کیا جاتا ہے۔

"تبلیغی جماعت" سے اختلاف ہونا کوئی گناہ کی بات نہیں، تبلیغی جماعت کی مخالفت کیجئے، ڈٹ کر کیجئے لیکن یہ مخالفت برائے مخالفت اور متجملہ تعصب نہیں ہونی چاہئے بلکہ مخالفت برائے اصلاح ہونی چاہئے، تبلیغی جماعت والوں کی توجہ ان حقائق کی طرف مبذول کرایئے جن سے وہ یکسر غافل ہیں، وہ نہ مانیں تو معاملہ خدا کے حوالے کیجئے، ہم لوگ نصیحت کرسکتے ہیں بس یہی ہماری ڈیوٹی ہے، محاسبہ خدا کرے گا۔

ایک ضروری بات یاد رکھئے

خدا اور آخرت کو بھول کر سنجیدگی اور متانت کا گلا گھونٹ کر جو مخالفت رونما ہوتی ہے اس پر ہٹ دھرمی تمرد اور سرکشی کا اطلاق ہوتا ہے، ایسے اختلاف سے اصلاح جنم نہیں لیتی، دشمنی وضد اور تعصب سر ابھارتے ہیں۔

ہماری اپنی رائے یہ ہے کہ آپ فاضل دیوبند صاحب کو سمجھایئے کہ خدارا امت مسلمہ پر رحم کرو، پچھلے اختلافات اور گروہ بندیاں کچھ کم نہیں ہیں کہ اب اور نئے محاذ قائم کئے جائیں، وہ عالم دین ہیں، یقیناً بات ان کی سمجھ میں آجائے گی۔

لیکن اگر انہوں نے آپ کے سمجھانے کے باوجود بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تو پھر آپ یقین کرلیجئے کہ دنیا کوئی طاقت انہیں سیدھے راستے پر نہیں لاسکتی، اس لئے کہ جب کسی مولوی کا ذہن بگڑ جاتا ہے تو پھر وہ بہت سڑی ہوئی چیز ہوکر رہ جاتا ہے اور اس کی اصلاح کی کسی صورت ممکن نہیں ہوتی۔ (تجلی دیوبند، مئی، جون ۱۹۷۵ء)

☆☆☆☆

فقہی سوالات

مفتی وقاص ہاشمی

۱۔سوال : شیخ احمد مدراس

اگر ایک عالم دین (ممکن ہے اپنے علم کے غرور کی وجہ سے) صرف دوسروں کے سلام کا منتظر ہو اور خود کسی کو سلام نہ کرتا ہو کیا ایسے آدمی کو سلام کر سکتے ہیں۔

جواب : کسی بھی شخص کی یہ حرکت نہایت متکبرانہ اور خود پسندانہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں سے سلام لینے کا منتظر رہا کرے۔ سلام کرنا آج ہماری غلط فکر ونظر سے خواہ چھوٹے پن کی علامت بن گیا ہو لیکن اسلام میں اس کی حیثیت مساویانہ ہے۔ حتیٰ کہ خود آنحضور ﷺ بار ہا لوگوں کو سلام کرنے میں مسابقت اور پہل فرمایا کرتے تھے۔

مبینہ عالم دین کا یہ طرز عمل کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ مگر اس کے انتقام میں آپ کا عزم ترک سلام بھی کچھ کم نامناسب نہیں ہے۔ ہر شخص آخرت میں اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا۔ عالم دین اگر......؟ کا شکار ہو کر اسیر خطا ہو گئے ہیں تو ان کی خطا آپ کے لئے گناہ کا جواز نہیں بن سکتی۔

آپ ان کے طرز عمل سے آنکھیں بند کر کے اپنا فرض ادا کرتے رہیں یعنی جب ملیں تو سلام کر ڈالئے۔ حقیقت یہ ہے کہ معمولی باتوں میں ضد اور جنگ پر اتر آنا عموماً شر انگیز ہوتا ہے۔ اور عفو ودرگزر عموماً بہتر نتائج پیدا کرتا ہے۔

۲۔سوال : محمد سلیم الدین صدیقی دہلی

اہل بدعت اور اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ دو قسم کی بدعت ہے۔ جس میں سے بدعت حسنہ کا کرنا درست وجائز ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا اور اس پر عمل کہاں تک مناسب ہے؟

جواب : بدعت کی دو قسمیں صرف افہام وتفہیم اور مسائل کی تشخیص کے طور پر کر دی گئی ہیں۔ ورنہ بدعت شرعی مفہوم میں بلا تفصیل ناجائز ہے۔ جسے بدعت حسنہ کہا جاتا ہے وہ حقیقت میں شرعی مفہوم میں ہی نہیں ہے بلکہ صوری مشابہت کے باعث بدعت کہلائی جاتی ہے۔ احادیث میں بدعت کو مطلقاً بلا تقسیم مردود ٹھہرایا گیا ہے اور اصطلاح شرع میں بدعت بلا استثناء مذموم ہے۔

۳۔سوال : منیر الدین پورنیہ

قبرستان کا پھل کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور قبرستان میں درخت میوے جات یا پھول وغیرہ اگانا کیسا ہے۔

جواب : جو قبرستان وقف نہیں کئے گئے بلکہ کسی کی ذاتی ملکیت ہیں ان کے احکام مملوکہ زمین کے ہیں۔

جو قبرستان وقف ہیں ان میں تجارتی نفع اندوزی کا کسی کو اختیار نہیں سوائے اس کے کہ دیکھ بھال کرنے والے ملازمین کو بطور اجرت محافظت وخدمت درخت لگانے یا کھیتی کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ اگر وقف کرنے والا وقف کرتے ہوئے یہ شرط لگا دے کہ میں اس زمین سے جب چاہے نفع اٹھانے کا حق دار ہوں تو بیشک اس کا حق قائم رہے گا۔

قبرستان میں خود اُگ آنے والے پھل دار درختوں کے پھل کھا لینے ہر ایک کے لئے جائز ہیں بشرطیکہ متولی کو اس میں اعتراض نہ ہو۔ متولی چاہے تو انہیں وہاں کے خدمتگاروں کے لئے خاص کر سکتا ہے۔ لیکن یہ جائز نہیں کہ اوروں کو تو منع کرے اور خود سارے پھل گھر منگا لے۔

۴۔سوال : کیا بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا جائز؟۔

جواب : بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا جائز ہے۔ البتہ خلاف ادب ہے۔

☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

دینی مدارس کی اہمیت
اور موجودہ تبلیغی جماعت

از قلم: مولانا فاروق صاحب مظاہری

جو شخص اپنے وطن اور شہر کو چھوڑ کر عزیز و اقارب سے جدا ہو کر عیش و آرام پر لات مار کر ماں باپ کی محبتوں اور شفقتوں سے منہ پھیر کر غرضیکہ گھر بار کی سب راحتیں ترک کر کے ساری ضرورتوں کو قربان کر کے حصول علم کے جذبہ سے سرشار ہو کر باہر نکلتا ہے اور تلاش علم میں راہ غربت و مسافر پر گامزن ہوتا ہے تو وہ طالب علم ضرور مجاہد فی سبیل اللہ کا مرتبہ حاصل کرتا ہے جو ثواب خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کا ہوتا ہے، وہ ثواب اس طالب علم کو ملتا ہے اس لئے کہ جس طرح ایک مجاہد سر سے کفن باندھ کر محض اس جذبہ سے میدان جنگ میں جاتا ہے کہ وہ خدا کے دین کو سربلند کرے، خدا اور خدا کے رسولؐ کے نام کا بول بالا کرے۔

اسی طرح طالب علم محض اس مقصد کے لئے علم دین حاصل کرنے کے واسطے گھر سے نکلتا ہے کہ وہ اپنے نفس کی تمام خواہشات کو ختم کر کے اور کسر نفسی اختیار کر کے علم الٰہی کی مقدس روشنی سے ظلم و جہل کی تمام تاریکیوں کو دور کر دے، خدا کے دین کو سربلند کرے، خدا کے دین کو تمام عالم میں پھیلائے اور رب العالمین جل شانہ اور سید المرسلین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کی حفاظت میں تن من دھن کو لگائے اور شیطان و ذریات شیطان کے مکر و فریب کا پردہ چاک کر کے لوگوں کو اس سے محفوظ رکھ کر اعداء اللہ کو ذلیل و خوار کرے۔

لہٰذا جب تک علم حاصل کر کے گھر واپس نہیں آجاتا برابر میدان جہاد کا ثواب حاصل کرتا رہتا ہے اور جب علم حاصل کر کے گھر واپس آتا ہے تو بھی دنیا میں علم و معرفت کی روشنی پھیلانے لوگوں کو تعلیم دینے اور انسانی زندگی کو علم و عمل سے کامل کرنے کے لئے ایک معلم اور مصلح کی حیثیت میں آتا ہے جس کی وجہ سے وہ وارث انبیاء کے معزز و مقدس لقب سے نوازا جاتا ہے اور تحصیل علم کے زمانہ میں اس کی اس ریاضت و مشقت، جان کاہی و پریشانی کی وجہ سے ایسی ایسی بشارتوں اور انعامات سے خدائے قدوس کی جانب سے نوازا اور سرفراز کیا جاتا ہے کہ سبحان اللہ۔

فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اس کے گزرے ہوئے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں بحالت طالب علمی موت آجانے پر شہادت کا مرتبہ پاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح جو لوگ مساجد اور مدارس یا کسی اور جگہ تدارس علم میں منہمک ہوتے ہیں اور قرآن و حدیث کے علوم و معارف سے استفادہ کرنے اور دوسروں کو علوم دینیہ شرعیہ کے پڑھانے اور سکھانے میں مشغول ہوتے ہیں، ان پر خدائے ذوالجلال والاکرام کی جانب سے بے پایاں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان پر اللہ جل شانہ کی جانب سے سکینہ کا نزول ہوتا ہے ان کے اندر خاص جمعی اور دل بستگی ودیعت فرمائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کے قلوب دنیا کے عیش و عشرت راحت و آرام اور غیر اللہ کے خوف اور ڈر سے پاک و صاف ہو جاتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے خدا سے لو لگائے رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ اور اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کے قلوب نور الٰہی کی مقدس روشنی سے جگمگا اٹھتے ہیں، فرشتے ان کی عزت اور توقیر کرتے ہیں اور فرط عقیدت و مسرت سے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے، ہر وہ چیز جو آسمانوں کے اندر یا زمین کے اوپر ہے یعنی جن و انس، ملائکہ حتی کے اپنے سوراخوں میں چیونٹیاں دریا اور سمندر میں رہنے والی مچھلیاں ان کے لئے دعا اور استغفار کرتی ہیں، عالم کو عابد پر ایسی فضیلت دی جاتی ہے جیسی چودھویں کے چاند کو ستاروں پر اور سرور کائنات سردار دو عالم نبی مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ایک ادنیٰ پر، وراثت انبیاء کے جلیل القدر منصب پر فائز ہوتا ہے۔ خداوند قدوس اس جماعت کا تذکرہ جو درس و تدریس میں مشغول ہوتی ہے ان فرشتوں کے درمیان کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں، عالم کی موت ایک عالَم کی موت قرار دی جاتی ہے۔ اس کی پڑھنے پڑھانے کی مشغولی نفل نماز سے بہتر! ایک گھڑی کی مشغولی پوری رات عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔

(ہذا استفاد من مظاہر حق وغیرہ)

اللہ اللہ! کیا ٹھکانہ ہے عظمت و فضیلت کا اس جماعت کی جو تعلیم

وتربیت اور تعلم وتادب میں مشغول ہوتی ہے اور کیا انتہا ہے عظمت وفضیلت کی اس طاہر ونظیف جگہ اور مقام کی، یعنی مدرسہ اور خانقاہ کی جہاں یہ مبارک اور مقدس مشاغل اختیار کئے جاتے ہیں۔

اور کیسی اہمیت وعزت ہے رب العزت کے دربار میں، مدرسین اور مدارس علم صلاح کی، جنگی حمایت وحفاظت وصیانت کا قانون فطرت بھی تقاضہ کرتا ہے اور پروردگار عالم جل جلالہ وعز شانہ بھی حکم دیتا ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ط وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ط وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ط إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ٥

حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ جن کو نکالا ان کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ ان لوگوں کو ایک کو دوسروں سے تو ڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت اور اللہ مقرر مدد کرے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی، بے شک اللہ زبردست ہے زور والا ہے۔

(ترجمہ شیخ الہند، وشاہ عبدالقادر دہلوی)

اس پر تفسیری حاشیہ ہے۔

یعنی اگر کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ایک جماعت کو دوسری سے لڑنے بھڑنے کی اجازت نہ ہوتو یہ اللہ تعالیٰ کے قانون فطرت کی خلاف ورزی ہوگی۔اس نے دنیا کا نظام ہی ایسا رکھا ہے کہ ہر چیز یا ہر شخص یا ہر جماعت دوسری چیز یا شخص یا جماعت کے مقابلہ میں اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے جنگ کرتی رہے، اگر ایسا نہ ہوتا اور نیکی کو اللہ تعالیٰ اپنی حمایت میں لے کر بدی کے مقابلے میں کھڑا نہ کرتا تو نیکی کا نشان زمین پر باقی نہ رہتا۔بددین اور شریر لوگ جن کی ہر زمانہ میں کثرت رہی ہے تمام مقدس مقامات اور یادگاریں ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دیتے کوئی عبادت گاہ، تکیہ، خانقاہ، مسجد مدرسہ محفوظ نہ رہ سکتا بناء علیہ ضروری ہوا کہ بدی کی طاقتیں خواہ کتنی ہی مجتمع ہوجائیں قدرت کی طرف سے ایک وقت آئے جب نیکی کے مقدس ہاتھوں سے بدی کے حملوں کی مدافعت کرائی اور حق تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرنے والوں کی خود مدد فرما کر ان کو دشمنان حق وصداقت پر غالب کرے، بلاشبہ وہ ایسا قوی زبردست ہے کہ اس کی اعانت وامداد کے بعد ضعیف سے ضعیف چیز بڑی بڑی طاقتور ہستیوں کو شکست دے سکتی ہے۔

بہرحال اس وقت مسلمانوں کو ظالم کافروں کے مقابلے میں جہد قتال کی اجازت دینا اسی قانون قدرت کے تحت تھا۔

حضرت مولانا حکیم جمیل الدین بجنوری فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ پہلی آیت میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت دیتا ہے جس میں مان ومال دونوں کا خرچ ہے اس کے بعد قتال کے منافع بیان فرماتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قتال میں یہ منفعت ہے کہ اس کی وجہ سے عبادت گاہیں اور مدارس دینیہ ڈھادینے سے محفوظ ہوجاتے ہیں، اس سے یہ بات واضح طور سے ثابت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک مساجد ومعابد کی طرح مدارس دینیہ بھی نہایت ضروری الوجود اور مہتم بالشان ہیں جن کے حفظ وبقاء کے لئے جان ومال لٹادینا ذروۂ سنام اسلام ہے اور جب مدارس دینیہ کا ڈھادینا شعار کفر اور عنداللہ ایسا سنگین جرم ہے جس کی روک تھام کے لئے قتال فرض کیا جاتا ہے تو ان کا سنگ بنیاد رکھنا بالبداہت شعار اسلام اور مقتضائے ایمان وباعث رضائے رحمٰن جل وعلا شانہ ہوگا، گویا حق تعالیٰ اپنے دست قدرت سے مدارس دینیہ کا سنگ بنیاد رکھتا اور اس کو کانہ بنیان مرصوص بتاتا ہے۔

اسی طرح آیت مذکورہ سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہے کہ درس حدیث کے لئے مکان کو مخصوص کرلینا جس کو مدرسہ کہتے ہیں امور دینیہ اور شعار اسلام میں داخل ہے جیسے صوامع اور صلوٰۃ، پھر اس کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ

یعنی اگر ان مسلمانوں کو ہم زمین میں قوت اور حکومت دیدیں گے تو یہ لوگ قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف کریں گے اور نہی عن المنکر کریں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

''نہی متناول است جہاد را زیرا کہ اشد منکر کفر است، واشد نہی قتال ومتناول است اقامت حدود را ودفع مظالم را، وامر بمعروف متناول است احیاء علوم دینیہ را''

یعنی نہی متناول ہے جہاد کو کیوں کہ سب سے شدید منکر کفر ہے اور سب سے شدید نہی قتال ہے نیز نہی متناول ہے اقامت حدود کو اور مظالم کے دفع کو اور امر بالمعروف متناول ہے احیائے علوم دینیہ کو۔

پس اے حضرات علوم دینیہ کی درس وتدریس فرض ہے اس کے لئے کتب سماویہ نازل ہوئیں، ہزاروں انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے جہاد وقتال کا اذن وحکم دیا گیا، کفار اس معاملے میں سنگ راہ ہوئے، قتل کیا، آگ میں ڈالا، جلایا، ایذائیں دیں، سخت سخت تکلیفیں پہنچائیں فقر وفاقہ کا سامنا کرنا پڑا، عیش وعشرت کو خیرباد کہنا پڑا مگر وہ دین حق کے متوالے خدا کے سچے بندے تعلیم سے نہ رکے پر نہ رکے اور فرض تبلیغ وتعلیم ہمت وجوش وخروش سے ادا کرتے رہے، بس ایسے ضروری اور مہتم بالشان اور فرض قطعی کی مداومت ہر زمانہ میں اور ہر جگہ بطریق فرض کفایہ ہر شخص پر اشد ضروری ہے۔ ''وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ'' (الآیہ) تدریس وتعلیم کو فرض فرماتی ہے ''فَلَوۡلَا نَفَرَ'' (الآیہ) تعلم کو فرض کرتی ہے ''یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ'' (الآیہ) بَلِّغُوۡا عَنِّیۡ وَلَوۡ آیہ'' ''الا فلیبلغ الشاھد الغائب'' ''طلب العلم فریضۃ علی کل مُسلم'' انما شفاء العی السوال'' وغیرہ وغیرہ قرآن وحدیث اس مضمون سے مالا مال ہیں۔

بالجملہ درس وتدریس کے سلسلہ کو جاری رکھنا ہر زمانہ میں مسلمانوں پر واجب ہے، جن خوش نصیب مسلمانوں کو ایسی حکومت میسر ہوجائے جو سلسلہ تعلیم تعلم کے ابقاء کی خود متکفل ہو۔ ''فطوبیٰ لھم ثم طوبیٰ لھم'' اور جہاں حکومت کو اس کی طرف التفات نہ ہو وہاں بطور خود مسلمانوں کو اس سلسلہ کے باقی رکھنے کا انتظام واجب ہے اور یہ موقوف ہے تعاون وتناصر پر تو یہ بھی بمقتضائے ''تعاونوا علی البر والتقویٰ'' واجب اور ضروری ہے دواما اور اس تعاون کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ ایک پڑھاتا ہے ایک چندہ دیتا ہے، ایک وصول کرتا ہے ایک جمع کرکے صحیح مصرف میں خرچ کرتا ہے۔'' وھلم جرا الی خدمات المدارس الاسلامیہ وفقنا اللہ وایاکم''

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں آیت ''کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَہُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ'' (سورۃ البقرہ:۲۱۶) کے تحت فرماتے ہیں۔

جہاد کی فضیلت تمام نیکیوں میں اس وجہ سے ہے کہ وہ اشاعت اسلام اور ہدایت خلق کا سبب ہے پس جو شخص ان کی کوشش سے ہدایت پائے گا اس کی حسنات بھی ان مجاہدین کی حسنات میں داخل ہوں گی اور اس سے زائد افضل علوم ظاہرہ اور علوم باطنہ کی تعلیم ہے (جن کا ذریعہ مدارس اور خانقاہ ہیں)

اس لئے کہ اس میں حقیقت اسلام کی اشاعت زیادہ ہے۔

ظاہر ہے کہ علوم ظاہرہ وباطنہ کی تعلیم مدارس اور خانقاہ میں ہوتی ہے، پس مدارس اور خانقاہ تمام نیکیوں حتی کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ''تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات'' کے صفحہ نمبر ۱۳ پر لکھا ہے کہ:

جب مظاہر علوم کے دار الطلبہ قدیم کی تعمیر کا سلسلہ چل رہا تھا تو مدرسہ کے چندہ کی اپیل جو مظاہر علوم کے ۱۳۴۸ھ کی روداد میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی لکھی ہوئی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

میں اس اشتہار کے مضمون میں موافق ہوں، دار الطلبہ اس وقت باقیات صالحات کے افضل افراد سے ہے، حدیث صحیح میں باقیات صالحات سے جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ او بیتا لابن السبیل بناہ، اور ظاہر ہے کہ طلبہ ابن السبیل یقیناً ہیں بلکہ سب ابناء السبیل سے افضل ہیں کیوں کہ یہ لوگ سبیل اللہ میں ہیں، جب مطلق سبیل والوں کی اعانت میں یہ فضیلت ہے تو

سبیل اللہ والوں کی خدمت میں کیا کچھ فضیلت ہوگی، پھر غور کرنا چاہئے کہ سبیل اللہ کے سب افراد میں مطلقاً بھی اور خصوص اس وقت میں علوم دینیہ کی سخت ضرورت ہے اوراس کی کمی سے سخت مضرتیں واقع ہیں، خاص اس سبیل اللہ یعنی تحصیل وتکمیل علوم دینیہ میں سب سے زیادہ فضیلت ہے، پس بالضرور دارالطلبہ بنانا اس وقت اس خاص حیثیت سے سب باقیات صالحات سے افضل ہے، امید ہے کہ اہل اسلام اپنی اپنی استطاعت کے موافق اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے اور بلالحاظ قلیل وکثیر کے امداد فرمائیں گے۔والسلام علیٰ من التبع الهدیٰ۔

العبد اشرف علی تھانوی

بے شک حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مسلمہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے نہایت مناسب اور ضروری ہے۔العبد عبدالرحیم عفی عنہ

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو تحریر فرمایا ہے حق اور صواب ہے۔

العبد محمود عفی عنہ

اور تسہیل قصد السبیل صفحہ ۲۹ پر فرماتے ہیں کہ: بعد حاصل ہونے نسبت باطنی کے، پڑھانے، وعظ کہنے، کتابیں تصنیف کرنے میں کچھ حرج نہیں، بلکہ علم دین کی خدمت کرنا سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔

حقوق العلم صفحہ نمبر ۱۵ پر فرماتے ہیں۔

اس میں تو ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت مدارس علوم دینیہ کا وجود مسلمانوں کے لئے ایک ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں، دنیا میں اگر اس وقت اسلام کے بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں۔

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب دامت برکاتہم اصول تبلیغ صفحہ ۴۹ پر فرماتے ہیں کہ تبلیغ اور امر بالمعروف میں ہمارے لئے ثمرہ مقصود نہیں، اصل مقصود رضائے حق ہے جس کا طریق عمل اور سعی ہے اور جس کو اس آیت میں حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ (الآیہ، سورۃ النحل ۱۲۵)

جس کے تین طریق ہیں حکمت کے ساتھ دعوت دینا یعنی حق کے اثبات میں دلائل پیش کرنا دوسرے خصم کے باطل دعویٰ کا مجادلہ حسنہ کے ساتھ ابطال کرنا جس کے لئے خاصے علوم کی ضرورت ہوتی ہے اور ان علوم کی تحصیل کا طریق اور ان کا محل مدارس دینیہ ہیں کہ بدوں ان تعلیمات برہانی کے یہ طریق حکمت جس کا حکم "اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ" میں ہے تبلیغ ہوسکتی ہے، وامر بالمعروف اس لئے مدارس کا وجود اور ان کا بقا نہایت ضروری ہے کہ وہ تمام شعبہ ہائے تبلیغ کا اصل ہے اور فرض کی اعانت فرض ہوتی ہے۔"تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ" (الآیہ) اس کی دلیل ہے، اس لئے مدارس عربیہ کی اعانت کہ وہ تبلیغ کا اہم شعبہ ہے حسب قدرت فرض اس میں اپنے وہ بچے جو ذہین اور سمجھ داروں ان کی تعلیم دین میں لگانا بھی بہ نیت اشاعت دین فرض وضروری ہے اور یہ بھی منجملہ تبلیغ ہے اور والدین کے حق میں صدقہ جاریہ ہے۔

دوسرا طریق تبلیغ وامر بالمعروف موعظت حسنہ ہے اور وہ خطاب عام علماء ہی کا حق ہے اور عالم ہونا بدوں درس وتدریس فی زمانہ نا عادت ممکن نہیں، اس لئے بھی اس حق تبلیغ کو ادا کرنے کے لئے مدارس کا قیام ان کی ترقی بالوجہ الاتم فرض ہے، غرض یہ کہ مدارس عربیہ سے کسی وقت بھی عدم اعتناء واستغناء نہیں ہوسکتا۔

پس علماء کی ایک جماعت کثیرہ ایسی ہو کہ جو بہ خلوص نیت تبلیغ درس وتدریس میں جم کر مشغول رہیں، جس پر دلیل "فَلَوۡلَا نَفَرَ" (الآیہ) اور "لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِی الۡاَرۡضِ" ہے۔

اور صفحہ نمبر ۳۷ پر فرماتے ہیں۔

ایک جماعت کثیر کا مذہب اسلام کا علم بہ ذریعہ درس وتدریس بزبان عربی تعلق وتبحر کے ساتھ حاصل کرتے رہنا ضروری ہے، کیوں کہ پورا علم مدلل ومبرہن مذہب اسلام عربی ہی کے اندر ہے اور تبلیغ کے لئے متردین اہل فلسفہ واہل سائنس اور مبتلائے اغلاط مسلمانان نیز مخالفین ومنکرین اسلام کفار ومشرکین کے لئے اپنے مذہب سے پوری واقفیت بدلائل نقلاً وعقلاً جواب تحقیقی کے لئے

ضروری ہے، بدوں اس طرح واقفیت کے تبلیغ ناقص بلکہ ضعیف اور غیروں میں محال ہوگی اور بدوں اس نظام موجودہ بصورت مدارس عربیہ اس طرح علم کا حاصل ہونا عادتاً ناممکن ہے، لہٰذا مدارس عربیہ کا بقاو استحکام اس بنا پر مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے، واجب اور ضروری ہوگا اور ان کی اعانت لازم اور اعراض سخت مضر اور معصیت کبیرہ کا ارتکاب ہوگا۔

دلیل، پ ۱۴، آخر اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" (النحل: ۱۲۵) (ترجمان بیان القرآن) یعنی اپنے رب کی راہ (یعنی دین) کی طرف لوگوں کو علم کی باتوں کے ذریعہ سے (جن سے مقصود اثبات مدعا ہے) اور اچھی اچھی نصیحتوں کے ذریعہ (جن سے مقصود ترغیب وترہیب کہ ترقیق قلب ہوتا ہے) بلائیے (اگر بحث آپڑے تو) (ان کے ساتھ اچھے طریقے سے) (کہ جس میں شدت وخشونت نہ ہو) بحث کیجئے، بس اتنا کام آپ کا ہے، تبلیغ کے بعد اصرار نہیں۔

حکمت سے مراد یہ ہے کہ اپنے مقصد کا اثبات عقلاً ونقلاً ہو اور مجادلہ احسن سے مراد یہ ہے کہ مخالف کے دعویٰ کا ابطال خوش اسلوبی کے ساتھ ہو کہ مخالف کو رنج اور کلفت نہ ہو اور یہ طریق بدوں مدارس عربیہ میں تفصیلی منقولات معقولات پڑھے حاصل نہیں ہوسکتا اور حق کا اثبات اور باطل کا ابطال اشاعت اسلام وتبلیغ حق کے لئے لازم ہے۔

لہٰذا مدارس عربیہ کا وجود وبقا اور استحکام لازم، کہ لازم کا لازم لازم ہوتا ہے، پس مدارس عربیہ میں مسلمان لڑکوں کا تعلیم حاصل کرنا فرض اور ان کی مالی اعانت بھی لازم اور ان سے اعراض وغفلت تبلیغ کے بہت بڑے اہم فریضہ سے غفلت اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوگا۔

اور حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

قافلوں یعنی وفود تبلیغ کو نصیحت کی جائے، کہ اگر حضرات علماء توجہ میں کمی کریں تو ان کے دلوں میں اعتراض نہ آنے پائے بلکہ یہ سمجھ لیں کہ علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں، وہ راتوں کو بھی خدمت علم میں مشغول رہتے ہیں جب کہ دوسرے آرام کی نیند سوتے ہیں اور ان کی عدم توجہ کو اپنی کوتاہی پر محمول کریں کہ ہم نے ان کے پاس آمد ورفت میں کمی کی ہے اس لئے وہ ہم سے زیادہ ان لوگوں پر متوجہ ہیں جو سالہا سال کے لئے ان کے پاس آپڑے ہیں۔ (ملفوظات صفحہ ۵۵ ملفوظ ۵۴)

بہر حال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء ربانی کے ارشادات اور تاریخ اور مشاہدہ سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ مدارس وخوانق انسانی زندگی کے علمی وعملی، انفرادی واجتماعی، ظاہری وباطنی، خصوصی وعمومی تمام شعبوں کی مکمل اصلاح کے لئے ضروری اور اس کے ضامن اور ذریعہ ہیں۔

ہر قسم کی خدمات اسلامیہ ودینیہ وکارکردگی کے اعتبار سے ارفع بھی ہیں اور انفع بھی اہم بھی ہیں اور اتم بھی ہیں اور اعظم بھی اور اعلیٰ بھی ہیں افضل بھی اور بر تقدیر صحت تبلیغی جماعت کا فائدہ حد درجہ ناقص اور قاصر اور بالکل نامکمل اور صرف جزوی عمومی ہونے کی وجہ سے ان اہم اور اتم اور افضل خدمات اسلامیہ سے افضل ہونا تو دور رہا، ہم پلہ بھی ہونا مشکل ہے اور کسی طریقہ تبلیغ کے بدعت ثابت ہوجانے کے بعد تو پھر اس کا ذکر ہی عبث ہے۔ پس یہ کہنا کیوں کر درست ہے کہ:

اس حیثیت سے کہ تبلیغ کا فائدہ عمومی ہے اور مدارس وخوانق کا فائدہ خصوصی ہے، لہٰذا اس کا (مروجہ تبلیغ کا) فائدہ ان دونوں سے زیادہ اہم اور اتم ہے۔ (اعتراضات وجوابات صفحہ نمبر ۵۱)

اور یہ عمومی اور ضروری کام (مروجہ تبلیغ کا کام) بعض وجہ سے (یعنی عمومی) ہونے کی وجہ سے ۱۲ ناقل) مدارس اور خانقاہوں سے افضل ہے۔ (تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۵)

اور یہ کہنا کیوں غلط نہیں کہ:

بغیر مدرسہ وکتاب کے (بطرز مروج جزوی اور نامکمل ۱۲ ناقل) زبانی دین سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کرنا اور اپنی زندگی کو اس کے لئے وقت کردینا یہی نبیوں والا کام ہے (یعنی سنت ہے، ناقل ۱۲) باقی کام (یعنی مدرسہ اور کتاب

مجالس وعظ وارشاد اور تصنیف وتالیف وغیرہ، ناقل ۱۲) ضمناً وطبعاً (تبعاً) عمل میں آیا مگر دین سیکھنے کے (یہ مذکورہ) جو دوسرے طریقے ہیں ان کو ناجائز کہنا جائز نہیں۔

(یعنی مباح ہیں، ناقل ۱۲)

(کیا تبلیغی کام ضروری ہے)

اور اہم اور اتم مشاغل وخدمات دینیہ میں مشغول حضرات علمائے کرام کو جو اس جماعت تبلیغیہ مروجہ میں شریک نہیں، منافقین کی شان میں نازل شدہ آیت قرآنیہ کا مصداق قرار دینا اور جہنمی بتانا کہاں تک صحیح ہے، جیسا کہ کتاب، کیا تبلیغی کام ضروری ہے کہ صفحہ نمبر ۹، ۴۷ پر ہے کہ:

اب تک علماء نے اس تحریک میں پورے طور پر حصہ نہیں لیا، میرے خیال میں یہ اس قسم کی غلطی ہے جس کی قرآن نے نشاندہی کی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ.

پوری آیت یہ ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (سورۃ البقرہ:۲۰٦)

جس کا ترجمہ مع تفسیر یہ ہے۔

(اور اس مخالفت وایذارسانی کے ساتھ مغرور اس درجہ ہے کہ) جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کر (تو اس سے نخوت کرتا ہے اور وہ) نخوت اس کو اس گناہ پر (دونا) آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری آرام گاہ ہے۔ (بیان القرآن)

اور یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ:

اس دور میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے کا واحد ذریعہ یہی تبلیغ ہے۔

(اعتراضات کے جوابات، صفحہ ۸۹)

اور یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ:

ایک تبلیغی سفر کا وہ فائدہ ہے جو مدارس اور خانقاہوں کے مہینوں کے قیام میں نہیں (کیا تبلیغی کام ضروری ہے، صفحہ ۱۵، حصہ سوم)

اور یہ کہنا کہاں تک روا ہے کہ:

یہ (تبلیغی جماعت) ایسا ادب اور سلیقہ پیدا کر دیتی ہے جو دینی مدارس کے طلباء اور خانقاہوں کے اہل ارادت میں کم دیکھا جاتا ہے۔

(کیا تبلیغی کام ضروری ہے، صفحہ ۱۵، حصہ سوم)

اور یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ:

دین کی فکر اور آخرت کی رغبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے تبلیغی جماعت سے بہتر کام کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ (ص، ۸۷، حصہ اول)

اور یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ:

اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لئے یہ ادارے (مدارس اور خانقاہیں) کافی نہیں (کیا تبلیغی کام ضروری ہے)

اور یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ:

یہ جماعت ہدایت کے لئے ایک ایسا معجون مرکب ہے کہ اس کے بعد پھر کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (ص، ۳۴)

اور عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہوسکتا اور یہ کہنا کہاں تک مناسب ہے کہ:

دین پھیلانے کی کوشش (جماعت تبلیغی کے تحت) کے دوران ذکر کا ثواب گھر بیٹھنے یا خانقاہ میں ذکر کرنے سے کہیں زیادہ ہے۔ (ص، ۹۸)

میں تبلیغ (مروجہ) کو اتنا ہی ضروری سمجھتا ہوں جتنا اصلاح نفس۔

(اعتراضات کے جوابات، ص، ۱۲۳)

اور یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ:

جب انگریز سو سال پہلے آئے تو انہوں نے اپنی تمام تدبیروں سے اسلام اور اسلام کے قوانین کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے اعتبار سے دل میں یہ بات ڈالی کہ مدارس قائم کئے جائیں، چنانچہ اس وقت اکابر نے مدرسہ کے قائم کرنے پر اتنا زور لگایا کہ ہر ہر مقام اور ہر ہر جگہ پر مدارس قائم کئے۔ دارالعلوم دیوبند اور سہارنپور میں مظاہر العلوم، امروہہ میں مدرسہ شاہی اور دہلی کے آس پاس میں یہ تمام مدارس اسی زمانہ کے قائم کردہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مدد تھی کہ جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے دین میں پوری پوری کامیابی دی ورنہ چونکہ وہ دور انگریزی حکومت کا تھا اس لئے وہ دین کو پورا ڈبونے کی فکر اور کوشش میں تھے لیکن پوری طرح وہ کامیاب نہ ہوسکے چونکہ ان کے پاس حکومت تھی، مال دولت تھی اس لئے اگرچہ بزرگان دین کی محنت کی وجہ سے

پوری طرح قابو نہ پاسکے لیکن سو سال کے بعد نوجوانوں کے مزاجوں کو مسخ ضرور کر دی، رفتہ رفتہ ہمارے نوجوان اور جاہل سب متاثر ہو گئے جس کے اثرات آج بھی نظر آرہے ہیں اور یہ اثرات دن بدہ دن بڑھتے ہی جارہے ہیں اور حالات بدلتے جارہے ہیں، اس مرض کا علاج اب سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے اس تبلیغ (تبلیغی جماعت) سے کیا ہے۔ اللہ جل شانہ کے اس علاج کی قدر دانی یہ ہے کہ ہم اس علاج کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائیں۔ (کیا تبلیغی کام ضروری ہے، صفحہ ۱۳۹)

مقام غور ہے کہ انگریز ہندوستان میں سو سال تک حاکم رہے اور ۵۷ھ میں انگریزوں کے مکمل اقتدار کے ٹھیک دس سال بعد انگریزوں کے اسلام اور قوانین اسلام کو مٹانے کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور و دیگر مدارس کی بنیاد پڑی اور اس وقت کے اعتبار سے نہیں بلکہ ہر وقت کے اعتبار سے، کیوں کہ خیر القرون سے لے کر آج تک مدارس ہی اسلام کی بقا و تحفظ کے ضامن رہے ہیں جیسا کہ اوپر مدارس کے تسلسل و توارث کا ذکر کیا گیا ہے۔ حکومت انگریزی کے متوازی مدارس بھی اپنا کام کرتے رہے، سو سال بعد انگریز چلے بھی گئے لیکن مدارس باقی ہیں، نہ صرف مدارس مذکورہ بلکہ ان کے فیض و برکت سے ملک ہندوستان میں مدارس کا جال بچھ گیا ہے اور یوما فیوما ان کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ گو اس مضمون میں اس بات کا اعتراف بھی ہے کہ "یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مدد تھی کہ جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے دین میں پوری کامیابی دی" مگر کہا یہ جارہا ہے کہ انگریزوں نے سو سال بعد نوجوانوں کے مزاجوں کو مسخ ضرور کر دیا اور نوجوان اور جاہل سب متاثر ہو گئے اور یہ اثرات دن بہ دن بڑھتے جارہے ہیں، پھر معلوم نہیں کامیابی کا ذکر طفل تسلی کے لئے ہے یا واقعی پوری کامیابی ہوئی، لیکن وہ صرف چند گھنٹوں یا دنوں تک رہی، اس لئے کہ آگے ارشاد ہے کہ اب اس مرض کا علاج سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے اس تبلیغی جماعت سے کیا ہے۔ اللہ جل شانہ کے اس علاج کی قدر دانی یہ ہے کہ اس علاج کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائیں، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مدارس اب اس کے علاج میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے، لہٰذا وہ بیکار، بے فیض، بے اثر اور غیر مفید ہیں۔ اب ہمہ تن تبلیغی جماعت کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔

اس کے بعد اب مشاہدہ اور تاریخ "خصوصاً تاریخ دیوبند" خصوص در خصوص دارالعلوم کی زندگی کی صد سالہ اس رپورٹ کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کہ دارالعلوم اور اس کے فیض سے جاری ہونے والے ہزاروں مدارس اور بزرگان دین کی محنتوں سے انگریزوں کی لائی ہوئی لامذہبیت اور دہریت اور ہر قسم کی جہالتوں اور گمراہیوں کا خاتمہ ہوا اور ملک ہندوستان نور علم و دین سے جگمگا اٹھا۔

اور یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ:

کیا یہ بات (یعنی اجتماع) ان کے (تبلیغی جماعت) کے دینی درد اور فکر کی نشاندہی بھی نہیں کرتی، آرام دہ کمرے میں بیٹھ کر علم واستدلال کی زبان میں گفتگو کر لینا یا کوئی تحقیقی یا تنقیدی، تعمیری یا تخریبی مضمون مرتب کر لینا اور بات ہے اور آرام و آسائش کو دین کے نام پر خیر باد کہہ کر گاؤں گاؤں، قریہ قریہ مارے مارے پھرنا اور بات ہے۔

(ماہنامہ نظام جدید کانپور، فروری ۷۹ء)

اور حقائق سے اغماض اور ہدایت کا انکار کرتے ہوئے یہ اشتعال انگیز بات کہنا کہاں تک سچ ہے کہ آج صلحاء موجود تھے، علماء موجود تھے، اصلاح کے لئے بزرگان دین موجود تھے، جن مسائل کی ضرورت سامنے آتی ان مسائل کو بتلانے کے لئے مفتیان دین بھی موجود تھے۔ دینی علوم کے حاصل کرنے کے لئے مدارس عربیہ بھی موجود تھے لیکن اگر کوئی چیز نہیں تھی تو وہ یہی تھی کہ عوام کا ان حضرات سے تعلق نہ تھا۔ مدارس کی کمی نہ تھی لیکن عوام اپنے بچوں کو مدارس میں بھیج کر ملا بنانے کے لئے تیار نہیں تھے۔ صلحاء موجود تھے، لیکن کوئی علماء کی قدر و منزلت کرنے والے نہ تھے، مفتیان دین بھی موجود تھے لیکن کوئی بھی اپنی زندگی میں ضروری آنے والے مسائل کو پوچھنے کے لئے تیار نہ تھے، سب اپنے آپ کو آزاد سمجھتے تھے اور سب دین کے اعتبار سے آزاد تھے، خدائے پاک اور رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی پابندی سے بالکل آزاد تھے، ہر جگہ آزادی اور مغربی ذہنیت نے ان کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اگر مذہب اسلام اور خدا اور رسول کی پابندی کا شوق کسی نے پیدا کیا ہے تو وہ یہی تبلیغی جماعت ہے، اس تبلیغی جماعت کی وجہ سے آج مدارس کی پوچھ ہوئی، صلحا کی ضرورت محسوس کی گئی، اپنی زندگیوں کو پابندی سے گزارنے کے لئے مسائل کی ضرورت محسوس کی گئی اور اسی جماعت کی بدولت علماء کی بھی قدر و منزلت ہوئی اور عوام نے اپنے بچوں کو بجائے دنیاوی علوم پڑھانے کے مدارس اسلامیہ میں پڑھا کر ملا بنانے میں بڑا فخر محسوس کیا۔ (کیا تبلیغی کام ضروری ہے، صفحہ ۴۵)

اے یارو! ذرا انصاف کرو، کیا یہ سچ ہے؟ کیا بداہت اور مشاہدہ کا انکار نہیں ہے؟ کیا یہ تاریخ کے ساتھ خیانت نہیں ہے؟ کیا دیوبند کا دارالعلوم، سہارنپور کا مظاہر علوم، مرادآباد کا مدرسہ قاسمیہ شاہی، امروہہ کا مدرسہ جامعہ عربیہ، دہلی کا مدرسہ امینیہ و فتحپوری، کانپور کا جامع العلوم، لکھنؤ کا دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دارالمبلغین، مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ کے دارالعلوم اور مفتاح العلوم، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کا احیاء العلوم و دیگر سینکڑوں بڑے بڑے اور ہزاروں چھوٹے چھوٹے ملک میں پھیلے ہوئے مدرسے خالی پڑے ہوئے تھے؟

صرف ان کی دیواریں کھڑی تھیں، اندر ہو کا عالم تھا؟ جب تبلیغی جماعت آئی ہے تب ان مدرسوں میں طلباء آئے ہیں، مفتیان عظام ایسے ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے، کوئی فتویٰ پوچھنے والا نہ تھا، جب تبلیغی جماعت آئی ہے تب فتویٰ دینے کی نوبت آئی ہے، خانقاہیں بالکل ویران اور سنسان پڑی تھیں، جب تبلیغی جماعت آئی ہے تب مرید لوگ آئے ہیں۔

مقدس بزرگان ملت و ربانی و حقانی حضرات علماء دین کا خلوص کچھ کام نہ آیا، ان کی للّٰہیت و دلسوزی، محنت و مشقت، شبانہ روز کی خدمات و مساعی کا کچھ اثر نہ ہوا۔

دارالعلوم دیوبند کے ۶۵ ہزار مستفیدین میں سے ۷۴۱۷ فضلاء ۵۳۶ مشائخ طریقت ۱۱۶۴ مصنفین، ۱۷۸۴ مفتی، ۱۵۴۰ مناظر، ۴۲۸۸ خطیب و مبلغ اور ۲۶۹۲۱۵ فتاووں کا اجراء اسی طرح مظاہر علوم کے چھتیس ہزار مستفیدین میں تین ہزار آٹھ سو کتالیس فضلاء اور اٹھہتر ہزار چوراسی فتاووں کا اجراء افسانہ اور غلط دعاوی ہیں۔ ان مدرسوں کی کارکردگی کی صد سالہ رپورٹ کی تفصیل جھوٹ کا پلندہ ہے یا پھر ان کا وجود اور عدم برابر تھا، سب بے چارے کس مپرسی اور بے بسی کے عالم میں اتنی طویل مدت تک پڑے رہے نہ ان سے کوئی پڑھنے والا تھا، نہ فتویٰ پوچھنے والا نہ کوئی ان کا وعظ سننے والا تھا یا صرف چند گھنٹوں تک ان کا اثر محدود رہا اور ہوا کر ختم ہو گیا۔

ان کی پوچھ کچھ تبلیغی جماعت کی بدولت ہوئی اور مولانا الیاس صاحبؒ جو مدرسہ اور علم کی طرف آئے وہ بھی اسی جماعت کی وجہ سے شیخ الحدیث آئے تو اسی جماعت کی وجہ سے، ان کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا گنگوہی حضرت حاجی صاحب اور مولانا تھانوی اسی طرح اس زمانہ کے اور ان حضرات کے پہلے اور بعد کے ہزاروں علماء و مشائخ مدرسوں میں سب اسی جماعت کی وجہ سے آئے، یہ سب کام صرف ایک نوزائیدہ جماعت تبلیغی کی چند دنوں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ بھلا اس جھوٹ کی کوئی حد ہے؟ کیا یہ ناواقف اور سادہ لوح عوام کی آنکھ میں دھول جھونکنا نہیں ہے؟

تنہا حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پورے ملک کے لاکھوں مستفید ہونا سینکڑوں کا خلفا ہونا، دور و نزدیک پہنچ کر اپنے مواعظ حسنہ سے عوام و خواص کو مستفید کرنا، اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کا فیض عام ہونا، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت سے مریدوں اور خلفاء کا چھوڑنا ابھی کل کی بات ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ خلیفہ حضرت رائے پوری اور حضرت تھانویؒ کے خلفاء حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری ثم الٰہ آبادی اور حضرت مولانا احمد حسن صاحب امرتسریؒ وغیرہ پھر ان کے خلفا کے فیوض و برکات سے مجموعی طور پر لاکھوں لاکھ کا مستفیض ہونا تو آج ہی کی بات ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے مستقبل، بیسیوں مبلغین اور مناظرین اور غیر مستقل مناظرین مثلاً رئیس المناظرین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ چاند پوری، امام المناظرین حضرت امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحبؒ لکھنوی، سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا

وجادلہم بالتی ہی احسن کا چربہ اور نمونہ بن کر مناظرہ کرنا اور بہت سے واعظین ومقررین کا شہر شہر قصبہ قصبہ گاؤں گاؤں پہنچ کر وعظ وتقریر کرنا اور پورے ملک میں جلسوں کا ہونا کسی سے مخفی ہے؟ جس کے نتیجے میں کروڑوں عوام کی علمی وعملی اصلاح ہونا شرک وبدعت سے تائب ہونا، تعزیہ داری وغیرہ کو ترک کردینا، نمازیوں اور روزہ داروں کی تعداد کا بڑھ جانا، بکثرت مسجدوں کا بن جانا بالکل ظاہر نہیں ہے، جس کی تفصیل اوپر کی جاچکی ہے اور محتاج بیان نہیں۔

تو یہ کیسے مان لیا جائے کہ مدرسین اور مدارس اور خانقاہوں اور علماء ومشائخ نے کچھ نہیں کیا، بس جو کچھ کیا تبلیغی جماعت نے کیا۔

کیا یہ مدارس اور خانقاہوں اور علماء ومشائخ کی کوششوں کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش نہیں ہے اور علماء اور علماء کی کوششوں کی تنقیص وتحقیر، تنفر وتحفیر اور ان کی کوششوں کو بے وقعت کرکے دلوں سے عظمت نکال دینے کی باتیں نہیں ہیں۔

> عوام کے معتمد علیہ (جماعت کے افراد نہیں) ذمہ داروں کی تصنیفات میں جب علماء اور علماء کی کوششوں اور مدارس اور خانقاہوں کے بے وقعت اور حقیر بنادینے اور اس کے مقابلے میں تبلیغی جماعت کی افضلیت اور برتری باور کرانے کی باتیں لوگ پڑھیں گے اور انہیں کتابوں میں ان کو محدود کردیا جائے گا اور مدت دراز تک اسی کی تبلیغ کی جائے گی اور اس قسم کی باتوں کے سننے اور سنانے کی مشق کرائی جائے گی تو کیا عوام کے دلوں میں علماء اور اور علماء کی کوششوں، مدارس اور خانقاہوں کی وقعت اور عظمت باقی رہ جائے گی؟

چنانچہ اس کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ ہوا، اور عوام اور جہلاء عام طور پر علماء اور مدارس اور خانقاہوں پر آزادی کے ساتھ تنقید اور اعتراض کرنے لگے، تنقیص وتحقیر کے کلمات ان کی زبانوں پر آنے لگے۔ مختلف انداز سے علماء کرام اور مدارس کا استخفاف کرنے لگے خود علماء کی فتویٰ تقریریں سننے سے اعراض اور ان کی تقریروں کا سبکی کے ساتھ ذکر کرنے لگے، ان کے مواعظ وتذکرہ سے گریز اور مخالفانہ رویہ اختیار کرنے لگے۔

اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دلی تمنا اور اہم مقصد کے خلاف باوجود حضرت کی بہت زیادہ تاکید وتنبیہ کے جو کہ حضرت موصوف کے ملفوظات سے ظاہر ہے علماء مشائخ سے بے تعلق اور کٹ کٹ کر علیحدہ ہونے لگے گویا جماعت میں شرکت علماء ومشائخ سے رفض کے ہم معنی ہوگئی۔

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

خود حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے اعتراف فرمایا کہ: یہ اعتراض بھی بہت کثرت سے آرہا ہے کہ تبلیغ والے علماء کی اہانت کرتے ہیں۔ (اعتراضات وجوابات، ص ۲۳)

جماعت کے جاہل مقررین اور حامی اپنی اجتماعی تقریروں اور نجی مجلسوں میں اور عام گفتگوؤں میں کہنے لگے کہ علماء ذہنی عیاشی میں مبتلا ہیں، یا اللہ ان مدرسوں اور خانقاہوں کو تباہ کردے جیسے انہوں نے دین کو تباہ کیا ہے، خدا برا کرے ان لوگوں کا جنہوں نے دین کو مدرسوں اور خانقاہوں میں محدود کردیا ہے، ہمیں کہنے دیجئے کہ علماء قصور کررہے ہیں، یہ دین کے کام کے لئے نہیں نکلتے، ملازمتوں کا بہانہ بناتے ہیں، ان کو خدا پر بھروسہ نہیں، جب ان علماء کو باہر نکلنے کی دعوت دی جاتی ہے تو ان کو حقوق یاد آنے لگتے ہیں، یہ علماء ومشائخ لوگوں کو رہبانیت کی تعلیم دے رہے ہیں، ان علماء سے مدرسہ میں بیٹھے پڑھ والو، فتوے حاصل کرلو، تقریریں رات بھر کرالو، مگر انبیاء علیہم السلام کا جو کام ہے گھر چھوڑ کر چلے لگانا تو یہ ان کے بس کا روگ ہی نہیں، کام ہم کررہے ہیں، ہم امیر ہوتے ہیں، علماء ہمارے بستر ڈھوتے ہیں، علماء تبلیغی جماعت کی ترقی دیکھ کر حسد میں مرے جارہے ہیں، علماء درحقیقت اپنی پوجا کرانا چاہتے ہیں، علماء بس پیٹ پال رہے ہیں، انڈے اور پراٹھے میں مست ہیں، ان کا کام یہ ہے صدقہ، خیرات، زکوۃ چندہ مانگ مانگ کر مدرسوں میں بیٹھ کر حرام کمائیں۔ علماء سوچتے ہیں کہ اگر جماعت کامیاب ہوگئی اور عوام لوگ اس

میں شریک ہوگئے تو ہماری خدمت کرنے والے کم ہوجائیں گے، علماء سے تو تبلیغی جماعت ہزار درجہ بہتر ہے اپنا کھاتے ہیں، ان کی ناز برداری کیجئے۔ تبلیغی جماعت درحقیقت علماء و مبلغین کے منہ پر طمانچہ ہے جو تبلیغ دین کے لئے فرسٹ کلاس سے کم پر سفر نہیں کرتے (یہ تعریض حضرت مولانا سید ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند پر ہے) خانقاہوں میں کچھ نہیں رہ گیا ہے، خانقاہیں ویران ہیں، ان میں کتنے لوٹ رہے ہیں، ان میں باہم اختلاف ہے وغیرہ وغیرہ۔

غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ کے زمانہ میں غالباً کچھ اسی قسم کی صورتیں رونما ہوئی ہوں گی، جن کی وجہ سے متاثر اور منفعل ہوکر سیدنا غوث الاعظم نے حضرات علماء کا دفاع فرماتے ہوئے نہایت جلال آمیز انداز میں مدرسہ معمورہ میں یوم جمعہ ۷؍ ذی القعدہ ۵۴۵ھ میں بوقت صبح جلسۂ وعظ میں فرمایا۔

یامنافق طهر الله عز وجل الارض منک اما یکفیک نفاقک حتی تغتاب العلماء والاولیاء والصالحین تاکل لحومهم. انت واخوانک المنافقون مثلک عن قریب یاکل الدیدان السنتکم ولحومکم وتقطعکم وتمزقکم والارض تضمکم فتسحقکم وتقلبکم لافلاح لمن لایحسن ظنه لله عز وجل وبعباده الصالحین ویتواضع لهملم لاتتواضع لهم وهم الروساء والامراء من انت بالا ضافة الیهم. الحق عزوجل قد سلم الحل والربط الیهم. بهم تمطر السماء وتنبت الارض کل الخلق رعیتهم. کل واحد کالجبل لاتزعزعه ولاتحرکه ریاح الافات والمصائب لایتزعزعون من امکنة توحید هم ورضاهم عن مولاهم عز وجل طالبین لانفسهم ولغیرهم، توبوا الی الله عز وجل واعتذراو الیه واعترفوا بذُنُوبِکُم بینکم وبینه وتضرعوا بین یدیه ایش بین ایدیکم لو عرفتم لکنتم علی غیر ماانتم علیه تادبوا بین یدی لحق عز وجل کما کان یتادب من سبقکم انتم مخانیث ونساء بالاضافه الیهم شجاعتکم عند ما تامر کم به نفوسکم واهو یتکم وطباعکم الشجاعة فی الدین تکون فی قضاء حقوق الحق عز وجل لاتهینو بکلمات الحکماء والعلماء فان کلامهم دواء وکلماتهم ثمرة وحی الله عز وجل لیس بینکم نبی موجود بصورة حتی تتبعوه فاذا اتبعتم المتبعین للنّبی صلی الله علیه وسلم المحققین فی اتباعه فکانما قد اتبعتموه واذا رایتموهم فکانکم قد رایتموه اصحبوا العلماء المتقین فان صحبتکم لهم برکة علیکم ولاتصحبوا العلماء الذین لا یعملون یعلمهم فان صحبتکم لهم شئوم علیکم اذا صحبت من هو اکبر منک فی التقویٰ والعلم کانت صحبتک له برکة علیه واذا صحبت من هو اکبر منک فی السن لاتقویٰ له ولاعلم له کانت صحبتک له شئوماً علیکل اعمل للّٰه عز وجل ولاتعمل لغیره اترک له ولاتترک لغیره لان العمل لغیره کفر والترک لغیره ریاء من لا یعرف هذا ویعمل غیر هذا فهو فی هوس، عنقریب یاتی الموت ویقطع هوسک. (۱)

اے منافق! اللہ جل جلالہ زمین کو تجھ سے پاک کرے کیا تجھ کو تیرا نفاق کافی نہیں ہوتا کہ علماء صلحاء اور اولیاء کی غیبت کرکے ان کا گوشت کھاتا ہے تو اور تجھ جیسے تیرے منافق بھائی عنقریب کیڑوں کی غذا بنیں گے جو تمہاری زبانوں اور گوشت کو کھالیں گے اور تم سب کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کردیں گے اور زمین تم کو بھینچے گی پس تم کو پیس دے گی اور الٹ پلٹ کرے گی جو شخص اللہ جل جلالہ اور اس کے نیک بندوں کے ساتھ اچھا گمان نہیں رکھتا اور ان کے سامنے جھکتا نہیں اس کو فلاح نصیب نہیں ہوتی تو ان کے سامنے تواضع کیوں نہیں کرتا حالانکہ وہ تمام اہل دنیا کے سردار اور لشکر رعیت کے امیر ہیں تجھ کو ان سے نسبت ہی کیا، حق تعالیٰ نے باندھنا اور کھولنا ان کے حوالے کیا ہے، ان کی بدولت آسمان بارش برساتا ہے اور زمین روئیدگی لاتی ہے اور ساری مخلوق ان کی رعایا ہے، ان میں ہر شخص استقلال واستقامت میں پہاڑ کی طرح ہے کہ اس کو آفات ومصائب کی آندھیاں نہ ہلاسکتی ہیں، نہ جنبش دے سکتی ہیں، وہ اپنی توحید کے مقام سے ہلتے بھی نہیں اور نہ اپنے اور

دوسروں کے لئے اپنے مولیٰ کی خوشنودی کے طلب گار بننے سے ہٹتے ہیں، توبہ کرو اللہ کی جناب میں اور معذرت کرو اور اقرار کرو اپنے گناہوں کا اپنے اور اس کے درمیان خلوت میں اور اس کے حضور میں گڑگڑاؤ، دیکھو تمہارے سامنے کیا ہے اگر تم کو معرفت ہوتی تو ضرور تم اس کے خلاف دوسری حالت پر ہوتے جس پر آج ہو، باادب بنو، حق تعالیٰ کے سامنے جیسا کہ تمہارے اسلاف باادب رہتے تھے تم ان کے مقابلے میں ہیجڑے اور عورتیں ہو، پس تمہاری بہادری انہیں باتوں میں ہے جن کا تمہارے نفس اور تمہاری خواہشات نفسانیہ اور تمہاری طبیعتیں تم کو حکم دیتی ہیں، حالانکہ شجاعت دین میں اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں ہوا کرتی ہے، حکماء اور علماء کے کلام کو حقیر مت سمجھو کہ ان کا کلام دوا ہے۔ اور ان کے کلمات حق تعالیٰ کی وحی کا ثمرہ ہیں۔ آج تمہارے درمیان صورت نبی موجود نہیں ہیں کہ تم ان کا اتباع کرو مگر جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے والوں اور آپ کے حقیقی فرمانبرداروں کا اتباع کرو گے تو گویا تم نے نبی ہی کا اتباع کیا اور جب ان کو دیکھا تو گویا نبی ہی کو دیکھ لیا۔ پرہیز گار علماء کی صحبت اختیار کرو کہ تمہارا ان کی صحبت اختیار کرنا تمہارے لئے برکت ہے اور ان علماء کی صحبت مت اختیار کرو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے کہ تمہارا ان کی صحبت اختیار کرنا تم پر نحوست ہے جب تو اس کی صحبت اختیار کرے گا جو تجھ سے تقویٰ اور علم میں بڑا ہے تو یہ صحبت تیرے لئے برکت ہوگی اور جب تو ایسے کی صحبت اختیار کرے گا جو تجھ سے عمر میں بڑا ہے مگر نہ اس کے پاس تقویٰ ہے نہ علم تو یہ صحبت تیرے لئے منحوس ہوگی، عمل کر اللہ جل جلالہ کے لئے اور نہ عمل کر غیر اللہ کے لئے اللہ ہی کے لئے ترک کر، غیر اللہ کے لئے ترک نہ کر کیوں کہ غیر اللہ کے لئے کوئی نیک عمل کرنا کفر ہے اور غیر اللہ کے لئے کسی گناہ کا ترک کرنا ریاء ہے، جو شخص اس سے واقف نہ ہو اور اس کے سوا دوسری صورت کرے وہ مبتلائے ہوس ہے اور عنقریب موت آئے گی اور تیری ہوس کو کاٹ ڈالے گی۔

اللہ کی شان ہے چند دن چلّہ لگا کر پندار میں مبتلا عامی اور کندۂ ناتراش جاہل اور دین کی کامل و مکمل خدمت انجام دینے والے ربانی علماء کو عیب لگا دیں اور ان کو قصوروار بتا دیں۔

لقد عیر الطائی بالبخل مادر
وعیر قیسا ن الفهامة باقل

مادر (بخیل) حاتم جیسے سخی کو بخل کا عیب لگائے اور مشہور زمانہ زیرک و دانا قیس (فصیح) کو باقل (ناقص البیان) عیب لگائے۔

وطاولت الارضُ السماءَ سفاهةً
وفاخرت الشهبَ الحصی الجنادلُ

اور زمین از راہ بے وقوفی آسمان کے مقابلے میں زبان درازی کرتے ہوئے اپنے کو بڑا سمجھے اور جنگل کی ٹھیکریاں اور سنگریزے شہاب پر بڑائی چاہیں۔

قال السها لشمس انت خفيّةٌ
وقال الدجی لونک حائل

آسمان کا ایک بہت چھوٹا اور بہت مدھم روشنی والا ستارہ سہا سورج سے کہنے لگے کہ تو چھپا ہوا ہے اور کم روشنی رکھتا ہے۔
اور تاریکی شب سفیدۂ صبح سے کہنا شروع کرے کہ تیرا رنگ بہت سیاہ ہے۔

فیاموت زران الحیوٰة ذمیمة
ویانفس جدی ان دهرک ها زل

تو اے موت! تو اب زیارت کر (آجا) کیوں کہ زندگی بری ہوگئی ہے اور اے نفس سخاوت کر (مرجا) کیوں کہ زمانہ مسخرہ پن کر رہا ہے۔
فی الواقع جس زمانہ میں

بے خردے چندز خود بے خبر
خردہ گرفتند براہل ہنر

کا معاملہ ہونے لگے، ناکس اور بے ہنر لوگ اہل کرم اور ہنرمندوں پر بڑائی چاہنے لگیں اور دون اور کم ظرف، بلند اور عالی ظرفوں پر تفوق ظاہر کرنے لگیں تو ایسے زمانہ میں آدمی زندگی سے موت کو بہتر سمجھنے لگتا ہے، سچ کہا شاعر نے۔

اذا التحق الاسافل بالا عالی
فقد طابت منادمة المنایا

جیسا کہ حدیث جبریل میں علامات قیامت کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد رسول "یتطاولون فی البنیان" یعنی اہل بادیہ فاقہ مست بکری چرانے والے بلند بلند عمارتیں بنانے لگیں گے کے تحت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

فهو اشارة الى تغلب الاراذل وتذلل الاشراف وتولى الرياسة من لا يستحقها والمعنى ان اهل البادية يتكبرون على العباد والزهاد وحاصل الكلام ان انقلاب الدنيا من النظام يوذن فلاعيش الاعيش الأخرة عند العقلاء الكرام.

(ج،ا،ص:۵۶،دار احیاء)

یہ اشارہ ہے اس طرف کہ اراذل غالب ہوجائیں گے اور اشراف ذلیل ہوجائیں گے اور ریاست کے متولی وہ ہوجائیں گے جو اس کے مستحق نہ ہوں گے معنی یہ کہ یہ جاہل دیہاتی اور جنگلی عباد وزہاد پر تکبر اور فخر کریں گے اور حاصل کلام یہ کہ نظام دنیا کا یہ انقلاب بہ بانگ بلند یہ اعلان کرے گا کہ یہ دنیا اب عقلاء کرام کے نزدیک رہنے کے لائق نہیں ہے، بس آخرت ہی کی زندگی زندگی ہے۔

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جن بزرگوں کی ذوات مقدسہ مجسم تبلیغ ہوں، اتباع سنت کی سچی تصویر ہوں، شریعت مطہرہ کے چربہ ونمونہ ہوں۔ جن کی خواب وبیداری، محیا وممات نشست وبرخاست، رفتار وگفتار، وضع قطع، غرضیکہ جملہ حرکات وسکنات قدوہ اور نمونہ بنانے کے قابل ہوں، جن کی پوری زندگی چلہ تبلیغ میں گزری ہو، یہ تین دن کے مروجہ چلہ لگانے والے جاہل ان بزرگوں کو قصوروار ٹھہرائیں۔

چنانچہ ایک ایسے ہی صاحب نے بڑے پرجوش وخروش اور غصے سے کہا کہ مولانا وصی اللہ صاحب الہ آبادی اور مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی سے قیامت کے دن سخت باز پرس ہوگی۔

پوچھا گیا کہ کس جرم کے پاداش میں؟

تو کہنے لگے کہ

اس لئے کہ ان لوگوں نے جماعت کے ساتھ ایک چلہ بھی نہیں دیا۔

ایک مسجد میں جماعت والوں نے کئی مدرسوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لاکر اجتماع کیا اور بعد نماز فجر ان بچوں کو التحیات اور دعائے قنوت وغیرہ سنا سنایا اور مشق کرایا اس کے بعد نعرہ بازی شروع ہوئی۔

التحیات کہاں سے سیکھا؟ لڑکے بولتے کہ چلت پھرت کی زندگی سے وہ کہتے قنوت کہاں سے سیکھا؟ لڑکے بولتے چلت پھرت کی زندگی سے اس طرح ہر ہر دعا کے بارے میں وہ پوچھتے اور لڑکے جواب دیتے چلت پھرت کی زندگی سے۔

اس کے پوچھتے کہ:

فلاں چیز مدرسے میں سیکھا؟ لڑکے بولتے، بالکل نہیں بالکل نہیں اور ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

اے صاحبو یہ سب کیا ہے، یہ کیسا دین ہے اور کیسی سمجھ ہے کہ جس شاخ پر بیٹھے ہیں اسی کی جڑ کاٹ رہے ہیں، یکے بر سر شاخ وبن می برید کے مصداق ہورہے ہیں، کیا کوئی منظم سازش اور سوچا سمجھا منصوبہ ہے کہ جس طرح اغیار اول اسلام کے بنیادی امور اور اولین رواۃ پر تنقیدیں کر کے اسلام کی ان بنیادوں کو مشکوک۔ اور مجروح کر کے عوام کے دلوں میں شک وریب، استخفاف وبے وقعتی اور توحش ونفرت پیدا کرتے ہیں، پھر اپنے خود ساختہ معتقدات کے فضائل وفوائد مبالغہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اس طرح متاثر کر کے نہایت آسانی سے شکار کر لیتے ہیں اسی طرح یہ جماعت تبلیغی بھی اور کہیں اپنی تبلیغی تقریروں اور سفروں میں نہ صرف یہ کہ عوام کو تلقین نہیں کرتے کہ اپنے بچوں کو مدرسہ میں بھیجو اور تعلیم دلاؤ اور خود اپنے مقامی یا دوسرے علمائے حقانی سے ملو اور فیض حاصل کرو اور مشائخ سے رابطہ پیدا کرو، بلکہ اپنی جماعت مدارس وخوانق کی مدمقابل بنا کر چلتا پھرتا مدرسہ اور چلتی پھرتی خانقاہ سے تعبیر کر کے اسلام کے بنیادی ارکان یعنی علماء اور مشائخ پر تنقید کرتے، معائب اور نقائص بیان کرتے اور ان سے دعوت الی اللہ کی بالکل نفی کرتے اور صرف اپنی ہی جماعت کے داعی الی اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے چلتا پھرتا مدرسہ اور چلتی پھرتی خانقاہ اور کرا کراس میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔

پھر اس کی فضیلت بیان کرنے کا نمبر آتا ہے تو اگر یہ جماعت ان کے نزدیک اچھی تھی تو اس کی فضیلت بیان کرے، اس کی خوبی اور اس کا فائدہ بیان کرتے نہیں بلکہ اس کی فضیلت بیان کرنے میں مدارس اور خانقاہوں سے تقابل بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ ساتھ مدرسوں اور خانقاہوں کے نقائص بیان کرنے کو ضروری خیال کرتے ہیں، ان کے ناقص وغیر مکمل باور کرانے کے بعد جماعت کے اہم واتم افضل اور اکمل بیان کرانے کا نمبر آتا ہے تو جہاد وقتال کی آیات واحادیث کو اس پر چسپاں کیا جاتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ تبلیغ میں گشت کرنے والوں کو ایک نماز کا ثواب

ستر لاکھ نمازوں کے برابر ہے وغیرہ اور ساری دنیا کی خوبی تبلیغی جماعت کی بدولت ہے۔

مدرسوں کی آبادی دارالافتاء کی رونق اور خانقاہوں کی ہما ہمی سب تبلیغی جماعت ہی کی وجہ سے ہے جماعت میں شامل بہت بڑی تعداد جو پہلے سے دیندار ہو، کسی مدرسے یا عالم سے تعلق ہو، لیکن جب وہ اس جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں تو ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ ان کی دینداری جماعت کی وجہ سے ہے، دیکھو ہماری جماعت نے کتنا بڑا کام ہے کہ اتنے لوگوں کو دیندار بنایا ہے، عوام بے چارے ناواقف ہوتے ہیں، سن سن کر متاثر ہوتے ہیں۔

یا پھر سلف صالحین کے طریق کار کے متوازی جماعت کے قائم کرنے کا لازمی وفطری نتیجہ ہی یہ ہے کہ جو لاشعوی طور پر متخالف طریق کار مدارس وخوانق کی ذہنوں پر چڑھی ہوئی گہری چھاپ کو محو کئے بغیر یہ متوازی تبلیغی جماعت تکثیر سواد میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔

شاید یہی وجہ ہو اس کی کہ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ علماء کی عزت کرنے اور ان کی تنقیص نہ کرنے کی تلقین وتاکید فرماتے تھے کیوں کہ حضرت کے قلب صافی پر اس تحریک کے طریق کار کے لازمی وفطری نتیجہ واثر اور انجام کا انعکاس ہورہا تھا، لازمی بات ہے کہ کسی تحریک میں جب کوئی بنیادی خامی اور کمزوری ہوتی ہے اور اس کا قدم ذرا بھی جادۂ حق سے ہٹا ہوتا ہے تو اس کا مفاسد اور مضار پر منتج ہونا یقینی ہوتا ہے۔

اسی حقیقت کی نشاندہی کرتے ہوئے حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

> کوئی کام خواہ کتنا ہی اہم اور ضروری کیوں نہ ہو اگر حدود شرعیہ سے بالاتر ہوکر عمل میں لایا جائے گا تو ضرور بالضرور اس میں خرابیاں اور مفاسد پیدا ہوں گے۔

(کتاب تبلیغی جماعت پر اعتراضات وجوابات ص،۷۵)

لہٰذا یہ کہہ کر جرم کو ہلکا نہیں کیا جاسکتا کہ یہ افراد کی غلطی ہے، اسباب ومحرکات پر بھی غور کرنا ضروری ہے اور بر تقدیر صحت یہ جماعتیں اور جماعتوں کے امراء جو ملکوں ملکوں، شہروں شہروں اور گاؤں گاؤں پھرتے رہتے ہیں کیا ان کی حیثیت جماعت کے نمائندہ ہونے کی نہیں ہے ایسی صورت میں جماعت ہی ذمہ دار گردانی جائے گی، پس یہ کہنا کہ یہ افراد کی غلطی ہے یہ اپنی ذمہ داری سے فرار ہے۔

ذمہ دار، نمائندگان اسلام، علمائے کرام مامور ہیں کہ احکام اسلام کی خلاف ورزی کرنے والوں سے تبریہ، اظہار بیزاری اور اس پر نکیر کریں، زجر وتوبیخ سے کام لیں، اہل کفر وفسق اور اہل بدعت وضلالت کی برملا تکفیر، تفسیق اور تضلیل کریں، نہی عن المنکر سے دریغ نہ کریں، مداہنت کو ہرگز راہ نہ دیں، سکوت کرنے والوں کو لسان نبوت سے شیطان اخرس (گونگا شیطان) کہا گیا کتمان علم پر "الجم بلجام من نار" قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائے جانے کے اور باوجود قدرت کے ترک نہی عن المنکر پر مجرمین، مرتکبین کے ساتھ عذاب وعقاب میں گرفتار ہونے اور مستحق لعنت ہونے کی وعید سنائی گئی، فساق وفجار کی تعریف وتوصیف اور توقیر سے بہ شدت روکا گیا۔ مثلاً ارشاد ہوا۔

اذا مُدح الفاسق اهتز عرش الرحمن، من وقر صاحب البدعة فقد اعان علی هدم الاسلام.

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو عرش الٰہی کانپ جاتا ہے جس نے بدعتی کی توقیر کی تو اس نے دین کو ڈھادینے میں مدد کی۔

حدود اللہ کے ترک پر ہلاکت اور تباہی سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ **انما اهلک الذین قبلکم انهم کانوا اذا سرق فیهم الشریف ترکوه واذا سرق فیهم الضعیف اقاموا علیه الحد**

(مشکوٰۃ، ج۲، ص۳۲۴)

جز ایں نیست کہ تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک کردیئے گئے کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔

اگر اہل اسلام کے افراد میں مفاسد کا صدور وظہور ہو تو ان کے انسداد واستیصال نیز ذمہ داری عہدہ برآں ہونے کے لئے حکیمانہ اصول بیان کئے گئے، چنانچہ عمل واجب میں فساد کی شمولیت کی صورت میں بجائے اس واجب کے ترک کرنے کے فساد کی اصلاح کو ضروری قرار دیا گیا اور وہ اصلاح خواہ قتل سے ہو یا حبس (جیل خانہ) سے ضرب (کوڑے لگوانے) سے ہو یا نفی وتعزیر (یعنی شہر بدر کرنے) سے وغیرہ۔ اور بعض علماء تو اس عمل واجب ہی کے ترک کردینے کے قائل

ہیں، جیسا کہ براہین قاطعہ پر بحوالہ الطریقۃ المحمدیہ مذکورہ ہے کہ:

ثم اعلم ان فعل البدعة اشد ضرر امن ترک السنة بدلیل ان الفقها قالو اذا تردد فی شئی بین کونه سنة وبدعة فترکه لازم. واما ترک الواجب هل هو اشد من فعل البدعة ام علی العکس ففیه اشتباه حیث صرحوا فیمن تردد بین کونه بدعة وواجاب انه یفعله وفی الخلاصة مسئلة تدل علی خلاف الخ. (براہین قاطعہ، ص ۱۴۱ کتب خانہ امدادیہ، دیوبند)

پھر یہ بات جانو کہ بدعت میں زیادہ ضرر ہے بہ نسبت ترک سنت کے، اس دلیل سے فقہانے فرمایا ہے کہ جس امر میں دو وجہ پائی جائیں۔ ایک سنت ہونے کی، ایک بدعت ہونے کی تو اس امر کا ترک واجب ہے اور جس امر میں واجب اور بدعت ہونے کا تردد ہے تو اس کے ترک میں اشتباہ ہے، کیوں کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اس کو ترک نہ کرے اور خلاصہ میں ایک مسئلہ اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر عمل واجب نہیں، گو مسنون ومندوب ہی کیوں نہ ہو، فساد کی شمولیت کی صورت میں اس عمل ہی کو سرے سے ترک کرنے کو لازم وواجب قرار دیا گیا، جائز عمل میں ناجائز امر کی شمولیت کی صورت میں سارا عمل ناجائز قرار دیا گیا۔

"اذا اجتمع الحلال والحرام فقد غلب الحرام" (الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الثانیہ، ص، ۱۰۷، الادارۃ النشر والاشاعت دارالعلوم دیوبند) جب حلال وحرام مجتمع ہوجائیں تو حرام ہی ہوگا۔

عوام کو گمراہی اور فساد عقیدہ سے بچانے کا منجانب شارع یہی خاص طریقہ معین کیا گیا ہے کہ جس مباح یا مندوب کو وہ عملاً یا اعتقاداً ضروری سمجھنے لگیں یا کسی قسم کے فساد اور گمراہی میں مبتلا ہونے لگیں تو اس عمل کو قطعاً ترک کردیا جائے اور اگر عمل ضروری ہو تو جو بھی طریقہ اصلاح کے لئے ضروری ہو اختیار کیا جائے گا اور یہ حفظ عقیدۂ عوام قول بلا عمل سے کبھی نہیں ہوا کرتا۔

اصلاح عوام کا تو یہی حکیمانہ طریقہ امت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے سکھایا ہے۔

غرض جس طرح بن پڑے فساد کی اصلاح اور عوام کو گمراہی سے بچانے کی پوری پوری کوشش کی جائے گی۔ علماء یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں حاصل کرسکتے کہ یہ افراد کی غلطی ہے۔

بہرحال یہ جماعتیں جو تبلیغی جماعت کے نام سے گاؤں گاؤں گشت کرتی ہیں قطع نظر اس سے کہ ان کا تعلق کسی مرکز سے ہے یا نہیں اور قطع نظر اس سے کہ اس غلطی کے ذمہ دار افراد ہیں یا مرکز اور قطع نظر اس سے کہ یہ غلطی شعوری طور پر ہوتی ہے یا لاشعوری طور پر، اعتراض انہیں جماعتوں پر ہے، یہ فتنہ فتنۂ عظمی اور داہیہ داہیۃ الکبریٰ ہے۔

للہ حضرات علماء اس کے انسداد کی طرف توجہ فرمائیں

جیسا کہ کتاب "معروضات ومکتوبات" کے صفحہ ۱۲ پر کہا گیا ہے کہ:

اس تحریک کو واجب اور فرض بتا کر علماء اور اس خروج میں شامل نہ ہونے والے لوگوں کو اگر بدعمل کہا گیا اور علماء کو بدنام کیا گیا، عوام کو ان سے بدظن کیا گیا اور (قوم کی توجہ ان کی تصانیف اور دیگر خدمات سے ہٹائی گئی) تو جماعت تبلیغی کی تمام تر پونجی وچند اعمال کے فضائل تک محدود ہے، وہ کیا تمام ارکانِ اسلام کی تبلیغ کی متکفل ہوجائے گی اور خدانخواستہ خاکم بدہن اگر ان لوگوں کی سازش کامیاب ہوتی ہے تو کیا حضرات علماء امت کی خدمات اور مکمل تبلیغ اسلام کے نصاب سے قوم محروم نہ ہوجائے گی، یہ سازش تو اتنا بڑا جرم ہے کہ جس کا ارتکاب اب تک اہل بدعت اور طرق باطلہ ہی کیا کرتے تھے۔ "اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا" ضرورت ہے کہ اکابر جماعت فوراً اس طرف متوجہ ہوں اور اس سازش کو مٹانے کی انتہائی کوشش کریں، ورنہ نقصان اپنی ہی جماعت کے افراد سے امتیاز بردست ہوگا کہ اس کی مکافات مشکل ہوجائے گی۔

پس اے لوگو! علماء باللہ، اولیاء اللہ وبیوت اللہ کی تنقیص وتحقیر کرکے عذاب الٰہی اور تباہی وبربادی کو دعوت مت دو، عوام مسلمانوں کو اصلاح وہدایت کے سرچشمہ سے الگ اور بیگانہ مت کرو۔

دینی علمی وعملی خدمات جو مدارس اور خانقاہوں کے فیض یافتہ علمائے ربانی وفضلائے حقانی انجام دے رہے ہیں اس کے آثار کالشمس فی نصف النہار روشن اور نمایاں ہیں۔

تدریسی، تصنیفی، تحریری وزبانی تبلیغ غرض کہ ہر خدمت دین ان حضرات کو نصیب ہوئیں سینکڑوں ہزاروں اداوے مدرسے وغیرہ

ہندوستان وبیرون ہند کے اس مقدس فریضہ کی انجام دہی میں لگے ہوئے ہیں، لاکھوں کروڑوں انسان ان مدارس اور علماء کے فیض سے بہرہ مند ہوئے اور ہورہے ہیں، یہ علامت ان کی مقبولیت کی ہے۔

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کا اور زندگی بسر کرنے کا واحد ذریعہ انہیں حضرات کے اتباع میں منحصر ہے۔ اسلاف کرام کا سچا نمونہ بن کر قوت علیہ، عملیہ میں باکمال ہوکر بالکل انہیں کے طرز پر ان بزرگوں نے جو کتاب وسنت اور دین الٰہی کی خدمت کی ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے، دین کے فروغ دینے اور سنت کو زندہ رکھنے کے لئے ان کی خدمات کو زندہ رکھنا اور سراہنا، انہیں کے طور طریقوں کو اختیار کرنا جو اس وقت مدارس وخوانق کی صورت میں موجود ہیں۔ انہیں کے اتباع کی ترغیب دینا، ان کے متبعین کی حوصلہ افزائی کرنا ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنا اس وقت ہر کام کرنے والے مسلمان پر واجب ہے۔

ومن کان حق لہ مادح
فحق علی الناس ان یمدحوہ

ان کے طرز کے خلاف دوسرا طریقہ ایجاد کرنا، ان کے کاموں ان کے طور طریقوں پر تنقید کرنا اور اس کی تحقیر کرنا، ان کی اہمیت کو کم کرنا نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ گناہ عظیم اور بدترین جرم ہے۔

الحاد ودہریت اور بددینی کو مغلوب کرنا نہیں بلکہ ان کو ترقی اور فروغ دینا ہے، چونکہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے لہٰذا ان کا وجود ضروری اور واجب ہے۔ البتہ علماء ومشائخ، مدارس اور خوانق کی قوت علمیہ وعملیہ میں جو افراط وتفریط، ضعف وسستی، غفلت اور کوتاہیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کی اصلاح بھی واجب ہے، لیکن کوتاہیوں کی وجہ سے ان کو توڑا نہ جائے گا نہ ترک جائز ہوگا، ہاں ان کو تنبیہ وتبلیغ میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر تشقیق کے ساتھ علی الاطلاق نہیں، اپنے اپنے زمانہ میں محققین ومصلحین نے اس سے غفلت بھی نہیں برتی اور اس فریضہ کو انجام دیا ہے، مثلاً حضرت امام غزالیؒ، مجدد الف ثانیؒ، شیخ ولی اللہ دہلویؒ، حکیم الامت مجدد تھانویؒ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

علماء سوء کے بارے میں تشدیدات وتہدیات عظیمہ قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں، بہرحال مطلقاً نہیں، تشقیق وتعیین کے ساتھ تنقیدات وتبصرے کئے جاسکتے ہیں مگر جہلا کو اس کا موقع نہیں دیا جاسکتا۔

(عالمگیری ۵/۳۵۲ دارالکتب دیوبند) میں ہے۔

لایجوز للرجل من العوام ان مر بالمعروف للقاضی والمفتی والعالم الذی اشتہر لانہ اسائۃ فی الادب.

غرضیکہ کوتاہیوں کی تلافی کی کوشش کی جائے، یہ کونسی عقلمندی ہے کہ ان کے متوازی کوئی دوسرا طریقہ ایجاد کرکے اس انبیائی کام ہی کو سرے سے ختم کردیا جائے یا دوسرا گھڑا ہوا بدعی طریقہ ایجاد کیا جائے یا کسی دوسرے صحیح قاصر طریقہ کی قولاً وفعلاً اہمیت وفضیلت باور کراکر اس آزمودہ ومجرب اور عین کتاب وسنت کے مطابق کام کی اہمیت کو کم کیا جائے اور اس کی طرف سے عوام کی توجہ وہمت کو موڑ کر دوسری طرف لگادیا جائے، غور فرمایئے کیساز بردست اور کیسا عظیم فتنہ ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ تبلیغ کی عمومی جدوجہد حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ منجملہ ثمرات وبرکات مدارس وخوانق ہی سے ہے اور انہیں کا ایک حصہ ہے اور ان کی فضیلت وعظمت میں شریک ہے لیکن اس عمومی کوشش کو مدارس وخوانق سے کاٹ کر اور علیحدہ قرار دے کر ان کا مدمقابل باور کرانے اور مستقل پارٹی کی شکل دے کر کو حدود شرعیہ سے متجاوز کیوں نہ ہو، تشخص وامتیاز کو برقرار رکھنے پر اصرار کرنا اور اس کی بے پناہ تشہیر کرنا مدارس وخوانق کی تنقیص وتحقیر کرنا اور ان پر ان متشخص ومتعین، مخصوص وممتاز پارٹی کی تفصیل غرض شریعت کے مدمقابل کسی دوسری ہی غرض ومصلحت پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔

"بقول حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی دامت برکاتہم میں تو اس سے سمجھتا ہوں کہ کسی کے نزدیک اس کی حیثیت متعین نہیں۔"کیف ما اتفق" اس کو افضل قرار دینے کی دھن ہے اور تحت الشعور یہ بات دبی ہوئی ہے کہ جب یہ کام افضل ثابت ہوگا تو ہماری افضلیت خود بخود ثابت ہوجائے گی۔

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا" اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ" وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ. (ماخوذ الکلام البلیغ، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ دیوبند) ☆☆

چند اکابر علماء ومشائخ کے ارشاداتِ عالیہ

اصول شرعیہ کی روشنی میں

از قلم: حضرت مولانا محمد فاروق صاحب مظاہری نوراللہ مرقدہٗ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ : یعنی جو شخص مواظبت کرے ایسے فعل پر جس کو شارع علیہ السلام نے نہ کیا ہو تو وہ مبتدع (بدعتی) ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ : مذکر یعنی نصیحت کرنے والے اور واعظ کے لئے ضروری ہے کہ مکلف ہو، نیک بات کی تحسین کرے اور امر قبیح کی برائی کھول کھول کر بیان کرے، معروف کا امر بھی کرے اور منکر سے نہی بھی کرے اور دور کا بی ہرجائی مذہب نہ ہو کہ جس محفل میں جائے ان کی خواہش نفسانی کے موافق وعظ کہے اور کام کرے۔

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ : اور علم کی شرط ہونے سے معلوم ہوگیا ہوا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک روایات اور احکام بلاتحقیق بیان کرتے ہیں سخت گناہگار ہوتے ہیں اور سامعین کو بھی ان کا وعظ سننا جائز نہیں۔

(۲) دوسرے جس طرح علماء کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ان گمراہوں کے گھر پہنچ کر ہدایت واصلاح کریں، خود ان گمراہوں کو یہ رائے کیوں نہیں دی جاتی کہ فلاں جگہ علماء موجود ہیں تم ان سے اپنی اصلاح کرلو۔

(۳) اگر کسی امر خلاف شروع کرنے سے کچھ فائدے اور مصلحتیں بھی ہوں جن کا حاصل کرنا شرعاً ضروری نہ ہو یا اس کے حاصل کرنے کے اور طریقے بھی ہوں اور ایسے فائدوں کے حاصل کرنے کی نیت سے وہ فعل کیا جائے یا ان فائدوں کو دیکھ کر عوام کو ان سے نہ روکا جائے، یہ بھی جائز نہیں۔

(۴) نیک نیت سے مباح عبادت تو بن جاتا ہے اور معصیت مباح نہیں ہوتی خواہ اس میں ہزار مصلحتیں اور منفعتیں ہوں نہ اس کا ارتکاب جائز نہ اس پر سکوت کرنا جائز اور یہ قاعدہ بہت ہی بدیہی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ : تو خود اندھا ہے لوگوں کی آنکھوں کا علاج کیوں کریگا تو گونگا ہے پھر لوگوں کو کس طرح تعلیم دے گا تو جاہل ہے پھر دین کو کس طرح درست کر سکے گا، جو شخص دربان نہ ہو وہ لوگوں کو شاہی دروازہ تک کیوں کر پیش کرسکتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

وعظ درحقیقت عالموں کا کام ہے، جاہلوں کو وعظ کہنا جائز نہیں اس لئے عالم ہونا بہت ضروری ہے۔

عام لوگوں کو وعظ کی صورت سے تبلیغ نہ کرنا چاہئے کہ یہ منصب اہل علم کا ہے، جاہل جب وعظ کہنا شروع کرتا ہے تو غلط صحیح جو زبان پر آتا ہے کہہ جاتا ہے اس لئے عوام کو وعظ نہ کہنا چاہئے، بلکہ گفت وشنید اور نصیحت کے طور پر ایک دوسرے کو احکام سے مطلع کرنا چاہئے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند

جاہل محض اور شرعی ذوق سے بے بہرہ حقیقی داعی یا منصب دعوت کا اہل نہیں ہوسکتا اور خواہ مخواہ داعی بن بیٹھا تو لوگوں کے لئے گمراہی کا سبب اور خطرہ ایمان بنے گا جیسے نیم حکیم خطرۂ جان ہوتا ہے اور پھر اس کی روک تھام یا مشکل ہوگی یا فتنہ کا سبب بن جائے گی، جیسا کہ آج اس کا

مشاہدہ ہورہا ہے بہت سے لستان مگر جاہل واعظ تبلیغی اسٹیجوں پر اچھلتے کودتے نظر آتے ہیں جو اپنے ذہنی تخیلات کو بہ رنگ شریعت پیش کر کے مخلوق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں۔

صاحب براهين قاطعه حضرت مولانا خليل احمد صاحب محدث سهارنپوریؒ مهاجر مدنی

(۱) اور دوام بلا اعتقاد وجوب کے بھی مکروہ ہے، جہلا کے واجب گمان کرنے کی وجہ سے۔

(۲) مطلق کو مطلق، مقید کو مقید، ضروری کو ضروری، مباح کو مباح، اپنے حالات مشروعہ پر رکھنا واجب ہے، ورنہ تعدی حدود اللہ اور احداث بدعت میں گرفتار ہو جائے گا۔

حضرت مولانا عاشق الٰهی میرٹھیؒ

جو شخص عابد وزاہد ہے، مگر معصیت دیکھ کر کبھی اس کی تیوری پر بل نہیں آتا یہ علامت ہے وہ معصیت سے خوش ہے۔

امام ربّانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوهی رحمة الله عليه

التزام مالا یلزم بدوں اعتقاد وجوب بھی ممنوع ہے اگر باصرار ہو اور اگر امر مندوب پر دوام ہو بلا اصرار وہ جائز ہے اور مستحب ہے، بشرطیکہ عوام کو ضرر نہ کرے اور اگر عوام کے اعتقاد میں خلل ڈالے تو وہ بھی مکروہ ہے۔

صاحب تقوية الايمان حضرت مولانا شاه اسماعيل شهيد دهلوی نوّر الله مرقدهٗ

اور اوراد اذکار کا متعین کرنا مختلف قسم کی ریاضتیں اور خلوتیں، چلّے، نوافل عبادتیں، اذکار، مختلف وضعیں اور ترکیبیں، ذکر بالجہر وذکر خفی، ضربیں لگانا، تعداد مقرر کرنا، برزخی، مراقبے، جہر یا خفی ذکر کا التزام، طاعات شاقہ کا التزام اگر طالب ان کو اصل کمال شرعی یا مکملات میں سے جانتا ہے تو یہ سب بدعت حقیقہ کی قبیل سے ہے۔

مصلح الامّت حضرت مولانا شاه وصی الله صاحب الله آبادی رحمة الله عليه

ہر عالم کو تبلیغ کا اختیار ہے کسی کی طرف منسوب کرنے کے کیا معنی؟

حضرت مولانا حبيب الرحمٰن صاحبؒ

مهتمم دار العلوم ديوبند

اگر (ساری) دنیا بھی اسلام یا مسلمانوں کی مخالف بن جائے تب بھی (صحابہؓ) کسی ایک حد شرعی کو چھوڑنا یا اسلامی قانون کو بدلنا گوارہ نہ کرتے تھے۔

مسيح الامّت حضرت مولانا شاه محمد مسيح الله خان صاحبؒ شیروانی جلال آبادی

تبلیغ اور امر بالمعروف میں ہمارے لئے ثمرہ مقصود نہیں اصل مقصود رضائے حق ہے۔

شيخ الاسلام حضرت مولانا سيد حسين احمد مدنی رحمة الله عليه

کوئی کام خواہ کتنا ہی اہم اور ضروری کیوں نہ ہو اگر حدود شرعیہ سے بالاتر ہو کر عمل میں لایا جائے تو ضرور بالضرور اس میں خرابیاں اور مفاسد پیدا ہوں گے۔

موجودہ تبلیغی جماعت اکابر علماء کے ارشادات وفرمودات کی روشنی میں

حكيم الامّت حضرت مولانا شاه اشرف علی صاحب تهانویؒ

حکیم الامّت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر ہے کہ ہر کام کو اس کے اہل کے سپرد کرنا چاہئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا وسد الامر الیٰ غیر اهله فانتظر الساعه.

(بخاری)

کہ جب کام نااہلوں کے سپرد کئے جانے لگیں تو قیامت کے منتظر رہو، گویا نااہل کو کوئی کام سپرد کرنا اتنی سخت بات ہے کہ اس کا ظہور قیامت کی علامات سے ہے اور یہ امر مصرح اور ثابت ہے کہ جو فعل اختیاری علامات قیامت سے ہوں وہ معصیت اور مذموم ہے۔

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمة الله عليه

رحمة الله عليه : (۱) الغرض یہاں تبلیغ سے مراد بھی خاص عملی پروگرام ہے اور اس لئے ہر مسلمان کو خواہ اس کے علم وعمل میں کتنی ہی کمی ہو اس کو دعوت دی جاتی ہے بلکہ جہاں تک بس چلتا ہے کھینچنے کی کوشش کی

جاتی ہے۔(۲) جہاں تک اس کے خاص بزرگوں کا تعلق ہے جن کو تحریک کا روح رواں کہا جاسکتا ہے، سوان کا حال تو یہ ہے کہ اپنی اس دعوت کے سوا اور اس کے لئے دیوانہ وار جدوجہد کے سوا وہ کسی دوسرے اجتماعی کام سے خواہ وہ سیاسی ہو یا غیر سیاسی ہو کوئی تعلق اور دلچسپی نہیں رکھتے۔

مصلح الامت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مصلح الامت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ : ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا "آپ جو پڑھا رہے ہیں کیا یہ تبلیغ نہیں ہے۔"

حضرت مولانا تقی امینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا تقی امینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ : میرے نزدیک مولانا محترم کی مدافعت خود غلو کا نتیجہ ہے جس کی توقع مولانا جیسے قاطع بدعت سے نہ تھی، میری مخلصانہ رائے ہے کہ بہ حیثیت مجموعی تبلیغی جماعت کا جو مزاج بنتا جارہا ہے اس سے علی میاں ندوی اور مولانا منظور نعمانی صاحبان بری نہیں قرار دیئے جاسکتے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) لیکن اگر ہفتہ کا اجتماع ہمارے شہر لکھنؤ کی نوچندی جمعرات کی طرح ایک رسم بن جائے، رات کا قیام رت جگا کی طرح رسمی ہوجائے اور دین کے کام کے لئے چلنا ایک رسم بن جائے تو یہ ایک مذہب بن جائے گا اور ایک بدعت قائم ہوجائے گی اور اس وقت کے ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ ان کے خلاف جدوجہد کریں اور ان رسومات کو مٹائیں۔

(۲) فرمایا کہ مولانا تھانویؒ کو ایک بے اطمینانی یہ تھی کہ علم کے بغیر یہ لوگ فریضہ تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے۔

حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمیؒ

حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمیؒ : آخرت میں سب سے پہلے ہم سے اپنے ماحول اور اپنی بستی کے سدھار کی جواب طلبی ہوگی۔

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ دیوبندی شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دھلی

تعجب ہے تبلیغی جماعت کا نام لینے والے معلمین کس طرح ایسے چلّہ کا جواز نکالتے ہیں، جس سے ان بچوں کی تعلیم برباد ہوتی ہے جن کی تعلیم و تربیت ان کے حق میں مذکورہ بالا نصوص کے علاوہ اس عہدوپیمان کے لحاظ سے بھی ضروری ہے جو ملازمت کے وقت عملاً یا عرفاً کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا صوفی احمد حسین مراد آبادی

حضرت مولانا صوفی احمد حسین مراد آبادی : (۱) آج کل اس تحریک (یعنی تبلیغی جماعت) میں ایسی کمزوریاں پیدا ہوگئی ہیں، جیسا کہ پہلے بھی دین انبیاء میں چند روز کے بعد تحریفات ہوجایا کرتی تھیں اور اصل دین بجائے دینی نفع کے بددینی کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔(۲) یہ بات صحیح ہے کہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام کا کام ہے مگر یہ بتلایا جائے کہ جو طرز عمل اس کے لئے اختیار کیا جارہا ہے وہ کہاں سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا احتشام الحق صاحب کاندھلوی

حضرت مولانا احتشام الحق صاحب کاندھلوی : نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم وفہم کے مطابق نہ قرآن وحدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اور علماء حق کے مسلک کے مطابق ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ

میں نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو سمجھایا کہ اس کام کو عوامی سطح پر لانے میں لا اعتدالیاں بھی سرزد ہوں گی۔ لیکن مرحوم کی سمجھ میں نہیں آیا، میری تحریریں اور اس جماعت کے متعلق حمایتیں نہ ہوتیں تو میں اس طرز کی مخالفت کرتا۔

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلیؒ

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلیؒ : ہدم دین کرتے ہوئے اقامت دین کا خواب یوں بھی ایک دیوانے کا خواب ہے اور اللہ اس سے بے نیاز بھی ہے کہ اس کے نام کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے اس کے قائم کردہ اصول پس پشت ڈال دیئے جائیں، اس طریق کار کے نتیجے میں اس جماعت کا اقتدار تو قائم ہوسکتا ہے جو دین کا نام لے کر برسرپیکار ہو، لیکن دین بھی اپنے صحیح معنوں میں قائم ہوجائے یہ نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے۔

حضرت مولانا امین احسن اصلاحی صاحب

ایک تحریک کے لئے تبلیغ اور شہادت کے معصوم ذریعہ بالکل بیکار

ہیں اس لئے اہل سیاست کا سارا اعتماد اپنے مقصد کی کامیابی کی راہ میں پروپیگنڈے پر ہوتا ہے، پروپیگنڈہ اور تبلیغ میں صرف انگریزی اور عربی ہی کا فرق نہیں ہے، بلکہ روح اور جوہر کا بھی فرق ہے۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ

کام کا طریق حضرت (تھانوی) کے مذاق و معیار سے مختلف تھا، حضرت کا خاص مذاق ہر چھوٹے بڑے کام میں قدم قدم پر توازن و توسط، حدود و اعتدال کا غایت اہتمام تھا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا رنگ بڑا عاشقانہ تھا، احقر کو جب جب زیارت ہوئی اسی کا تجربہ ہوا لیکن بڑوں کی ہر بات نقل و اتباع کی نہیں ہوتی۔ ''عشاق میں جو چیز جوشش عشق است نے و ترک ادب'' ہوتی ہے اس کی نقالی بارہا ''زشت باشد روئے نازیبا و ناز'' ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کاندھلوی بانی تبلیغی جماعت

: میری ایک پرانی تمنا ہے کہ خاص اصولوں کے ساتھ مشائخ طریقت کے یہاں یہ جماعتیں آداب خانقاہ کی بجا آوری کرتے ہوئے خانقاہوں میں فیض اندوز ہوں اور جس میں باضابطہ خاص وقتوں میں حوالی کے گاؤں میں تبلیغ بھی جاری رہے۔

اس بارے میں ان آنے والوں سے مشاورت کرکے کوئی طرز مقرر فرما رکھیں۔

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ

: رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بذریعہ خط استفسار کیا کہ کیا مولانا تھانویؒ اس سے (تبلیغی جماعت سے) ناخوش تھے؟ مولانا نے جواب لکھا کہ حضرتؒ کے دور تک کام کی بنیاد ڈالی جا رہی تھی ابھی نتائج کا ظہور نہیں ہوا تھا۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ

حال: مگر کوئی صحیح طور سے بتانے والا نہ ملا کہ حضرت حکیم الامتؒ واقعی خوش نہیں تھے بلکہ اکثریت اسی طرف رہی کہ حضرتؒ نے دعا فرمائی اور مبارک باد دی۔

(جواب) اس سے صرف نفس عمل مقصود تھا۔

حال: اور اس طرز کو پسند فرمایا وغیرہ وغیرہ۔

(جواب) یہ کسی راوی نے اپنے فہم سے سمجھ لیا۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ

بعض حضرات نے تبلیغ کے چھ اصولوں ہی میں سارے دین کو منحصر سمجھ رکھا ہے، اگر کسی دوسرے دینی کام کے لئے ان کو بلایا جاتا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں یہ کام ہمارے چھ اصولوں سے خارج ہے، ہم اس میں شریک نہیں ہو سکتے، یہ بھی غلو اور افراط میں داخل ہے (اور اسی کو بدعت کہتے ہیں۔۱۲ ناقل)

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ

میں تو اس سے سمجھتا ہوں کہ کسی کے نزدیک اس کی حیثیت متعین نہیں ''کیف ما اتفق'' اس کو افضل قرار دینے کی دھن ہے اور تحت الشعور یہ بات دبی ہوئی ہے کہ جب یہ کام افضل ثابت ہوگا تو ہماری افضلیت خود بخود ثابت ہو جائے گی۔

دوسرے دینی اداروں اور تحریکوں کے بارے میں
ہمارا طرز عمل

ازقلم: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہٗ

صورت حال یہ ہے کہ جہاں ہمارے رفقائے کار دعوت اصلاح تبلیغ کا کام کرتے ہیں وہاں پہلے سے کچھ دینی ادارے موجود ہوتے ہیں اور اکثر جگہ کوئی دینی تحریک بھی ہوتی ہے، لہٰذا ہمارے لئے غور وفکر کرنے اور ایک اصول طے کر لینے کی ضرورت ہے کہ ہمارا رویہ عام دینی اداروں اور تحریکوں کے ساتھ کیا ہو۔

سب سے پہلے ایک اصول بیان کیا جاتا ہے جس سے ایسے مواقع پر ہمیں رہنمائی حاصل ہوگی اور وہ ایک مستقل معیار کا کام دے گی جس سے ہم اپنا طرز عمل اور رویہ معین کر سکیں گے۔

دین کا جو حصہ ہم تک پہنچا ہے اس کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں، ایک تو وہ حصہ ہے جو اپنی خاص ہیئت وشکل کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے اور اس کی ہیئت وشکل مطلوب ہے اس کو ہم ''منصوص بالوضع'' کہہ سکتے ہیں، دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ دینی امور میں جو اپنی خاص ہیئت وصورت کے ساتھ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے (مثلاً) ارکانِ دین اور بہت سے ایسے فرائض جن کو نہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بنایا بلکہ ان کی شکلیں زبانی بھی بتائیں اور خود کر کے بھی دکھلائیں (مثلاً) نماز، حج، وضو وغیرہ۔

دین کا دوسرا حصہ وہ ہے کہ اس میں نفسی شئی مطلوب ہے لیکن بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر (زمانہ کی تعریف اور راحت کے لئے وسعت اور سہولت کا خیال کر کے) آپ نے ان کی شکلیں متعین نہیں کیں، صرف شئے بتلادی کہ یہ مقصود ہے یہ چیزیں جو خود منصوص ہیں لیکن ان کی کوئی خاص وضع مخصوص نہیں (مثلاً) جہاد فی سبیل اللہ، دعوت الی اللہ، علم ودین کے سلسلہ کو چلانا اور احکام شرعیہ کا امت تک پہنچانا، یہ سب امت سے مطلوب ہے اگر امت ان کو چھوڑ دے اور بالکل ترک کر دے تو وہ گناہگار ہوگی۔

صرف یہ اعمال مقصود ہیں، ان کی کوئی خاص شکل اور طریقہ متعین نہیں کیا گیا بلکہ اس بارے میں امت کی عقل پر اعتماد کیا گیا ہے اور ان فرائض کی ادائیگی کو اس کی صلاحیتوں پر چھوڑ دیا گیا ہے، مثلاً دعوت منصوص ہے ملکیت اس کی کوئی خاص ہیئت منصوص نہیں۔

غیر منصوص بالوضع کی واضح مثال لباس کا مسئلہ ہے، لباس نہ ہو تو کوئی حرام وناجائز، مثلاً مردوں کے لئے ریشم نہ ہو، پس لباس بھی منصوص اور اس کی یہ شرائط بھی منصوص ہیں۔ لیکن لباس کی شکل، لباس کا رنگ اور اس کی قطع وغیرہ غیر منصوص ہیں، اس امت کے لئے بہت سی سہولتیں ہیں، اس کو امت کی تمیزدار عقل عام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

دوسری مثال مساجد کی ہے، مساجد بھی مطلوب ہیں اور مساجد کی نظامت بھی مطلوب ہے کہ ان میں ذکر اللہ ہو اور وہ دوسرے مقامات سے ممتاز ہوں، مگر ان کا کوئی خاص طریقہ مطلوب نہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ عالم اسلام میں مساجد مختلف وضع کی پائی جاتی ہیں، یہاں تک کہ مینارے مساجد کے لئے شرائط نہیں تھیں، ہندوستان کی مسجدوں میں دو میناروں کا رواج ہے، الجزائر ومراکش کی مساجد میں ایک مینار ہوتا ہے اور دنیا کی سب سے بڑی اور پہلی مسجد (بیت اللہ) کا کوئی مینار نہیں۔

اب دعوت الی اللہ کی مثال لیجئے، اللہ کی طرف بندوں کو بلانا فرض ہے، انفرادی ہو یا اجتماعی تقریر سے ہو یا تحریر سے، علانیہ ہو یا خلوت میں، اس میں کوئی شکل معین نہیں۔ نوح علیہ السلام کی زبان سے قرآن پاک میں واضح کر دیا گیا کہ دعوت کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّنَهَارًا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے (حق اللہ کی بارگاہ میں) کہ اے میرے رب میں نے اپنی قوم کے سامنے رات میں بھی دین کی اور توحید کی دعوت رکھی اور دن میں بھی۔ ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ

لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا. پھر میں نے بہ اعلان بھی آپ کا پیغام ان کو پہنچایا اور چھپ چھپ کر تنہائیوں میں بھی ان سے آپ کی بات کہی، لہٰذا دعوت دین کا کام کرنے والے ہر فرد و جماعت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے لئے جو طریقہ صحیح جانے وہ مقرر کرے اور اپنی تحریک کا جو طرز مناسب سمجھے وہ اختیار کرے اس میں کسی کو جائز اور ناجائز لکھنے یا کوئی روک ٹوک لگانے کا حق حاصل نہیں ہے۔

اس وقت عام طور پر دین کے ان دونوں حصوں کو خلط ملط کیا جاتا ہے، منصوص کو غیر منصوص کا درجہ دیا جاتا ہے اور غیر منصوص کو منصوص کے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے، اس کے نتیجہ میں مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں اور مختلف اداروں اور تحریکوں میں اکثر تنازعہ کی شکل پیدا ہوگئی، اگر ہم ان چیزوں میں فرق سمجھ لیں تو بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی، سینکڑوں تنازعوں کا سدباب ہو جائے گا اور بہت سی الجھنیں ختم ہو جائیں گی۔

چیزوں کی اصلی ہیئت سمجھنے اور ان کو ان کے صحیح مقام پر رکھنے کا یہ پیمانہ ہمارے ہاتھ آ گیا، اس کے بعد صحیح اصول پر چلنے والی اور مخلصانہ دینی تحریکوں، دینی اداروں کے درمیان تقابل، تصادم اور اختلاف کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا، فرق جو رہ جاتا ہے وہ صرف اپنے اپنے تجربوں اور حالات کے مطالعہ کا ہے کہ کام کی کونسی شکل اور طریقہ زیادہ موثر اور نتیجہ خیز ہے اور کس سے وہ نتائج و مقاصد ظاہر ہوتے ہیں جو اس کام سے مطلوب ہیں، دعوت الی اللہ کی شکل اور طرز میں ہر جماعت اور آوارہ آزاد ہو اس کو کسی خاص شکل یا طرز پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے جیسے کسی کو اپنے تجربہ اور مطالعہ کا پابند نہیں کیا جاسکتا ہے، کوئی جماعت اگر کسی خاص طریقہ کار کو اختیار کرتی ہے (بشرطیکہ وہ دین کے اصول و آداب کے مخالف نہ ہوں) تو وہ اپنے فیصلہ میں حق بجانب ہے، ہم اپنے مخصوص طرز کار کو بہتر اور احیاء دین کے لئے مفید سمجھتے ہیں تو یہ اپنی جگہ ٹھیک ہے، ہم اپنی طرز کار کو دوسری تحریکوں اور اداروں کے داعیوں کے سامنے بہتر طریقہ سے پیش کر سکتے ہیں لیکن اگر صرف طرز کار کے فرق کی وجہ سے ہم ان کو غلط کار اور کسی گناہ کا مرتکب سمجھیں تو ہم غلطی پر ہیں، ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ ان سے دوبارہ غور کرنے اور ستاء کو دیکھنے اور ان کا موازنہ نہ کرنے کی درخواست کریں لیکن ان کے ساتھ ایک گمراہ فرقہ کا سا معاملہ کرنا، ان کو جاہل اور گمراہ سمجھنا غلط اور لغو ہے۔

ہماری اس دینی تحریک "دعوت اصلاح و تبلیغ" کا ایک خاص طرز ہے، اس میں تبلیغی گشت ہے، اجتماعات ہیں، ذکر اللہ پر، اکرام مسلم پر اور ترک لایعنی پر زور ہے اور دین کے لئے گھر سے نکلنے اور وقت اور عادات و مالوفات کی قربانی کی ترغیب ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان میں بعض چیزیں وہ ہیں جن کی ہمیں شریعت نے سختی کے ساتھ تاکید کی ہے۔ مثلاً اکرام مسلم، ذکر اللہ کی کثرت، ترک مالایعنی وغیرہ لیکن بعض چیزیں مثلاً گشت اجتماعات وغیرہ ہیں جو انتظامی امور ہیں، یہ حدیث و قرآن سے استنباط کئے جاسکتے ہیں جو اصولی طور سے صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ملیں گی لیکن خاص اس ہیئت میں ہی ملیں گی، یہ سب چیزیں اجتماعی اور تجربی ہیں، ان چیزوں پر یا ان خاص شکلوں پر ہر جگہ اور ہر شخص سے منصوص چیزوں کی طرح اصرار کرنا صحیح نہیں ہے۔

سب سے مشکل چیز اعتدال ہے، انبیاء علیہم السلام میں اعتدال بدرجہ اتم ہوتا ہے۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ یہ بالکل امکان ہے کہ پچیس برس کے بعد اللہ کے کچھ بندے پیدا ہوں جو صاحب نظر بھی ہوں اور اللہ کے ساتھ ان کا تعلق اور ہمارے اس طریقہ میں زمانہ کی ضرورت اور تقاضے کے لحاظ سے تبدیلیاں کریں، اس وقت اگر اگر ایک جامد طبقہ اس کی مخالفت ہمارا نام لے کر محض اس بنا پر کرے کہ ہمارے بزرگ ایسا کرتے تھے تو اس کا رویہ غلط ہوگا اس کا اصرار ہٹ دھرمی ہوگا، کبھی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہماری اس تحریک میں بھی ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقہ کار اور یہی طرز دین کی خدمت اور احیاء کے لئے ہمیشہ کے لئے اور ہر جگہ کے لئے ضروری ہے اور اس کے علاوہ سب غلط ہے، جب تک اس منصوص طریقہ پر تقریر نہ ہو اسی خاص ڈھنگ پر ان ہی ساری پابندیوں پر گشت نہ ہو اور اجتماعات میں مقررہ طریقہ سے دعوت نہ دی جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ساری جدوجہد رائیگاں گئی اور جو کچھ ہوا سب فضول ہوا، یہ بے اعتدالی ہے اور یہ رویہ خطرناک ہے اس لئے کہ اسی طرز عمل کی وجہ سے مختلف مذاہب اور فرقے امت میں پیدا ہوئے ہیں۔ اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ اب تک غور اور تجربوں نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ ہر تقریر کے بعد جہد و عمل کی دعوت ضرور دی جائے۔ ہر بستی میں ایک مرکزی اجتماع ضرور ہو، رات کو مساجد میں قیام ہو وغیرہ وغیرہ۔ پس جب تک یہ چیزیں فائدہ مند معلوم ہوتی ہیں ہمیں اس وقت تک ان کو جاری رکھنا چاہئے، رات کا قیام رت جگا کی طرح رسمی ہو جائے اور دین کے کام کے لئے

چلنا ایک رسم بن جائے تو یہ ایک مذہب بن جائے گا اور ایک بدعت قائم ہوجائے گی اور اس وقت کی ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ ان کے خلاف جدوجہد کریں اور ان رسومات کو مٹائیں، بہت سی چیزیں صحیح مقاصد اور دینی مصلحتوں سے شروع ہوتی ہیں لیکن آگے چل کر غلط صورت اختیار کرلیتی ہے، ایسے مواقع پر حقیقت ورسم، سنت وبدعت، فرض ومباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے اور کہنے والے نے کہا ہے۔ ع

اگر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

اگر ہماری تحریک کی ہمعصر دینی تحریکیں یا ادارے منصوص چیزوں کو مقصد بنائے ہوئے اور اپنی مخلصانہ صوابدید کے مطابق کسی طرز پر کام کررہے ہیں تو ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمیں ان کے کام کا اعتراف کرنا چاہئے، ان کو کامیابی کی دعائیں دینی چاہئیں اور ان سے تعلقات بڑھانا چاہئے اس لئے کہ وہ دین کے بعض اہم شعبوں کو سنبھالے ہوئے ہیں اور اس طرح انہوں نے ہم کو یہ موقع دیا ہے کہ ان دوسرے کاموں سے مطمئن ہوکر اپنا کام کریں، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ مدارس کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے اور اپنے خاص محبین کو ان کی اعانت کرنے کی طرف توجہ دلاتے تھے، بہت سے مدارس کی آمدنیاں اس تبلیغی تحریک کی وجہ سے بڑھ گئی تھیں۔ مولانا اپنے اہل تعلق کو اس کی طرف بھی متوجہ کرتے تھے کہ علماء کی ملاقات کیلئے جایا جائے اور ان سے تعلقات بڑھائے جائیں اور ان کے حقوق واکرام ومحبت اور تعاون ادا کئے جائیں۔

یہاں ایک بات سمجھ لیں وہ یہ ہے کہ ایک نبی ہوتا ہے اور ایک مجدد اور مصلح ہوتا ہے۔ نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے طریقے کے اتباع کے بغیر نجات ہی نہیں ہوسکتی اور اس کی ہدایت حاصل کئے بغیر اللہ کی رضا اور کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی اس میں کسی قسم کی مدارات یا تساہل کی گنجائش نہیں ہے لیکن مجددین اور مصلحین کا معاملہ یہ نہیں ہے ہر مجدد اور ہر ربانی مصلح کے طریقے سے قربانی کے جذبات بڑھتے ہیں لہٰذا اس کے طریقہ کی پیروی سے قربانی کے جذبات بڑھیں گے اور ایک دوسرے مجدد کے طریقہ سے انفاق فی سبیل اللہ کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اس کے اثر سے انفاق وایاثر کے جذبات پیدا ہوں گے، ایک دوسرے مجدد کے طریقہ سے مثلاً صفائی معاملات میں پختگی آتی ہے تو صفائی معاملات کے سلسلہ میں اس سے تعلق اور استفادہ خاص طور پر مؤثر ہوگا۔

بہر حال نبی کے طریقہ پر تو نجات کا انحصار ہوتا ہے اور بالکل اسی طریقہ پر چلنا لازم ہوتا ہے لیکن کسی مجدد اور مصلح کا معاملہ یہ نہیں ہے، خاص خاص ترقیاں تو ان کے اتباع اور ان کے ساتھ وابستگی سے ہوتی ہیں لیکن نجات اس پر منحصر نہیں ہوتی، ایک بات یہ بھی ہونی چاہئے کہ امت میں طبقات کا اتنا اختلاف ہے۔ اذان کا اتنا تفاوت ہے اور حالات ایسے مختلف ہیں کہ کوئی تحریک یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ وہ تمام طبقات کو متاثر کرسکتی ہے اور ان کی تسکین کا سامان کرسکتی ہے اور ان کی استعداد کے مطابق دینی غذا فراہم کرسکتی ہے، کوئی ذہن تقریر سے متاثر ہوتا ہے، کسی پر لٹریچر اثر انداز ہوتا ہے اور کوئی کسی دوسرے ذریعہ سے متاثر کیا جاسکتا ہے، اسی طرح ایک واحد طریقہ کار سے ہر جگہ، ہر ماحول میں اور ہر حالت میں کامیابی مشکل ہے، اس حقیقت کو سمجھنے اور اس کے مطابق چلنے سے لوگوں کو بڑی غلطیاں ہوتی ہیں۔ بہت سے لوگ قابل قدر اور بڑے مخلص ہیں لیکن ان لوگوں کا اس وقت تک دل خوش نہیں ہوتا، جب تک ہر شخص انہیں مخصوص طرز کا کام نہ کرے اور سب ایک ہی کام کرنے لگیں حالانکہ عمومی وانقلابی تحریکوں کا معاملہ یہ نہیں ہوتا، وہاں ہر چیز اس کے صحیح مقام پر رکھی جاتی ہے اور ٹھیک چوکھٹے پر بٹھائی جاتی ہے، ہر شخص سے وہی کام لیا جاتا ہے جس کا وہ زیادہ اہل ہے اور اس میں وہ زیادہ اہل ہے اور اس میں وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور جس کو وہ دوسروں کے مقابلہ میں بہتر طریقہ پر انجام دے سکتا ہے۔

ہم کو تو دوسری دینی کوششیں اور ان کے ذمہ داروں کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو سنبھال رکھا ہے جو ہماری گرفت میں نہیں آسکتے تھے، یہ اللہ کی طرف سے انتظام سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ لوگ اس راستہ سے دین تک آجائیں اور کچھ اسی راستہ سے آجائیں اور اپنے طریقہ کار کو مناسب طریقے سے ان کے سامنے اکثر پیشتر پیش کرتے رہنا چاہئے لیکن اس طرح نہیں کہ وہ سمجھیں کہ یہ ہمارے درپے ہیں اور ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں، نہ ان کے سامنے آپ اپنی دینداری کا اظہار کریں، اس طرح آپس کے تنازعات ختم ہوجائیں گے۔ ایک دوسرے کی طرف دل صاف ہوجائیں گے اور امت کے مختلف طبقات اور جماعتوں میں تعاون علی البر والتقویٰ کرنے کی اور خدا ترسی پر ایک

دوسرے کی امداد کی استعداد پیدا ہو جائیں گی جو عرصہ سے مفقود ہو چکی ہے اور جس کی اس زمانہ میں جب کہ باطل مختلف شکلوں اور حربوں کے ساتھ حملہ آور ہے اور اہل باطل من کل حدب ینسلون . ہر ٹیلے اور ٹاپو سے (اُبلے چلے آرہے ہیں) کا مصداق ہیں، سخت ضرورت ہے۔

(بحوالہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، جمادی الاول ۱۳۷۷ھ)

دعوت الی اللہ کے پیغمبرانہ آداب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت میں اس کا بڑا لحاظ رہتا تھا کہ مخاطب پر بار نہ ہونے پائے، آپ کی باتیں سننے سے اکتا جائیں گے، ان کے لئے بھی آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وعظ ونصیحت روزانہ نہیں بلکہ ہفتہ کے بعض دنوں میں فرماتے تھے تا کہ لوگوں کے کاروبار کا حرج اور ان کی طبیعت پر بار نہ ہو۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے بعض ایام ہی میں وعظ فرماتے تھے، تا کہ ہم اکتا نہ جائیں اور دوسروں کو بھی آپ کی طرف سے یہی ہدایت تھی، آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا. لوگوں پر آسانی کرو دشواری نہ پیدا کرو اور ان کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناؤ مایوس یا متنفر نہ کرو۔ (صحیح بخاری کتاب العلم)

آج کل جو وعظ وتبلیغ کا اثر بہت کم ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عموماً اس کام کے کرنے والے ان اصول وآداب کی رعایت نہیں کرتے، لمبی لمبی تقریریں، وقت بے وقت نصیحت، مخاطب کے حالات کو معلوم کئے بغیر اس کو کسی کام پر مجبور کرنا ان کی عادت بن گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت واصلاح کے کام میں اس کا بھی بڑا اہتمام تھا، کہ مخاطب کی سبکی یا رسوائی نہ ہو، اسی لئے جب کسی شخص کو دیکھتے کہ کسی غلط اور برے کام میں مبتلا ہے تو اس کو براہ راست خطاب کرنے کے بجائے مجمع کو خطاب کر کے فرماتے تھے۔ مَا بَالُ اَقْوامٍ یفعلون کذا. لوگوں کو کیا ہو گیا کہ فلاں کام کرتے ہیں، اس عام خطاب میں جسکو سنانا اصل مقصود ہوتا وہ بھی سن لیتا اور دل میں شرمندہ ہو کر اس کے چھوڑنے کی فکر میں لگ جاتا تھا، انبیاء علیہم السلام کی عام عادت یہی تھی کہ مخاطب کو شرمندگی نہ دلاتے تھے اسی لئے بعض اوقات جو کام مخاطب سے سرزد ہوا ہے اس کو اپنی طرف منسوب کر کے اصلاح کی کوشش فرماتے۔ سورۂ یٰسین میں ہے۔ وَمَالِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. یعنی مجھے کیا ہو گیا کہ میں اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت نہ کروں۔ قاصد رسول تو ہر وقت عبادت میں مشغول تھے، سنانا اس مخاطب کو تھا جو عبادت میں مشغول نہیں ہے مگر اس کام کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

آج کل اول تو دعوت واصلاح اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف دھیان ہی نہ رہا اور جو اس میں مشغول بھی ہیں انہوں نے صرف بحث ومباحثہ اور مخاطب پر الزام تراشی، فقرے کسنے اور اس کی توہین وتحقیر کرنے کو دعوت وتبلیغ سمجھ لیا ہے جو خلاف سنت ہونے کی وجہ سے کبھی مؤثر ومفید نہیں ہوتا، وہ سمجھتے رہتے ہیں کہ ہم نے اسلام کی بڑی خدمت کی اور حقیقت میں وہ لوگوں کو متنفر کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔

تبلیغ احکام کے لئے دستور العمل

(الف) جن کو کلمہ نہ معلوم ہو ان کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سکھلایا جائے اور اس کے معنی سمجھائے جائیں۔

(ب) جن کو کلمہ معلوم ہو ان کو اس کے معنی سمجھائے جائیں اور کہا جائے کہ رات دن میں کم از سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس کے ساتھ کبھی کبھی محمد رسول اللہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ حدیث میں ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر اپنا ایمان تازہ کرتے رہا کرو۔

(ج) جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ہیں ان کو پابندی نماز کی اور مردوں کو مسجد میں باجماعت نماز کی تاکید کی جائے جن کو نماز کا طریقہ نہ معلوم ہو ان کو سکھلایا جائے اور ممکن ہو تو پوری نماز کا ترجمہ بھی یاد کرایا جائے (یعنی سبحانک اللّٰھم سے لے کر التحیات اور درود شریف دعا تک) اور وضو، پاکی ناپاکی کے مسائل سے وقتاً فوقتاً آگاہ کیا جائے۔

(د) جن پر زکوٰۃ فرض ہے ان کو زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کی جائے، جن پر قربانی واجب ہے ان کو قربانی کی ترغیب دیں۔

(ہ) رمضان شریف کے روزے کی تاکید کی جائے۔

(و) جن پر حج فرض ہے ان کو حج کی تاکید کی جائے۔

(ز) ہر بستی میں تعلیم قرآن شریف کے مکاتب ضرور ہونے چاہئیں جن میں تعلیم قرآن کے ساتھ اردو، رسائل، بہشتی گوہر، راہ نجات وغیرہ بھی پڑھائی جائیں تا کہ بچوں کو ضروری احکام کی اطلاع ہو۔

(ح) سب مسلمانوں کو باہم اتفاق واتحاد سے رہنے اور گالی

گلوچ لڑائی جھگڑا بند کرنے کی تاکید کی جائے۔

(ط) بستی کے کسی بااثر دین دار کو یا چند بااثر دین داروں کی جماعت کو اپنا بڑا بنالیا جائے جن کا کام یہ ہو کہ لوگوں میں اتحاد و اتفاق قائم رکھیں اور امور مذکور بالا کو رواج دیں اور جب کسی معاملہ میں نزاع ہو اس کا شریعت کے موافق علماء سے پوچھ کر فیصلہ کردیں اور سب فیصلہ کی تائید کریں۔

(ی) جھوٹ، غیبت، حسد و کینہ، دشمنی، کسی کی بیجا طرف داری، چغل خوری کرنا، بدنگاہی، بے پردگی، شراب نوشی، لڑکوں سے ناجائز تعلقات، سودی لین دین، بیکاری، آوارہ گردی کا انسداد کریں، سچ بولنے باہم تواضع و محبت کا برتاؤ کرنے، انصاف و عدل پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنے اور جائز ذرائع معاش میں لگے رہنے، کفایت شعاری اور آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرنے کی بہت تاکید کریں، تنگی برداشت کریں، مگر حتی المقدور زیادہ خرچ نہ کریں، تقریبات اور روزمرہ کے خرچہ میں کفایت کرنے والے پر طعن و تشنیع نہ کریں بلکہ اس کی ترغیب دیتے اور حوصلہ افزائی کرتے رہیں، کسی جائز پیشہ کو کبھی عار نہ سمجھیں، بیکاری اور سوال کی ذلت (خواہ قرض ہی کا سوال ہو) کے مقابلہ میں گھاس کھودنے کو ترجیح دیں اور نیک عمل اختیار کرنے کی خود بھی کوشش کریں اور دوسروں کو بھی تاکید کرتے رہیں۔

(ک) حیات المسلمین، تبلیغ دین، تعلیم دین، محاسن الاسلام، بہشتی زیور کو مطالعہ میں رکھیں اور وقتاً فوقتاً ان کے مضامین دوستوں، ملنے والوں اور سب بندگان خدا کو پہنچاتے رہیں۔

(ل) جو علماء کسی دینی خدمت، درس و تدریس، تالیف و تصنیف وغیرہ میں مشغول ہیں وہ بھی اپنے ملنے جلنے میں بندگان خدا کو احکام پہنچانے میں سستی نہ کریں اور فرصت کے اوقات جیسے جمعہ کی تعطیل، طویل رخصت کا زمانہ ہے اس میں وعظ و نصیحت کے ذریعہ بندگان خدا کو احکام پہنچانا اپنا فریضہ جانیں۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس دستور العمل کی خصوصیت و افادیت و نافعیت کا تذکرہ فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ ”تبلیغ کے اس دستور العمل کی بڑی خصوصیت وہی ہے کہ کلمہ اور ارکان اسلام کی اقدمیت و اہمیت کے باوجود حضرت جامع المجدد دین کے پیش نظر جامع و کامل دین کی جامع و کامل تجدید و اصلاح ہے اور اس کی تفصیل میں ایمان و عمل معاش و معاملت اخلاق و معاشرت کی موٹی باتوں کا ایک سہل قابل عمل نظام العمل تجویز فرمادیا گیا ہے، جس میں اس کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ جو کچھ ہو مضبوط و مؤثر بنیادوں پر ہو، اگر اس کو مسلمان اب بھی مضبوطی کے ساتھ تھام لیں تو انشاء اللہ کسی سے مقابلہ و مقاتلہ کے بغیر ہندوستان و پاکستان بلکہ سارے اسلامی ممالک کی دس سال کے اندر کایا پلٹ جانا یقینی ہے۔ (تجدید تعلیم و تبلیغ)

حضرت مولانا مرحوم ندویؒ مزید فرماتے ہیں کہ نفس تبلیغ عام کی جس درجہ اہمیت حضرت جامع المجدد دین علیہ الرحمہ کی نظر میں تھی اس کا اندازہ اس مختصر مضمون سے کیا جاتا ہے جن میں تفہیم المسلمین کے عنوان سے حضرت نے اس کی ضرورت و اہمیت کی طرف سارے مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے اور اپنے کفش برداروں کو خصوصاً تاکید فرمائی ہے البتہ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، حضرت علیہ الرحمہ کے پیش نظر کامل دین کی کامل اصلاح و تجدید تھی اس لئے اس تبلیغ عام میں بھی خالی کلمہ طیبہ اور نماز، روزہ، و حج ہی کی نہیں بلکہ دیگر احکام کی تبلیغ کو بھی شریک فرمایا گیا ہے۔

(تجدید تعلیم و تبلیغ)

اس کے ساتھ ہی تبلیغ کے شرائط اور آداب پر بھی پوری طرح توجہ دلائی گئی ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ کے علاوہ ملفوظات میں بھی جابجا ان شروط و آداب کی تعلیم دی گئی ہے، چند ملفوظات کے اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ (ملفوظ ۵۰۲)

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تبلیغ وہاں فرض ہے جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو اور جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں اس میں استحباب کا درجہ ہے جیسے ایک شخص کو معلوم نہیں کہ سنکھیا مضر اور سبب ہلاکت کا ہے اس کو بتلانا فرض ہے اور جس کو معلوم ہو اس کو بتلانا فرض نہیں، ویسے اگر اس کو کھاتے دیکھے اور بتلائے تو تبرع اور احسان ہے۔

(ملفوظ ۶۹۳) (افاضات الیومیہ جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر، ۳۰۸)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے خیالات کی تبلیغ کرتے ہوں گے اس میں تشدد کا لہجہ ہوگا، تبلیغ بھی ہر شخص کا کام نہیں لیکن اگر پھر بھی قصداً ایسا کرتے ہو تو پھر تیار ہو جاؤ جو کچھ بھی سر پر پڑے اس کو برداشت کرو اور اگر ہمت و قوت و برداشت کی نہیں تو کہنا سننا چھوڑ دو کیوں کہ جس شخص کو

احکام پہنچ چکے ہوں اس کو تبلیغ کرنا کوئی فرض نہیں واجب نہیں محض ایک مستحب فعل کی وجہ سے اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے جس کی ضرورت نہیں، ناصح اگر عالم نہ ہوگا اور نصیحت کرے گا تو اس میں بھی تکبر ہوگا کیوں کہ وہ اس خیال سے نصیحت کرے گا کہ میں اس سے اچھا ہوں تو اس کا اثر برا ہوگا، مناسب طریق سے نصیحت کرنا یہ عالم ہی کا کام ہے، دوسرے فطری طور پر مخاطب کے قلب میں اس کی عظمت ومحبت ہوتی ہے، اس لئے اس کی سختی بھی گوارہ کرلی جاتی ہے، غرض اہل علم کی عظمت ایک امر فطری ہے، عوام پر اس کا اثر ہوتا ہے، اس لئے عالم کی کسی قدر سختی کو بھی جھیل لیتے ہیں، مگر بے علم کو ایسا کرنا نہیں چاہئے کہ وہ تبلیغ میں تشدد کرے۔

(صفحہ ۹۲،۹۳،۹۴۳)

ملفوظ ۱۴۳: فرمایا کہ آج کل غیر اہل فن بھی فن میں دخل دیتے ہیں، میں نے ایک صاحب سے ان کے بے محل دوسرے شخص کو نصیحت کرنے پر باز پرس کی تھی تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ امر بالمعروف بھی تو عبادت ہے اور عبادت ہی کے واسطے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ عبادت کے کچھ شرائط اور حدود بھی ہوتے ہیں یا نہیں مثلاً نماز بھی تو عبادت ہے، اگر کوئی بے وضو پڑھانے لگے تو کیا صحیح ہوجائے گی، اسی طرح امر بالمعروف کے بھی شرائط ہیں، انہیں سے ایک یہ بھی ہے کہ عین امر بالمعروف کے وقت ناصح اپنے کو مخاطب سے کمتر اور بدتر سمجھے، ایسا شخص امر بالمعروف کرسکتا ہے، کیا تمہاری اس وقت یہ حالت تھی؟ کہنے لگے نہیں، میں نے کہا کہ جب شرط نہ پائی گئی تو پھر عبادت کہاں ہوئی۔

(افاضات الیومیہ، جلد نمبر ۲، ص ۸۳)

مدارس اور خانقاہوں کی افادیت اور ضرورت

اس تحریک تبلیغ کے بانی اور سرپرست حضرات سب ہی مدارس دینیہ اور خانقاہی طرز سے مستفید اور ان کے فیض یافتہ ہیں اور انہی مدارس اور خانقاہوں کا یہ فیض ہے جو کم سے کم اس برصغیر میں اسلامی علوم قرآن وسنت کی تعلیم باطنی تزکیہ وتصفیہ کا کام انجام پارہا ہے جس سے مستفیض ومستفید ہوکر ایک ایک عالم دین اور شیخ طریقت سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ کا ذریعہ بنا ہوا ہے اور اپنے اپنے علاقوں میں ہدایت کی شمع روشن کئے ہوئے ہے اور واسطہ در واسطہ لاکھوں مسلمانوں کو ان حضرات سے علمی اور روحانی فیض پہنچ رہا ہے۔ اگر ان مدارس وخانقاہوں میں کمی واقع ہویا اس طریقہ کو ثانوی درجہ دیدیا جائے تو علوم قرآن وسنت اور تزکیہ نفوس تحصیل نسبت باطنہ کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہے گا اور موجودہ علماء اور مشائخ کے بعد آگے ان کے جانشین اور وارث پیدا ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی، عمومی دعوت وتبلیغ اور عام مسلمانوں میں ابتدائی ضروری دینی معلومات حاصل کرنے کی یہ مروجہ صورت علوم دینیہ میں تبحر اور تفقہ پیدا کرنے اور علوم قرآن وسنت میں مہارت حاصل کرنے کے کسی طرح بھی کافی نہیں اور نہ ہی یہ طریقہ اس کے لئے وضع کیا گیا ہے بلکہ حسب تصریح مولانا محمد الیاس صاحبؒ اس طریقہ سے دین کی الف، ب، ت سکھائی جاتی ہے اور مولانا محمد یوسف صاحب جانشین حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ "ہم مدرسہ میں بخاری پڑھانے والوں کے لئے یہ نہیں چاہتے کہ ان کو التحیات پڑھانے پر لگادیں۔"

(تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۴۲)

مولانا مرحوم نے دینی مدارس کے درس وتدریس کو اصل بنیادی کام قرار دیا ہے اور اس پر وہ خود بھی عمل پیرا رہے ہیں، چنانچہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ بجنوری کے اس سوال پر کہ مدرسہ کا درس وتدریس چھوڑ کر کچھ دنوں کے لئے تبلیغی چلّوں میں جانا چاہتا ہوں۔ مولانا محمد یوسفؒ نے مفتی صاحب موصوف کو پڑھانے کے کام کو چھوڑ کر تبلیغ میں جانے سے سختی کے ساتھ منع فرمادیا اور فرمایا کہ آپ اسی کام کو کرتے رہیں، ہم درس وتدریس کے کام کو بنیادی کام سمجھتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے الفاظ میں

اس واقعہ کا تذکرہ خود مفتی صاحب کی زبانی سنئے، حضرت شیخ الحدیث ارقام فرماتے ہیں، مفتی عزیز الرحمٰن سوانح حضرت جی میں لکھتے ہیں۔

"میں نے مولانا صاحب سے اپنی درسی مصروفیات کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں اپنے پڑھانے سے اس قدر تھک گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے دنوں کے لئے کوئی آدمی مل جائے تو درسی ذمہ داری اس کے سپرد کرکے کچھ دن تبلیغ میں لگالوں تو فرمایا "ہرگز نہیں تبلیغ سے پہلے بھی یہی کام کرنا ہے اور تبلیغ کے بعد بھی یہی کام کرنا ہے، لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مدرسوں کے مخالف ہیں حالانکہ یہ غلط ہے، ہم پڑھانے کو بنیادی کام سمجھتے ہیں اور حد یہ ہے کہ خود پڑھاتے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے کے کام کے ساتھ تبلیغ کو بھی لگائے رکھو۔

شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا حکیم اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خیالات

تبلیغی جماعت کے بارے میں

(سوانح یوسفی، تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات ص،۳۰)

پس جو لوگ خود کو علماء سے دور رکھتے ہیں اور تبلیغی جماعت کے جلسوں میں بہت بڑا مجمع دیکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ حق پر ہمارے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں مثلاً بنگلہ دیش میں دس کروڑ مسلمان ہیں اگر ان میں سے ایک کروڑ مسلمان جماعت میں لگے ہوئے ہوں تو ۹ کروڑ مسلمانوں کو دین کون پہنچائے گا۔

یہ علماء جو مساجد میں ائمہ ہیں، مدارس میں پڑھاتے ہیں، خانقاہوں میں تزکیہ واصلاح کا کام کررہے ہیں، سوچئے کہ اگر تمام ڈاکٹر اور اطباء بوریہ بستر لے کر گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ نکل جائیں اور بیمار لوگ جب ان کے کلینک میں پہنچیں تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ کشتی شفاخانہ لے کر تین چلے لگانے گئے ہیں تاکہ گھر گھر جاکر علاج کرسکیں تو ان مریضوں کا کیا ہوگا جو ان کے مطب تک پہنچیں گے اور شدید امراض کا شکار ہوں گے، لہٰذا تم لوگ جب ان ڈاکٹروں کی قدر کرتے ہو جو اپنے کلینک میں بیٹھ کر خدمت خلق انجام دے رہے ہیں تو ان علماء اور حفاظ کی بھی قدر کرو، جو مساجد اور مدارس میں درس حدیث اور درس قرآن کی خدمت انجام دے رہے ہیں، نورانی قاعدہ پڑھانے والے کی بھی عزت کرو اور بخاری پڑھانے والے کی بھی عزت کرو، جو شخص جس طرح بھی دین کی خدمت میں مصروف ہے اسے فریق مت سمجھو بلکہ اس کو اپنا رفیق مانو اور اس کی قدر کرو، دین کا ہر شعبہ اہم ہے، خواہ وہ تعلیم کا شعبہ ہو، خواہ تدریس کا شعبہ ہو، خواہ تبلیغ کا شعبہ ہو، ہر وقت اس زعم میں مبتلا رہنا کہ ہم جیسوں کی چلت پھرت سے جاپان میں اتنے لوگوں کی اصلاح ہوگئی اور امریکہ میں اتنے لوگ دعوت میں لگ گئے اور ان علماء سے کوئی بات نہیں بن رہی ہے یہ زعم اور یہ دعویٰ اور یہ سوچ دین اسلام میں تفرقہ ڈالنے والی ہے، حالانکہ تمام علماء فرض ادا کررہے ہیں اور تم نفل ادا کررہے ہو۔ تم علماء کے پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوسکتے۔ ایک دن جب فیصلے کی گھڑی آئے گی تمہیں خود اندازہ ہوجائے گا کہ صحیح کیا تھا اور غلط کیا۔

دعوت کا کام مستحب ہے اور دین کی حفاظت کرنا فرض عین ہے اور تعلیم قرآن وحدیث سے فرض ادا ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں دین کی حفاظت ہوتی ہے۔ ایک بادشاہ جو پورے ملک کے نظام پر نظر رکھتا ہے، جو اپنے کمرے میں بیٹھ کر فرمان جاری کرتا ہے کیا اس کی توہین کرنا ان لوگوں کے مقابلے میں جو ہزاروں کی تعداد سڑکوں پر پرٹھیلہ کھینچ رہے ہیں یا مزدوری کررہے ہیں جائز ہوگا؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہم نے تو جنگلوں میں، دریاؤں میں اپنے پسینے گرائے ہیں اور مولوی حضرات پنکھوں کے نیچے بیٹھ کر بخاری اور مسلم پڑھارہے ہیں اور یہ مولوی لوگ ہمارے برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟ اب پسینے کی قیمت بھی سن لو، ہر شخص کے پسینے کی قیمت اس کے علم وعقل اور اس کے دین وفہم کے اعتبار سے ہوتی ہے کیا ساری امت کا پسینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قطرۂ پسینہ کے برابر ہوسکتا ہے؟

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا خطاب

اے مسلمانو! کیا تم سنتے ہو؟ مغرب کی درسگاہوں، تحقیقاتی اداروں اور علمی مرکزوں سے مسلسل ایک آواز ہم سے مخاطب ہے، مگر افسوس کوئی اس پر توجہ نہیں دیتا، کسی کا فون جوش نہیں مارتا، کسی کی غیرت نہیں جاگتی، سنو یہ آواز کہتی ہے۔

اے مسلمانو! اے ہمارے غلاموں سنو! تمہارے اقبال کے دن گزر گئے، تمہارے علم کے کنوئیں سوکھ گئے، تمہارے اقتدار کا سورج ڈوب گیا، اب تمہیں حکمرانوں اور سلطان سے کیا واسطہ، اب تمہارے بازو شل ہوگئے، دیکھو! ہم نے تمہیں کس طرح سے سر سے پاؤں تک غلامی کے سانچہ میں ڈھالا ہے، ہمارا لباس پہن کر ہماری زبان بول کر اور ہمارے طور طریقے اختیار کرکے تمہارے سر فخر سے اٹھ جاتے ہیں، تمہارے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جب ہمارا قومی نشان اور ہمارا مذہبی شعار ٹائی لگاکر اسکول جاتے ہیں، اس لباس کو دیکھ کر کیسا تمہارا دل خوش

ہوتا ہے، ہم بے وقوف نہیں تھے ہم تمہارے دل ودماغ کو اپنا غلام بنا چکے تھے، تم ہماری آنکھوں سے دیکھتے ہو، ہمارے کانوں سے سنتے ہو اور ہمارے دماغ سے سوچتے ہو، تمہارا وجود تمہارا اپنا کچھ نہیں، تمہارا ہر شعبۂ زندگی ہمارا محتاج ہے، تمہارے گھروں میں ہمارے طور طریقے رائج ہیں، تمہارے دماغوں میں ہمارے افکار گھسے ہوئے ہیں، تمہارے اسکولوں اور مدرسوں میں ہمارا مرتب کردہ نصاب ہے، تمہارے بازاروں میں ہمارا سامان بک رہا ہے اور تمہاری جیبوں میں ہمارا سکہ ہے، تمہارے سکے کو ہم مٹی کر چکے ہیں، تم اپنے سکے کے مقابلے میں خود بھی اپنے سکے کو چھوٹا اور کم قیمت سمجھتے ہو تو پھر تم کیسے ہمارے حکم سے سرتابی کرو گے؟ تم اربوں اور کھربوں روپے کے ہمارے قرض دار ہو، تمہاری معیشت ہمارے قبضہ میں ہے، تمہاری منڈیاں ہمارے رحم وکرم پر ہیں اور تمہاری ساری تجارتیں اور تمام تجارتی ادارے ہر صبح اٹھتے ہی ہمارے سکے کو سلام کرتے ہیں، تمہیں اپنے جوانوں پر ناز تھا، تم کہتے تھے

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

تو سنو! اس زرخیز زمین کو ہم نے ہیروئن، سگریٹ، شراب، شہوت انگیز تصویروں، ہیجان انگیز فلموں، زناکاری کی دعوت دینے والے ٹی وی ڈراموں اور ہوس زر کا آبِ شور شامل کر کے اب بنجر بنا دیا ہے، تمہیں اپنی فوج پر بڑا گھمنڈ تھا، اب جاؤ اپنی فوج کے اسلحہ خانوں کو دیکھو، اگر ہم اسلحہ دینا بند کر دیں تو تمہاری فوجی ٹھکانے یتیم ویسیر ہو کر رہ جائیں۔ مان لو کہ اب تم ہمارے غلام ہو اور غلاموں کو روئے زمین پر سر اٹھا کر چلنے کا حق نہیں ہوتا۔

ایک زبردست پیشین گوئی

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا فتنہ سر ابھارے گا کہ اس وقت مال کی فراوانی ہوگی اور اس وقت قرآن جائے گا اور ہر کس وناکس قرآن کو تختہ مشق بنا لے گا اور قرآن کی آیتوں کا صحیح اور غلط بیانکرے گا (شرائط تفسیر سے آزاد ہو کر) کیا مومن اور کیا منافق، کیا جھوٹا، کیا بڑا کیا مرد اور کیا عورت ہر طرح کے لوگ اس قرآن میں ہرزہ سرائی کرنے لگیں گے، اسی تقابلی جذبے میں ایک آدمی کھڑا ہو کر کہے گا یا میں نے تو قرآن پڑھا اس کا مطلب بیان کیا، مگر کیا بات ہے لوگ میری طرف متوجہ نہیں ہو رہے ہیں، میرے پیچھے نہیں چل رہے ہیں، چلو ایک بار مجمع میں کوشش کر کے دیکھوں شاید مجمع اور بڑھ جائے اور لوگ کثرت سے میری طرف متوجہ ہوں مگر افسوس مجمع متوجہ نہیں ہوگا، عقیدت مندوں میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوگا، پھر اس کے دماغ میں ایک اسکیم ابھرے گی اپنی ذاتی زمین میں ایک لکیر بنائیگا اور اس کو مسجد قرار دے گا، پھر اس میں بیٹھ کر دہ تعمیری شگوفے چھوڑیگا، جس کا تعلق نہ قرآن حکیم سے ہوگا، نہ حدیث رسول سے۔ تم اس کے پیچھے مت جانا کیوں کہ اس کی باتیں تمہیں دھوکہ میں ڈال دیں گی اور اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر شگوفہ ایک گمراہی ہوگا۔

(سنن ابوداؤد، ناقل مفتی سعید قاسمی دھولیہ)

دوستو! کسی کے گمراہ ہونے یا ہدایت ہونے کا انداز اس کے عمل سے لگایا جاتا ہے نہ کہ اس کی نسل سے۔ مولانا سعد کی عالمی رسوائی کا منظر دیکھ کر کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا ہے کہ مولوی سعد تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے کیوں کہ وہ صدیقی ہیں اور صدیقی کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔

وضاحت: یہ دعویٰ غلط ہے کہ جو صدیقی ہوں وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے، مولوی سعد کا جو شجرہ ہے وہی ان حضرات کا بھی ہے۔

مولانا طلحہ صاحب کاندھلوی، مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی، مولانا زبیر الحسن کاندھلوی۔ نظام الدین کے نسل پرستوں نے جب دیکھا کہ علماء دیوبند نے ان کے بے جان اور جھوٹے خوابوں کا جھوٹے دلائل کا، میبجوں کا جھوٹے الزامات، جھوٹے بہتان کا دندان شکن رد فرما کر باطل کی ساری اسکیموں کو رد کر دیا تو ان حضرات کو اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خاندان یاد آیا، کیا مولانا یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب کو اپنی زندگی میں کسی موقع پر اپنے نسب اور اپنے صدیقی ہونے کا سہارا لینے کی ضرورت پڑی؟ نہیں، کیوں کہ ان کے پاس ان کا کردار تھا، ان کا تقویٰ تھا، انہیں نسل ونسب کے سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب کنعان گمراہ ہو سکتا ہے اور راندۂ درگاہ ہو سکتا ہے تو پھر کسی بھی خاندان میں گمراہ کیوں نہیں پیدا ہو سکتا، کیا صحابہ کرام یا اولیاء انبیاء سے بڑے ہیں؟

مولانا سعد کاندھلوی کی تقاریر اپنے افکار وخیالات کی روشنی میں

حضرت مولانا سعد صاحب دامت براکاتہم کی لہرپوری سیتاپور ۱۴۳۵ھ اجتماع کے موقع پر کی گئی تقریروں کے چند اقتباسات کا مختصر جائزہ

جدید آلات اور رواجی چیزوں کے ذریعہ تبلیغ

تمہید: تمام اسلاف متقدمین ومتاخرین، فقہاء ومحدثین یہ لکھتے چلے آرہے ہیں، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مضمون میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ شریعت میں دو چیزیں ہیں وسائل اور مقاصد، مقاصد میں جن امور میں شریعت نے خاص طریقہ متعین کردیا ہے ان میں تغیر وتبدل کی گنجائش نہیں، جیسے نمازوں کی کمیت وکیفیت، رکعتوں کی تعداد وغیرہ جن کو فقہانے امر تعبدی سے تعبیر کیا ہے، اور شریعت کے بہت سے احکام ایسے ہیں کہ ان میں کسی خاص طریقہ کا شریعت نے پابند نہیں کیا، بلکہ اس کے حدود وقیود مقرر کردیئے ہیں، مثلاً لباس کی وضع قطع کہ اس میں شریعت نے اختیار دیا ہے البتہ کچھ حدود مقرر کئے ہیں مثلاً پاجامہ ٹخنوں سے نیچا نہ ہو، گھٹنوں سے اونچا نہ ہو وغیرہ وغیرہ، وسائل اور اسباب کے متعلق شریعت نے لوگوں کو زمانہ اور حالات کے اعتبار سے اختیار دے رکھا ہے، اور قدیم صالح کے ساتھ جدید نافع کے اختیار کرنے کی نہ صرف اجازت بلکہ سیرت نبوی سے عملی ترغیب بھی معلوم ہوتی ہے، شرعی ضرورت کے وقت بسا اوقات جدید نافع کو اختیار کرنا ضروری بھی ہوجائے گا۔

فقہائے اسلام اور حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق جہاد اور اس کے جملہ انواع، اسی طرح دعوت وتبلیغ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، تعلیم وتبلیغ اور تزکیہ، سب اسی دائرہ میں آتے ہیں کہ لوگوں کے حالات کے لحاظ سے طریقوں میں تغیر وتبدل سب ممکن ہے، کسی خاص حالت اور طریقہ کی پابندی امرِ اول کی طرح لازم نہیں، اور جدید رواجی طریقوں اور جدید آلات کو اختیار کرنا مذموم نہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جہاد تیر وکمان کے ذریعہ ہوتا تھا اور اب دیگر آلات حرب کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور یہی ضروری ہے، اسی طرح تعلیم وتبلیغ وتزکیہ میں بھی شریعت نے حدود وقیود اور آداب تو بتائے ہیں باقی ضرورت کے تحت حالات کے پیش نظر جدید آلات اور رواجی طریقہ کو اختیار کرنے کی بالکل اجازت دی ہے۔

اور ندوۃ العلماء کے مسلک کی تو بنیاد ہی قدیم صالح اور جدید نافع پر ہے، یہ تو ہے شرعی ضابطہ کی بات، جس کے دلائل کتب شرعیہ میں مفصلاً مذکور ہیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ کی طرف اور اس کے دین کی طرف بندوں کو بلانا فرض ہے، انفرادی ہو یا اجتماعی، تقریر سے ہو یا تحریر سے، علانیہ ہو یا خلوت میں، اس کی کوئی شکل متعین نہیں، دعوت دین کا کام کرنے والے ہر فرد جماعت کو اختیار ہے کہ وہ جس ماحول میں اپنے لئے جو طریقہ صحیح جانے وہ مقرر کرلے اور اپنی سعی وجہد کا جو طرز مناسب اور مفید سمجھے وہ اختیار کرلے اس میں کسی کو جائز اور ناجائز کہنے کا، کوئی روک ٹوک لگانے کا حق حاصل نہیں ہے، جب تک کہ اس میں ایسا کوئی عنصر شامل نہ

ہوجائے جو شرعی طور پر منکر یا مقاصد، دینیہ کے لئے مضر ہو، یہ سب چیزیں اجتہادی اور تجرباتی ہیں، ان چیزوں پر یا ان خاص شکلوں پر ہر جگہ اور ہر شخص سے منصوص چیزوں کی طرح اصرار کرنا صحیح نہیں ہے۔

کبھی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقہ اور یہی طرز۔ دین کے خدمت اور احیاء کے لئے ہمیشہ کے واسطے اور ہر جگہ کے لئے ضروری ہے اور اس کے علاوہ سب غلط ہے، جب تک اس مخصوص طریقہ پر کام نہ ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ ساری جدو جہد رائیگاں گئی اور جو کچھ ہوا سب فضول ہوا، یہ بے اعتدالی ہے اور یہ رویہ خطرناک ہے، اسی طرز فکر کے نتیجہ میں مختلف مذاہب اور فرقے امت میں پیدا ہوئے، اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ اب تک اور تجربوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا اور ہم نے اس کو مفید پایا ہے، پس جب تک یہ چیزیں فائدہ مند معلوم ہوتی ہیں اس وقت تک ان کو جاری رکھنا چاہئے، لیکن اگر کوئی خاص طریقہ ایک رسم بن جائے تو یہ ایک مذہب بن جائے گا اور ایک بدعت قائم ہوجائے گی، اور اس وقت کے ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ اس کی اصلاح کے لئے جدو جہد کریں اور ان رسومات کو مٹائیں، بہت سی چیزیں صحیح مقاصد اور دینی مصلحتوں سے شروع ہوتی ہیں لیکن آگے چل کر غلط صورت اختیار کرلیتی ہیں ایسے موقع پر حقیقت ورسم، سنت وبدعت، فرض ومباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے۔

(تبلیغ دین کے لئے ایک اصول، ملحقہ خطبات علی میاں ندوی: ۲۲۲/۵ تا ۲۲۴)

یہ تو ہوئی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت جو ٹھیک کتاب وسنت کے مطابق ہے۔

اب دیکھئے! حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم لاکھوں کے مجمع میں کیا بیان فرماتے ہیں، انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں:

بات کو پہنچادینا یہ تبلیغ نہیں ہے، بلکہ خود دعوت کو لے کر جانا، دل میں اتارنا یہ دعوت ہے، نشر واشاعت کے ذریعہ، آلات کے ذریعہ دعوت کا پہنچادینا اتمام حجت کے لئے کافی نہیں، ہر طریقہ ابلاغ دعوت نہیں ہے، دعوت صرف اسی طریقہ پر ہوتی ہے جس کو صحابہ کرام کرتے تھے، انفرادی دعوت اصل دعوت ہے اور غیبی نصرت وہدایت کا سبب ہے، کسی ذریعہ سے دعوت کا پہنچادینا اتمام حجت کے لئے ہرگز کافی نہیں، آج ہم نے رواجی طریقوں کو کافی سمجھ لیا ہے یہ نہ اپنی ہدایت کے لئے کافی ہے نہ دوسروں کے لئے، دعوت تو صرف اس کو کہتے ہیں جو صحابہ کے طریقہ کے مطابق ہو، اس زمانہ کے رواجی طریقے صحابہ کے دور میں نہ تھے کہ موقع آیا تو اخبار میں ایک کالم لکھ دیا، رواجی طریقوں سے دین کا پہنچادینا رواج کی ترقی کا ذریعہ ہوگا، دین کی ترقی کا ذریعہ نہ ہوگا، دعوت صرف محمد ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقہ کو کہتے ہیں، صحابہ کرام کے طریقہ محنت کو دعوت کہتے ہیں، سب سے پہلے امت سے سنت دعوت ختم ہوجائے گی، رواجی طریقوں اور نشر واشاعت کے ذریعہ دعوت دینے کو کافی سمجھ لیا یہ ہرگز کافی نہیں، اب تو ساری دین کی اشاعت آلات پر ہے اور اس کو ترقی سمجھتے ہیں، دعوت خط وکتابت سے نہیں ہوتی ہے دعوت جماعت سے ہے، رواجی طریقے اللہ کے واسطے سب چھوڑ دو اور دین کی دعوت خود لے کر پہنچو، رسول اللہ ﷺ نے حکام کو خطوط لکھے ڈاک سے نہیں بھیجے صحابہ کی جماعت بھیجی۔

جتنا رواجی چیزوں سے بچوگے اللہ تعالیٰ طریقہ الہام کریں گے، اور جتنا رواجی چیزوں کو اختیار کروگے سنتِ دعوت سے دور ہوتے چلے جاؤگے، امور دعوت اس شخص کو الہام ہوں گے جو رواجی چیزوں سے پرہیز کرے گا۔

(اذان کی ابتداء اور اس کی مشروعیت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:) صحابہ نے مشورے دئے آپ نے فرمایا دیا یہ یہودیوں کا طریقہ ہے، اذان الہام ہوئی، دعوت تامہ الہام ہوئی ہے، رواجی طریقوں کے چھوڑنے کی وجہ سے۔

اسی سیاق میں یہ بھی فرمایا کہ:

’’سب سے زیادہ نقصان موبائل سے پہنچا ہے کہ موبائل کے ذریعہ مشورہ دینے اور دعوت دینے کو کافی سمجھ لیا، خود جاکر دعوت دو‘‘۔

مرکز کے دوسرے صاحب نے ایک بیان میں فرمایا:

’’پہلے دعوت ہے بعد میں عبادت، دیکھو اذان پہلے ہے جس سے شیطان بھاگتا ہے نماز بعد میں ہے، شیطان پھر آکر نماز میں بہکانے لگتا ہے، پہلے دعوت، بعد میں عبادت‘‘۔

مذکورہ بالا مضمون میں محترم مولانا سعد صاحب نے اپنے مغرب کے بعد کے بیان میں تین مرتبہ پوری قوت سے بیان فرمایا جس کو احقر نے سنا اور بروقت ضبط کیا، حضرت والا سمجھ سکتے ہیں کہ ان کی ان مذکورہ باتوں سے لاکھوں کے مجمع پر کیا اثر پڑا ہوگا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تذکیر وتبلیغ میں ترغیب وترہیب اور ذہن سازی تربیت کے لئے ایک حد تک غلو کو بھی گوارہ کرلیا جاتا ہے، اور مؤثر شخصیت کے اقوال کی توجیہ وتاویل بھی گوارہ کی جاتی ہے، یہاں بھی کھینچ تان کر ہم تاویلات کرسکتے ہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان کا یہ منفی انداز بیان، یا ان کے بیان کے منفی اثرات امت کے لاکھوں افراد پر کیا پڑ رہے ہیں؟ کیا جدید آلات اور مختلف ذرائع ابلاغ نیز تصنیف وتالیف اور خط وکتابت کے ذریعہ تبلیغ تبلیغ نہیں ہے؟ نشر واشاعت کیا تبلیغ کا مؤثر اور پائیدار طریقہ نہیں ہے؟ بَلِّغْ مَاأُنْزِلَ میں مَاأُنْزِلَ کا دائرہ کس قدر وسیع ہے کیا اس وسعت کے ساتھ دین کے سارے امور کی تبلیغ تصنیف وتالیف کے بغیر آج کل ممکن ہے؟ اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلَاغ فرمان خداوندی کے تحت کیا بہت سے موقعوں میں محض ابلاغ سے حق تبلیغ ادا نہیں ہوگا؟ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتب اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے خطوط جو انہوں نے حکام کو ارسال کئے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرب وعجم کے حکام کو جو دعوتی خطوط لکھے کیا وہ تبلیغ نہیں ہیں؟ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ریڈیو اسٹیشن پاکستان کے ذریعہ درس قرآن دیا کرتے تھے اور آج بھی عرب وعجم کے مختلف ممالک میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں اہل علم جدید آلات ذرائع ابلاغ ومواصلات جن کو رواجی چیز کہا جاتا ہے، جن کے ذریعہ دین وشریعت کی مؤثر خدمات انجام دے رہے ہیں اور ان کے ذریعہ تبلیغ دین کررہے ہیں کیا یہ سب رواج کی ترقی کا ذریعہ ہیں؟ اور دین کی ترقی اور تبلیغ ان سے نہیں ہورہی ہے؟ کیا ان سب طریقوں سے سنت سے دوری ہوئی اور سنت دعوت ختم ہوگئی۔

غور طلب بات یہ ہے کہ سامعین جو لاکھوں کی تعداد میں تھے کیا ان کے قلوب میں یہ بات راسخ نہیں ہوئی کہ تصنیف وتالیف ودیگر ابلاغ کے ذریعہ علماء جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ تبلیغ نہیں ہے! اصل تبلیغ یہ ہے جو خود جاکر بالمشافہ ہم دے رہے ہیں، اسلاف دعاۃ اور علماء سے دوری اور بدگمانی کی راہ رفتہ رفتہ ہموار ہورہی ہے کہ اصل دعوت تو بس یہی ہے جو ہم کررہے ہیں، باقی رواجی طریقے سب بے کار ہیں۔

لاکھوں سامعین کا مجمع تو یہ سمجھ رہا ہے کہ مولانا سعد صاحب جو بیان فرمارہے ہیں یہ سب اللہ کی طرف سے الہام کیا ہوا ہے گویا منزل من السماء ہے کیونکہ انہوں نے رواجی چیزوں کو چھوڑ دیا ہے، جس طرح رواجی چیزوں کے چھوڑنے سے اذان جیسی دعوت تامہ کا الہام ہوا، اسی طرح اس زمانہ میں ان طریقوں کا الہام ہوا، اس خاص طریقہ تبلیغ پر اصرار اور دوسرے طرق جو دیگر ذرائع ابلاغ کے واسطے سے ہو اس کی نفی کا ذہن بن رہا ہے، شریعت نے جن چیزوں میں اپنے بندوں کو اختیار دیا تھا (یعنی طرق دعوت) ان کے بیان سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس اختیار کو سلب کرکے خاص ایک طریقہ کی پابندی لازم اور ضروری ہے، بعد میں چند جملوں میں یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ دوسرے شعبے مدرسے وغیرہ بھی ضروری ہیں۔ لیکن اصل پختہ ذہن وہی بنتا ہے۔

رواجی چیزوں کو چھوڑنے سے اذان جیسی دعوت کے ملہم ہونے کی بات بھی محل غور ہے، یہ دقیق علمی غلطی ہے، کیا اذان اس معنی کر دعوت ہے جس معنی کر وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ دعوت تامہ اذان کا ایک لقب ہے۔

دعوت وتبلیغ میں تو ہم مختار ہیں، طریقہ میں تغیر وتبدل اور کمیت میں کمی بیشی اور ہیئت میں تبدیلی سب کرسکتے ہیں، کیا اذان میں مثلاً ضرورت کے وقت فجر کی اذان میں لوگوں کے غلبہ نیند کے وقت الصلاۃ خیر من النوم بجائے دو کے چار بار کہہ سکتے ہیں؟ گویا لوگوں کی غفلت کے وقت حی علی الصلاۃ کا مزید تکرار واعادہ کرسکتے ہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ اس معنی کر اذان دعوت نہیں بلکہ امر تعبدی اور خالص عبادت ہے اسی وجہ سے اس میں کمی بیشی اور تغیر وتبدل کا حق نہیں۔ جب تک اس امر تعبدی کا حکم اور اس کی مشروعیت نہ ہوئی تھی تو اس مقصد کے لئے مشورہ بھی ہوا، اب مشورہ سے بھی اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

نماز پر اذان کی تقدیم کی وجہ سے یہی کہنا کیسے درست ہوا کہ پہلے دعوت بعد میں عبادت، مشروعیت کے لحاظ سے تو پہلے نماز ہے بعد میں اذان، اور اذان سے پہلے تعلیم اذان ہے تو ان صاحب کو یہ کہنا چاہئے کہ پہلے تعلیم بعد میں دعوت۔ آخر ایسے نکتے کیوں بیان کئے

جائیں جو علمی اعتبار سے بھی غلط ہوں اور خواہ مخواہ موضوع بحث بنیں، رواجی اور جدید آلات سے احتراز اور پرہیز ضروری ہے کیونکہ صحابہ کے زمانہ میں بقول ان کے یہ سب طریقے نہیں تھے، ٹیلکس نہیں تھا موبائل نہیں تھا تو پھر رواجی طریقوں اور چیزوں اور جدید آلات میں لاؤڈ اسپیکر بھی ہے، ان کی بیان کردہ ہدایت وتاکید کے مطابق جلسوں میں اور بڑے بڑے اجتماعات میں اس کا بھی استعمال نہ ہونا چاہئے کیونکہ صحابہ کے زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر نہیں تھا اس کو استعمال کرنے سے سنت دعوت سے دوری ہوگی اور دین کی ترقی نہیں بلکہ رواجی چیزوں کی ترقی ہوگی۔ ان کی باتوں کو سن کر لاکھوں کا ذہن کیا بنا اور اس سے کیا نتائج نکلے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

کیا موبائل میں کلام پاک سننا اور پڑھنا قرآن کی توہین اور اس کی تصاویر قطعی حرام ہیں؟

حضرت مولانا سعد صاحب نے لہر پور کے اجتماع میں مغرب کے بعد بیان میں ارشاد فرمایا:

''موبائل سے تصویر لینا قطعی حرام ہے، اس کی حرمت میں کوئی دو رائے نہیں، شکل بدلنے سے حکم نہیں بدلتا مجھے اس سے بہت نفرت ہے، خدا نہ کرے مجھ سے بددعاء نکل جائے، یہ سب شیطان کے مشورے ہیں کہ حرام کو حلال کردے، شکل بدلنے سے حکم نہیں بدلتا، جس کے موبائل میں تصویر ہو اس کو نکال دے ورنہ وہ نقصان اٹھائے گا، جس موبائل میں تصویر ہوگی وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے۔

اسی طرح موبائل میں قرآن پاک سننا اور پڑھنا یہ قرآن پاک کی توہین ہے۔ (بطور دلیل کے بیان فرمایا) وحی کا اتنا بوجھ تھا (لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْآنَ) اگر قرآن پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو پہاڑ ریزے ریزے ہو جاتا۔ اس قرآن پاک کو موبائل میں سنیں، کیسے طبیعت گوارا کرتی ہے؟''

اس میں شبہ نہیں کہ مولانا کے اس بیان سے لوگوں نے اس کا بہت اثر لیا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حقیقت یہی ہے اور شرعی حکم بھی یہی ہے جس کو مولانا نے لاکھوں کے سامنے بیان کیا اور بطور شرعی مسئلہ کے لوگوں نے سمجھ بھی لیا؟ کیا قرآن پاک کا موبائل یا کسی جدید آلہ میں دیکھنا، سننا، پڑھنا قرآن پاک کی توہین کو مستلزم ہے؟ موبائل کی تص قطعی حرام ہے، اس میں کوئی دوسری رائے نہیں؟ کیمرے اور کا تصویر کی بابت تو کہا جاسکتا ہے کہ علماء مصر کے علاوہ عرب وعجم کے معتمد علماء اس کے عدم جواز پر متفق ہیں، لیکن موبائل، سی ڈی، ک وغیرہ آلات میں نمودار ہونے والی تصاویر جس میں کاغذ وغیرہ کی تص کا انضباط وتحفظ نہیں ہوتا اور اس معنی کر نہ وہ پائیدار ہے نہ مرئی، بلکہ اس آلہ کا کمال ہے کہ وہ بروقت سابقہ واقعہ کی منظر کشی پورے طور پر دیتا ہے ورنہ خود اس آلہ کے اندر کوئی تصویر نہیں، یہ بعض علماء کی را ہے وہ حضرات ایسی تصاویر کو جائز کہتے ہیں، البتہ عرب اور عجم کے عل کی ایک جماعت اس کو بھی ناجائز کہتی ہے۔

الغرض اہل حق علماء کا اختلاف بھی ہے پھر اس کو قطعی حرام او کہ اس میں کوئی دو رائے نہیں کیسے کہا جاسکتا ہے؟ یہ محض لفظی گرف نہیں بلکہ عوام نے یہ اثر لیا کہ بڑا طبقہ اس کو بالکل ناجائز سمجھنے لگا، اب اگر کوئی عالم، دین دار اس میں مبتلا نظر آئے وہ اس سے بدگمان ہو ہیں کہ یہ حرام میں مبتلا ہیں۔ اگر کوئی موبائل میں قرآن پاک سن رہا یا دیکھ کر پڑھ رہا ہے تو وہ قرآن کی توہین کررہا ہے، چنانچہ دوسرے دن سے فون آنے شروع ہوگئے کہ کیا موبائل میں قرآن سننا، پڑ کس وجہ سے توہین کو مستلزم اور حرام ہے؟ کیا اس وجہ سے کہ یہ جدید آ ہے؟ یا اس وجہ سے کہ اس کا استعمال بکثرت فحش اور بے حیائیوں م بھی ہوتا ہے، تو پھر چاہئے کہ لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کا استعمال بھی ترک کر جائے، اس میں بھی قرآن پاک سننا توہین سمجھا جائے، ہم نے تو اپ بعض بڑوں کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑ اہتمام سے رمضان شریف میں بعد عصر ٹیپ رکارڈ کے ذریعہ پابند سے قرآن پاک سنتے دیکھا ہے، اس میں کوئی توہین کی بات نہیں، ہم مولانا نے جو دلیل دی ہے لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْآنَ الخ اہل علم سکتے ہیں کہ اس کو اس سے کیا مس! یہ ان کا اجتہاد اور استنباط ہے یا ان کا طبعی وذوقی چیز ہے، ذوقی چیز کو شرعی مسئلہ بنا کر امت کو کیوں پا کررہے ہیں، پھر اس قدر تنفر کہ بددعا کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔

(۴) قبولیتِ توبہ کی چوتھی شرط لوگ بھول گئے

اسی تقریر میں مولانا نے بیان فرمایا:

"نقل وحرکت توبہ کی تکمیل وتزکیہ کے لئے ہے، توبہ کی تین شرطیں تو لوگ جانتے ہیں...... چوتھی شرط نہیں جانتے بھول گئے وہ کیا ہے خروج، اس شرط کو لوگوں نے بھلا دیا، بطور دلیل کے مولانا نے بنی اسرائیل کا قصہ بیان فرمایا کہ ایک آدمی نے ۹۹ رقتل کئے تھے...... (پورا قصہ) پہلی ملاقات راہب سے ہوئی، راہب اس کو کہتے ہیں جو امت سے کٹ کر خلوت میں عبادت کرے...... پھر عالم سے ملاقات ہوئی، عالم نے کہا تم خروج کرو، اس قاتل نے خروج کیا اللہ نے اس کی توبہ قبول کی، معلوم ہوا کہ توبہ کے لئے خروج ضروری ہے۔

مولانا دامت برکاتہم نے بنی اسرئیل کے ۹۹ رلوگوں کے قاتل کا قصہ بہت تفصیل سے بیان فرمایا اور پوری قوت سے اس بات کو ثابت کیا کہ وہ ۹۹ رلوگوں کا قاتل راہب کے پاس گیا تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوئی جب اس نے دوسری بستی کے لئے خروج کیا تب جا کر اس کی توبہ قبول ہوئی، معلوم ہوا کہ توبہ کے لئے اللہ کے راستہ میں خروج ضروری ہے، اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی، یہ شرط لوگ بھول گئے، توبہ کی تین شرطیں بیان کرتے ہیں چوتھی یعنی خروج بھول جاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کہ مولانا نے توبہ کی قبولیت کی چوتھی شرط خروج فی سبیل اللہ جو بیان کی جس کو علماء سلف وخلف اور فقہاء ومحدثین بیان کرنا بھول گئے، یہ شرط کہاں سے ماخوذ ہے؟ قرآن پاک کی کس آیت یا کس حدیث سے یہ شرط مستفاد ہوتی ہے؟ کتاب وسنت سے تو اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

(۱) ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: جو شخص چھوٹا بڑا کسی قسم کا کوئی بھی گناہ کرے پھر اٹھ کر وضو کرے، نماز پڑھے (یعنی صلوٰۃ التوبہ پڑھے) پھر استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کو بالکل معاف فرما دیتا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: مامن رجل یذنب ذنباً ثم یقول فیتطهر ثم یصلی ث، یستغفر الله الا غفر الله له ...... رواه الترمذی. (المرقاة: ۳/ ۳۶۸، باب التطوع)

(۲) قرآن پاک سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورۃ نساء، پ:۵)

ترجمہ: جو شخص کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے معافی مانگ لے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت معاف کرنے والا اور مہربان پائے گا۔

اس آیت وحدیث میں مغفرت اور توبہ کی قبولیت کے لیے خروج کا اشارہ تک نہیں ہے۔

(۳) چھٹی صدی کے محقق بزرگ علامہ ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۲۰ھ) نے اپنی کتاب "کتاب التوابین" میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑا، بارش رک گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت دعا کی بارش نہ ہوئی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ آپ کی جماعت اور مجمع میں ایک عاصی اور گناہ گار بندہ ہے جو چالیس سال سے گناہ میں مبتلا ہے کہ اس کی وجہ سے بارش رکی ہوئی ہے جب تک وہ رہے گا اس کے ہوتے ہوئے بارش نہ ہوگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا جو ایسا نافرمان گناہ گار بندہ ہو مجمع سے چلا جائے تاکہ بارش ہو جائے، اس کی وجہ سے پوری قوم کو تکلیف ہو رہی ہے، مجمع سے کوئی اٹھا بھی نہیں اور بارش بھی ہوگئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا یا رب العالمین آپ نے فرمایا تھا کہ ایک ایسا نافرمان بندہ موجود ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے بارش نہ ہوگی، مجمع سے کوئی اٹھا بھی نہیں اور بارش ہوگئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ میرا نافرمان بندہ تھا اس کے بعد اس نے فوراً تمام گناہوں سے توبہ کرلی اب وہ میرا نافرمان بندہ نہیں رہا، فرماں بردار اور محبوب بندہ بن گیا، اس لئے بارش ہوگئی، فاوحی الله الیه ولکن فیکم عبدی بارزنی منذاً ربعین سنة بالمعاصی فنادی فی الناس حتی یخرج من بین اظهر کم، فیه منعتکم ...... فقال فی نفسه ان انا خرجت من بین هذا الخلق فتضحت علیٰ رئو وس بنی اسرائیل، وان قعدت معهم منعوا الجلی فادخل راسه فی ثیا به ناد ما علیٰ افعاله وقال: الٰهی وسیدی عصیتک اربعین سنة وامهلتنی وقد اتیتک طائعا فاقبلنی فلم یستتم الکلام حتیٰ ارتفعت

سحابة بیضاء فامطرت کافواه القرب...... کتاب التوابین: ۲۶، مطبوعه بیروت، لبنان)

دیکھئے یہاں مجمع سے نہ وضو اور خروج کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ مجمع کے اندر ہی بیٹھے بیٹھے کپڑے کے اندر سر کو داخل کر کے اس نے توبہ کی اور توبہ قبول ہو گئی اس لئے سچی بات یہ ہے کہ توبہ کی قبولیت کے لئے خروج شرط قرار دینا بالکل غلط اور باطل ہے۔

(۴) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوۃ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے توبہ کا افضل اعلیٰ طریقہ نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب توبہ کا ارادہ ہو غسل کرو اچھے کپڑے پہنو، صلوٰۃ التوبہ پڑھو، ایسی خلوت اور تنہائی کی جگہ میں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی تم کو دیکھنے والا نہ ہو...... وقال الغزالی فی المنهاج اذا اردت التوبة تغتسل واغسل ثيابک وصل ما کتب الله لک ثم ضع وجهک علی الارض فی مکان خال لا یراک الا الله سبحانهٗ وتعالیٰ الخ. (مرقاة: ۳/ ۳۶۹، باب التوع)

دیکھئے حضرت امام غزالی رحمہ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تو توبہ کا افضل اور بہتر طریقہ یہ بتا رہے ہیں کہ بالکل تنہائی میں، خلوت میں ہو کر صدق دل سے توبہ کرو، اللہ کے سوا کوئی تم کو دیکھنے والا نہ ہو، گھر کے کسی گوشہ اور اندر کے کمرہ میں بیٹھ کر توبہ کریں گے تو بھی توبہ قبول ہو جائے گی، ہمارے اسلاف فقہاء و محدثین اور مفسرین میں سے کسی نے بھی توبہ کی قبولیت کے لئے خروج شرط قرار نہیں دیا۔

توبہ کے لئے تین چیزیں ہونا ضروری ہیں، ایک گزشتہ گناہوں پر نادم ہونا، دوسرے جن گناہوں میں مبتلا ہو اس کو اسی وقت چھوڑ دینا اور تیسرے آئندہ کے لئے گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ کرنا، البتہ جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے ان کو ان ہی سے معاف کرانا یا حقوق ادا کرنا بھی توبہ کی شرط ہے۔ (معارف القرآن: ۲/ ۵۴۳، سورہ نساء، پ: ۵)

توبہ کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا ہے تمام شراحِ حدیث اور مفسرین بھی صدیوں سے یہی لکھتے چلے آرہے ہیں، چنانچہ حضرت ملا علی قاریؒ شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں: والتوبة فی الشرع ترک الذنب لقبحه، والندم علی ما فرط منه، والعزيمة علی ترک المعادة، وتدارک ما أمكنه أن يتدارک، من الأعمال بالاعادة......وزا[د] النووی وقال: ان کان الذنب متعلقا ببنی آدم فلها شر[ط] آخر وهورد المظلمة الی صاحبها أو تحصیل البراءة منه (مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۵/ ۲۳۱، باب: الاستغفار والتوبۃ)

شراح حدیث کی تصریح کے مطابق توبہ کی حقیقت اور اس کے شرائط وہی ہیں جن کو حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے یعنی چودہ سو سال سے اب تک تمام اسلاف واکابر یہی لکھتے چلے آرہے ہیں اور اب محدثین ومفسرین کی تصریحات کے خلاف اتنی جسارت سے یہ کہنا کہ توبہ کے تحقیق کی تین شرطیں لوگ بیان کرتے ہیں چوتھی جانتے نہیں بھول گئے، اس دعویٰ میں مفسرین ومحدثین اور تمام اسلاف واکابر سے کس قدر بے اعتمادی اور ان پر کتنا سخت الزام ہے کہ توبہ کی چوتھی شرط سے سب لوگ غافل ہیں۔

مولانا کا یہ اجتہاد واستنباط ناقابل قبول ہے کہ توبہ کے لئے چوتھی شرط یعنی خروج کو انہوں نے لازم قرار دیا، اور ساتھ ہی اس کی دلیل میں بنی اسرائیل کے ۹۹ رلوگوں کے قاتل والا قصہ ذکر فرمایا کہ بستی کی طرف جب اس نے خروج کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی۔

شراح حدیث اور محققین کی تحقیقات وتصریحات کے خلاف اپنی فہم پر اتنا اعتماد؟ بالفرض اگر مولانا کے اس استدلال کو مدنظر رکھا جائے تو اس میں تو مسلم شریف کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں انطلق الی ارض کذا وکذا فان بها اناسا یعبدون الله فاعبد الله معهم ولا ترجع الی ارضک. (مرقاۃ: ۵/ ۲۳۹)

کہ خروج کے بعد عابدوں کے پاس رہ کر قیام کر کے عبادت کرو، اس سے اصلاً خروج نہیں بلکہ عابدوں کے پاس رہ کر قیام کر کے عبادت کرو، اس سے اصلاً خروج نہیں بلکہ عابدوں، زاہدوں کی صحبت میں رہ کر خانقاہوں میں جا کر رہنے کا ثبوت ہوتا ہے، بالفرض اگر شرط کہا جائے تو اس کو شرط کہنا چاہئے یعنی عابدوں کی معیت کو نہ کہ نفسِ خروج کو، واللہ اعلم۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی کسی آیت اور کسی حدیث سے بھی توبہ کی قبولیت کے لئے خروج فی سبیل اللہ کی شرط نہیں معلوم ہوتی، یہ شرط باطل، قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اس شرط کی وجہ سے اللہ کے

بندوں پر اللہ کی رحمت کو تنگ کرنے کا وبال اور اس کا گناہ لازم آتا ہے۔

ابوداؤد شریف کی کتاب الادب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بنی اسرائیل میں دو شخص تھے ایک گناہ گار، دوسرا مجتہد فی العبادۃ ناصح، یعنی بہت عبادت کرنے والا جو بار بار اس گناہگار کو نصیحت کرتا تھا، ایک دن اس نے کہا: واللہ لا یغفر اللہ لک اولا ید خلک اللہ الجنہ: یعنی بخدا اللہ تیری مغفرت نہ کرے گا، تجھ کو جنت میں داخل نہ کرے گا، دونوں کا انتقال ہوا، اللہ نے دونوں کی روحوں کو جمع فرمایا اور عبادت گزار سے کہا: اکنت بی عالماً او کنت علی ما فی یدی قادراً؟ یعنی کیا تم مجھ کو جانتے تھے کہ میں اس کی مغفرت نہ کروں گا، جو چیز میرے قبضہ وقدرت کی ہے یعنی مغفرت ومعافی کیا تم اس پر قادر اور اس کے ٹھیکیدار تھے؟ اس کے بعد اللہ نے حکم دیا کہ اس گناہ گار کو جنت میں داخل کردو اور دوسرے کے بارے میں فرمایا اس کو دوزخ میں بھیج دو۔

حدیث کو نقل کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تکلم بکلمۃ او بقت دنیاہ و آخرتہ اس عبادت گزار شخص نے اپنی زبان سے ایسی بات کہی جس کی وجہ سے اس نے اپنی دنیا وآخرت دونوں کو برباد کرلیا۔ (ابو داؤد، کتاب الادب، باب النھی عن البغی، بذل المجھود: ۲۵۹/۵)

واقعی بڑی قابلِ غور اور بہت ڈرنے کی بات ہے، توبہ کی قبولیت کے لئے خروج فی سبیل اللہ کی شرط لگانا درحقیقت یہ کہنا ہے کہ جب تک تم اللہ کے راستے میں نہ نکلو گے اللہ تمہاری مغفرت نہ کرے گا، تمہاری توبہ قبول نہ کرے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے اس عابد نے گناہ گار سے کہا تھا کہ اللہ تیری مغفرت نہ کرے گا، ٹھیک اسی کے مشابہ یہ بات بھی ہے کہ خروج کے بغیر اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہ کرے گا، معاف نہ کریگا، فرق صرف اتنا ہے کہ بنی اسرائیل کے قصہ میں ایک مجتہد عابد نے صرف ایک فرد سے کہا تھا کہ اللہ تیری مغفرت نہ کرے گا، اور یہاں مولانا نے لاکھوں سے کہا کہ خروج کے بغیر اللہ توبہ قبول نہ کرے گا، نہیں کہا جا سکتا کہ بلا دلیل ایسی شرط لگانا اللہ تعالیٰ کو کس قدر ناپسند ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

واقعہ یہ ہے کہ قبولیت توبہ کے تعلق سے چوتھی شرط خروج کے ضروری ہونے کا دعویٰ کر کے مولانا نے خطرناک غلطی کی ہے، مزید برآں تمام اسلاف واکابر علماء کے متعلق یہ کہہ دینا کہ اس چوتھی شرط کو لوگ بھول گئے اس میں کتنا بڑا الزام اور کیسی گستاخی ہے اکابر واسلاف کی شان میں، اور کتنا بڑا دعویٰ ہے اپنی علمی قابلیت کا، جبکہ ان کا یہ دعویٰ کتاب وسنت اور محدثین کی تصریحات کے بالکل برخلاف ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں مولانا سے ایسی بڑی غلطی ہوئی ہے کہ اس کی وجہ سے اولاً تو ان کو اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنی چاہئے، دوسرے لاکھوں کے مجمع میں قرآن وحدیث کے خلاف جس طرح یہ مضمون بیان کیا ہے اسی طرح لاکھوں کے مجمع میں اپنی اس غلطی کو واضح کر کے اس سے رجوع کرتے ہوئے صحیح بات کو تفصیل سے بیان کریں، جس طرح سے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک عام مجمع میں وعظ میں ارشاد فرمایا کہ فلاں مسئلہ میں مجھ سے غلطی اور چوک ہوگئی تھی پھر اس کی وضاحت فرمائی، تدارک کے طور پر مولانا پر بھی واجب ہے کہ ایسا ہی کریں اور آئندہ ایسے اجتہاد اور ایسے مضامین بیان کرنے سے اللہ کے واسطے احتیاط برتیں۔

(۶) خارجی لقمہ نہیں لیا جائے گا

مولانا نے لہرپور کے اجتماع میں لاکھوں کی مجمع میں فرمایا:

(۱) ''خارجی لقمہ نہیں لیا جائے گا، حنفی مسلک میں خارجی لقمہ نہیں لیا جاتا ورنہ سب کی نماز فاسد ہوجائے گی، لقمہ اسی کا لیا جاتا ہے جو جماعت میں شریک ہو، وقت لگاتے نہیں، نہ گشت میں شرکت، نہ تعلیم میں شرکت، رائے دینے چل دیئے، تمہیں رائے دینی ہو تو جماعت میں شریک ہو جاؤ، خارجی لقمہ نہیں لیا جاتا، اسی طرح تمہارے کام میں شریک نہیں اس کی رائے قبول نہیں کی جائے گی''۔

(۲) ''امت کی مثال ماءِ جاری کی سی ہے کہ پانی جب تک جاری ہے تو پاکی وناپاکی کا کوئی مسئلہ نہیں وہ تو ناپاکی کو بھی پاک کردے گا بہار کرلے جائے گا، پاکی ناپاکی کے سارے مسئلے رکے ہوئے پانی میں ہوتے ہیں، علماء کی مثال کنویں اور چشمہ سے دینا غلط ہے، حدیث

پاک میں علماء کی مثال بادل کی سی آئی ہے جو گشت کر کے برستا ہے"۔

(۳)"قابل غور بات ہے کہ اس طرح کی تمثیلات اور اس طرح کے بیانات سے عمومی انداز میں امت کا ذہن کیا بنے گا، خارجی لقمہ نہیں لیا جائے گا، اس جملہ کا مطلب امت کیا سمجھے گی؟ یہی کہ جو علماء بھی اس کام سے عملی طور پر منسلک نہیں، وقت نہیں دیتے اگر وہ مسئلہ بھی بتلائیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کریں، کتنے ہی خلوص سے نیک مشورہ دیں تو ان کا لقمہ مت قبول کرو، کیونکہ وہ اصل کام سے نہیں جڑے، علماء سے دوری اور بدگمانی پیدا کرنے اور توڑ پیدا کرنے والی بات مولانا نے بڑی جسارت سے فرمائی ہے، چنانچہ ان کے انہیں بیانات کے نتیجہ میں بہت سے عوام الناس ایسے علماء سے بالکل بے زاری اور دور ہو گئے جو عملی طور پر اس کام سے منسلک نہیں، پھر نہ ان کی تقریر سنتے، نہ ان کے درسِ قرآن میں شریک ہوتے، نہ ان سے مسائل پوچھتے ہیں، کیوں کہ خارجی لقمہ سے نماز فاسد ہو جائے گی (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے"کاروان زندگی"میں اسی بات کا شکوہ کیا ہے کہ مولانا اس دعوت وتبلیغ سے متعلق کچھ ضروری مشورے اور ہدایات دینا چاہتے تھے، لیکن خارجی لقمہ سمجھ کر ان کے مشوروں کو اہمیت نہیں دی گئی مولانا نے اس کا شکوہ کیا ہے۔ (کاروانِ زندگی: ۳۱۶/۲)

افسوس محترم مولانا سعد صاحب لاکھوں کے مجمع میں اسی کی نصیحت فرما رہے ہیں۔ دوسرے اصولی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو بھی مولانا کا یہ قیاس بھی درست بھی نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ خارجِ صلوٰۃ شخص کا لقمہ لینا تو واقعی درست نہیں اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن کیا ان کو مقیس علیہ بنا کر دعوت وتبلیغ اور امر بالمعرف ونہی عن المنکر کے باب میں قیاس کرنا درست ہے جیسا کہ مولانا نے بیان کیا؟ حاشا وکلا، کیونکہ قیاس تو وہاں ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو، نص کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا بہت بڑی غلطی ہے، یہاں دعوت وتبلیغ کے اصول وضوابط حدود وقیود اور آداب سے متعلق کتاب وسنت میں واضح نصوص موجود ہیں تو پھر قیاس کی کیا ضرورت نص کے ہوتے ہوئے قیاس کرنے کو تمام فقہاء واصولین نے سختی سے منع کیا ہے۔

دوسرے قیاس کرنے میں مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان مماثلت کا ہونا ضروری ہے وہ بھی یہاں مفقود ہے، نماز عبادت لعینہٖ اور مقصود بالذات ہے جب کہ دعوت وتبلیغ عبادت لغیرہٖ ہے اہل علم دونوں کا فرق اچھی طرح سمجھتے ہیں، دونوں کے احکام بھی جداگانہ ہیں، مثلاً نماز کے لئے طہارت شرط ہے، دعوت وتبلیغ کے لئے نہیں، نماز کی حالت میں قبلہ رو ہونا ضروری ہے دعوت وتبلیغ میں نہیں، نماز کی حالت میں کسی سے گفتگو کرنے اور مخاطب بنانے کی اجازت نہیں ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی، اور دعوت وتبلیغ میں گفتگو اور مخاطب بنائے بغیر دعوت وتبلیغ کو انجام ہی نہیں دیا جا سکتا، وھکذا، الغرض نماز اور دعوت وتبلیغ کے احکام میں بھی فرق ہے جب کہ قیاس کرنے میں مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان مماثلت ومشارکت فی العلۃ ضروری ہے، کیونکہ قیاس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ نص نہ ہونے کی صورت میں اشتراکِ علت کی بنا پر حکم کا تعدیہ کیا جائے، آخر یہاں مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان کون سی علتِ جامعہ ہے جس کی بنا پر مولانا نے دعوت وتبلیغ کو نماز پر قیاس کر کے خارجی لقمہ قبول نہ کرنے کی تاکید فرمائی؟

مولانا کا یہ قیاس نصوص کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ قرآن وحدیث میں پورے اطلاق وعموم کے ساتھ نصوص موجود ہیں۔ تَـاْمُـرُوْنَ بِـالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ)"بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ آيَة" الا فليبلغ الشاهد الغائب" من راى منكم منكرا فليغيره بيده......"وغیرہ.

ذٰلِکَ نصوص سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شرعی ضابطہ پر معلوم ہوتا ہے کہ شرعی ضابطہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر شخص دوسرے کو مخاطب بنا کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کر سکتا ہے، اس میں داخلی اور خارجی کا کوئی مسئلہ ہی نہیں، قرآن وحدیث میں دعوت وتبلیغ کا حکم اطلاق کے ساتھ دیا گیا ہے، قرآن کے مطلق حکم کو شرعی دلیل کے بغیر مقید اور خاص کرنا اصولاً صحیح نہیں، اور دعوت وتبلیغ کے مسئلہ کو نماز کے مسئلہ سے مربوط کرنا اور اس کو مقیس علیہ بنا کر قیاس کرنا دنیا کے کسی فقیہ کے نزدیک درست نہیں اور نہ ہی آج تک بظاہر کسی نے یہ غلطی کی ہے، یہ تو نہایت غیر عاقلانہ بات ہے جس کو مولانا نے بیان کیا کہ، دعوت وتبلیغ میں خارجی لقمہ قبول نہیں کیا جائے گا"، جس کا عقل وشریعت سے کوئی واسطہ نہیں اللہ تعالیٰ امت کی حفاظت فرمائے۔

(۲) جو علماء ومشائخ تصنیفی وتالیفی، تدریسی یا تزکیۂ نفوس کی خدمت انجام دے رہے ہیں وہ ماءِ جاری نہیں بلکہ ماءِ راکد ہیں سب خطرے میں ہیں ناپاکی کے دہانے پر ہیں، ماءِ جاری بنیں تو ناپاکی بھی پاک ہوجائے گی، خواہ وہ ماءِ جائے کتنا ہی متغیر ومتعفن ہوجائے، اوصاف ثلاثہ بھی بدل جائیں لیکن چونکہ وہ جاری ہے، لہٰذا پاک ہے...... ایسی تمثیلات وبیانات سے مولانا علماء مدارس اور مصلحین امت سے لوگوں کو کیوں کاٹ رہے ہیں، کیونکہ بدگمانی کے گناہ میں لوگوں کو مبتلا کررہے ہیں۔

علماء کی مثال ضرورت وحالات کے لحاظ سے کنویں کی سی بھی ہے اور بادل کی سی بھی، متعدد احادیث میں عالم کی مثال چودھویں رات کے چاند کی آئی ہے جو بظاہر ایک مقام پر مستقر ہوتا ہے، لیکن آثار وفوائد اور انوار کے لحاظ سے نیز مخفی ومعنوی اور باطنی طور پر ایسے طریقہ سے گشت کرتا ہے کہ نظر بھی نہیں آتا اور اس طرح سارے عالم کو منور کرتا ہے، ان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی الکواکب"۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ کتاب العلم: ۳۴)

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی ستاروں پر۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی تھی کہ لوگ تمہارے پاس دور دراز سے علم حاصل کرنے آئیں گے ان کا خیال کرنا گویا آپ نے ان کو کنویں کے مشابہ قرار دیا جس پر آآ کر سیراب ہوں گے "انّ رجالاً یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا آتو کم فاستو صوابھم خیراً" (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ: ۳۴)

نیز ایسے عالم کی جو اپنے مقام پر رہ کر فرائض سے فارغ ہوکر لوگوں کو دین سکھانے میں مشغول ہوجاتا ہے نوافل بھی نہیں پڑھتا بہت فضیلت بیان فرمائی ہے "فضل ھذا العالم یصلی المکتوبة فیعلم الناس الخیر"　　(مشکوٰۃ: ۳۶، دارمی)

بہت سے محدثین نے ارباب حدیث اور ان کے افادہ وافاضہ کو کنویں اور جاری چشمہ سے تشبیہ دی ہے، غلط باتوں اور غلط مضامین کے ذریعہ فیض پہنچانے کو کڑوے اور کھارے چشمے سے تشبیہ دی ہے "حماد بن زید یقول: لو جل بعد ما جلس مھدی بن ھلال بایام ما ھذہ العین المالحة" (مسلم: ۱۸/۱) معلوم ہوا کہ علماء کو کنویں اور چشمہ سے تشبیہ دینے کا احادیث سے ثبوت ہے اور محدثین کا معمول بھی رہا ہے، لیکن مولانا اس کو غلط کہتے ہیں اور علماء کو گشت کرنے والا بادل بنانے پر مصر ہیں۔

چند متفرق باتیں

اسی سفر میں مولانا نے ندوہ کی مسجد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

میرے نزدیک علم وذکر ایک ہی ہے، جو علم ہے وہ ذکر ہے، علم ہی ذکر ہے، دلیل میں (فَسْئَلُوْا اَھْلَ الذِکْرِ......) آیت پڑھی، مولانا کا یہ دعوی اور استدلال ایک نہیں بہت سی آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ اور مفسرین ومحدثین کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے، تفصیل کے لئے ایک پورے مقالہ کی ضرورت ہے۔

مولانا نے اسی تقریر میں سارے طلباء پر زور دیا اور ذہن بنایا کہ تجارت، دعوت، تدریس تینوں کام ایک ساتھ کرو، تدلیس بغیر اجرت کے ہو، بلا تنخواہ کے پڑھاؤ، معاش کے لئے تجارت کرو، مولانا کی یہ بات بھی قلت مطالعہ، قلتِ تجربہ اور اکابر کے دینی رجحانات اور ان کی فکر سے بے خبری پر مبنی ہے۔

تنخواہ لے کر پڑھانا نہ مکروہ ہے نہ خلاف افضل واولیٰ، نہ ہی دیانت اور خلوص کے منافی، ہمارے اکابر کی تحقیق وہدایت تو یہی ہے کہ تنخواہ لے کر ہی پڑھاؤ، ضرورت نہ ہو تب بھی تنخواہ لو بعد میں رسید کٹوادو، بغیر تنخواہ کے پڑھاؤ گے تو نفس وشیطان کا شکار ہوجاؤ گے، آئے دن ناغہ کروگے، پڑھانے میں کوتاہی کروگے، بغیر مطالعہ کے پڑھاؤ گے، نصاب پورا نہیں کروگے، اور نفس پٹی پڑھائے گا کہ فی سبیل اللہ پڑھاتا ہوں، لوگ بھی چشم پوشی کریں گے اور یہ شخص کوتاہی کرنے کے ساتھ عجب وکبر میں مبتلا ہوسکتا ہے، یہ ہمارے اکابر کی رائے ہے، لیکن مولانا کے پیش نظر یہ ساری باتیں نہیں ہیں اس لئے سارے طلباء کا ذہن یہی بنا رہے ہیں کہ بغیر تنخواہ کے پڑھاؤ اور پڑھانے کے ساتھ تجارت کرو، اور ان کے معتقدین سمجھتے ہیں کہ یہ ہے الہامی بیان، ہم لوگ اب تک غافل تھے کسی نے توجہ دلائی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ علمی وتحقیقی اور تدریسی کام کے ساتھ کیا

تجارت ہوسکتی ہے؟ یا تجارت کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ تدریسی کام انجام پاسکتا ہے؟ تقسیم کار کا نقطہ نظر تو خود قرآن نے بیان کیا ہے، معارف القرآن میں مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو معارف القرآن سورۂ توبہ پارہ ۱۱، آیت (فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ......) اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تدریسی کام کرنے والوں کو مستقلاً عملی طور پر تجارت کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے، اور اس کے نقصانات بتلائے ہیں، لیکن مولانا اسی کی ہدایت اور تاکید فرمارہے ہیں۔

مولانا نے اسی تقریر میں نوافل کے مقابلہ میں علمی اشتغال وانہماک کی فضیلت کا قوت سے انکار کیا، حالانکہ حدیث پاک میں ایسے عالم کی جو فرائض پر اکتفاء کرتے ہوئے ہروقت تعلیم وتعلم میں لگا رہے ایسے عابد، شب بیدار کے مقابلہ میں ایسی فضیلت آئی ہے جیسے جیسے رسول اللہ ﷺ کی فضیلت تمام صحابہ رضی اللہ عنہ پر۔ (دارمی، مشکوٰۃ شریف: ۳۶)

(۱۰) اکابرین امت کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش

حضرت اقدس مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم کے احقر نے صرف تین بیان ہی سنے ہیں ان میں جو باتیں احقر کو محل غور اور قابلِ اصلاح معلوم ہوئیں، اور یہ احساس ہوا کہ (ان کے بیانات سے امت کو دینی فوائد پہنچنے کے ساتھ) دین کی صحیح ترجمانی اور امت کی صحیح رہنمائی کے بجائے غلط ترجمانی، غلط رہنمائی، اور غلط ذہن سازی بھی ہو رہی ہے، جس سے دین کو اور امت کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے، عوام کا علماء ومشائخ سے اور تبلیغ کا مدارس وخانقاہوں سے رشتہ کمزور ہورہا ہے، وہ اپنے بیانات میں غلط تفسیری، معنوی تحریف اور مسائل میں غلط بیانی نیز انبیاء وصحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بے اعتدالی کی باتیں بھی فرماتے ہیں، اس کی حفاظت وسد باب اور کچھ ہو چکا اس کا تدارک تمام علماء کرام کے ذمہ مجموعی طور پر فرض کفایہ ہے، اس سے قبل اسی نوع کی بعض باتیں احقر نے حضرت مولانا سعد صاحب دام برکاتہم کی خدمت میں اٹھارہ صفحات پر مشتمل عریضہ کی شکل میں پیش کی تھیں، لیکن پورا کام اکابرین امت کی توجہ ونگرانی کا محتاج ہے۔

ضرورت کے پیش نظر اہل علم کے لئے بطور نمونہ کے احقر نے صرف چند باتیں عرض کی ہیں جو احقر نے خود ان کے بیان میں سنیں، ان کے دیگر بیانات جو مختلف بڑے اجتماعات میں ہوتے رہتے ہیں، اگر ان سب کا جائزہ لیا جائے تو نہ معلوم کتنی باتیں افراط وتفریط کی راہ حق اور اعتدال سے ہٹی ہوئی سامنے آئیں گی، خدانخواستہ کسی کی ذات پر حملہ نہیں، کسی شخصیت سے ذاتی بغض وعناد اور حسد نہیں بلکہ مسئلہ صرف دین کی اور امت کی حفاظت کا ہے، اس کے لئے اکابرین امت ارباب حل وعقد کی خدمت میں احقر کی ناقص رائے کے مطابق ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امت میں انتشار اور تبلیغی کام کو نقصان سے بچانے کے ساتھ ساتھ کوئی مناسب تدبیر اختیار کی جائے، مثلاً اربابِ حل وعقد اور اکابرین امت کے زیر نگرانی معتمد علماء کرام ان کے بیانات کا پوری دیانت داری کے ساتھ جائزہ لیں اور قابلِ اصلاح باتوں کو مرتب کرکے اکابرین امت کے واسطہ سے موصوف کی خدمت میں اہتمام سے بھیج دیا کریں تاکہ آئندہ وہ ایسی باتوں اور ایسے بیانات سے احتیاط کریں، اور جو کچھ بیان کر چکے ہیں اس کے تدارک کی فکر کریں، علماء محققین مثلاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ آئندہ ایسی غلطیوں سے محفوظ رہیں، اور اگر اس بار کو اٹھانے کی برداشت نہ ہو اور ایسی ہمت نہ کرسکیں اور اس امانت کی حفاظت کماحقہٗ ان کے قابو سے باہر ہو تو جو اس امانت کی حفاظت کے اہل ہوں ان کی نگرانی میں اور ان کے مشورہ ہی سے کام کریں۔

الغرض اس کام کی حفاظت کی طرف توجہ کی شدید ضرورت ہے، ایسا نہ کرنے کے نتیجہ میں ڈرلگتا ہے کہ وسیع پیمانہ پر جب ایسی بے اعتدالی کی باتیں (جن کا اوپر تذکرہ ہوا) لاکھوں کے مجمع میں بیان ہوں گی اور وہ رائج بھی ہوں گی تو خدانخواستہ یہ مفید جماعت اور اس کا عظیم الشان کام جو ہمارے لئے نعمت ہے، ناقدری اور بے توجہی اور حفاظت نہ کرنے کے نتیجہ میں کہیں مصیبت وابتلاء کا شکار نہ ہوجائے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

نوٹ: اللہ نے توفیق دی تو مزید باتیں اسی نوعیت کی ان شاء اللہ آئندہ عرض کی جائیں گی۔

والسلام

محمد زید مظاہری ندوی، استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۱/ جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ

بہ شکریہ مکتبہ مدنیہ دیوبند



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم:

دعوت کا معنی

دعوت اور تبلیغ عربی کے دولفظ ہیں، دعوت کا معنی ہیں بلانا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ اور اس کے دین پر چلو، اور دین کی طرف بلانے کا مطلب یہ ہے کہ دین پر آجاؤ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرلو۔

تبلیغ کا معنی

دوسرا لفظ ہے تبلیغ، تبلیغ کا معنی ہے پہنچانا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر جو دین بھیجا ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا، چاہے پورا دین یا اس کا کوئی خاص پہلو، ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق پہنچائے گا، ایک عالم دین دعوت وتبلیغ کا کام کرے گا تو وہ جتنی چیزوں کی طرف لوگوں کو بلا سکے گا اور جتنی چیزیں لوگوں تک پہنچا سکے گا، ایک عام آدمی اتنا نہیں کر سکے گا۔

دعوت وتبلیغ کا کام ہر دور میں ہوتا رہا ہے

دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے ہیں، اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے سے لے کر ہمارے زمانے تک چودہ (۱۴۰۰) سال سے زیادہ کا عرصہ میں کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں دعوت وتبلیغ کا کام نہیں ہوا ہو، اگر کوئی کہے کہ ایک زمانہ ایسا گزرا ہے جس میں دعوت وتبلیغ کا کام نہیں ہو رہا تھا تو یہ بہت بڑی خیانت ہے اور ان علمائے کرام پر بہت بڑی تہمت ہے جنہوں نے اپنے اپنے دور میں دعوت وتبلیغ کے کام کا فریضہ بحسن وجوہ ادا کیا تھا، اس لئے یہ کہنا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے میں دعوت اور تبلیغ کا کام رہا، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں رہا، حضرت عمرؓ کے زمانے میں رہا، صحابہ کرامؓ کے دور میں رہا، ہوسکتا ہے کہ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی ہو رہا ہو، لیکن پھر ایک زمانہ آیا کہ امت نے دعوت وتبلیغ کا کام چھوڑ دیا اور ایک طویل عرصہ گذرنے کے بعد اسے دوبارہ شروع کیا گیا، تاریخ کی حقیقت سے اپنا منہ پھیرنا ہے اور ایک طویل تاریخ کا انکار کرنا ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی الندویؒ نے ایک ضخیم کتاب ''تاریخ دعوت وعظیمت'' کے نام سے کئی جلدوں میں لکھی ہے، اس کتاب میں آپ نے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں جن جن علماء نے، جن جن مشائخ نے، جن جن بزرگوں نے دعوت الی اللہ کا فریضہ بہترین طریقے سے انجام دیا ہے ان کی تفصیل لکھی ہے (تاریخ دعوت وعزیمت: ۱۳/۱) اگر کوئی غور سے اس کتاب کو پڑھے اور حضرت نے جن ادوار اور جن زمانوں کے خدام دین کا تذکرہ کیا ہے ان کا غور سے جائزہ لے تو اسے ماننا ہی پڑے گا کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے جس میں دعوت الی اللہ اور تبلیغ کا کام نہ ہوا ہو۔

دعوت وتبلیغ کی محنت کے انداز بدلتے رہے

دعوت الی اللہ اور تبلیغ کا کام اگر کسی زمانے میں رک جاتا تو دین زندہ کیسے رہتا؟ دین زندہ اسی لئے رہا کہ ہر دور کے لوگوں نے آگے والوں تک دین پہنچایا، یہ پہنچاتے بھی رہے، اور لوگوں کو دین کی طرف بلاتے بھی رہے کہ دین پر آجاؤ، تو پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کا کوئی دور ایسا نہیں ہے جو تبلیغ سے خالی رہا ہو، جو بھی انصاف کے ساتھ اسلامی تاریخ کو دیکھے گا، اسے ماننا ہی پڑے گا کہ ہر دور میں دعوت وتبلیغ کا کام تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس دور میں، جس جس جگہ پر دعوت وتبلیغ کے جس طریقے کی ضرورت پڑی اللہ تعالیٰ نے وہاں کے علمائے کرام کے دلوں میں وہ طریقہ ڈالا اور انہوں نے اس طریقے کو اختیار کیا اور لوگوں کو دین کی طرف بلایا، اور یہ بھی ہوا کہ ایک ہی وقت میں یا ایک ہی

سلسلے میں دعوت کے ایک سے زائد طریقے رائج رہے۔

شریعت نے دعوت کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا

قرآن اور احادیث میں دعوت الی اللہ کا حکم ہوا ہے کہ تم اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلاؤ، اسی طرح تبلیغ کا حکم ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کو دوسروں تک پہنچاؤ، ساتھ ساتھ قرآن اور احادیث میں دعوت کے اصول اور آداب بیان ہوئے کہ دعوت الی اللہ میں حکمت کی ضرورت ہوگی، موعظۂ حسنہ کی ضرورت پڑے گی، صبر کی ضرورت پڑے گی، دعا کی ضرورت ہوگی، ذکر کی ضرورت ہوگی، داعی کو خود عملی نمونہ بننا پڑے گا، اصول وآداب بیان ہوئے، مگر طریقہ بیان نہیں ہوا کہ بھائی، ہفتہ میں ایک مرتبہ ہی بیان کرنا پڑے گا، دن میں صبح وشام بیان کرنا ہی پڑے گا، رمضان میں روزانہ بیان کرنا ہی پڑے گا، ہر بیان کم از کم پندرہ منٹ کا ہو چاہئے، ہر بیان میں اتنی حدیثیں ہوں گی، اتنی مثالیں بیان کرنی پڑیں گی، کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر بیان کرنا پڑے گا، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ زمانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی طبیعتوں اور مزاجوں کے بدلنے سے انداز بھی بدلنے پڑیں گے۔

نماز وغیرہ احکام کے شریعت نے خاص طریقے متعین کئے ہیں

دعوت کا طریقہ قرآن نے یا حدیث نے Fix (متعین) نہیں کیا، نماز کا حکم آیا کہ نماز پڑھو اور پھر نماز کا طریقہ ساری تفصیلات کے ساتھ بیان ہو، دن میں پانچ وقت کی نمازیں ہیں، اور نماز کے اوقات یہ ہیں، ان اوقات میں نماز پڑھی جائے گی اور ان میں نہیں، نماز کی رکعتیں اتنی ہیں، ہر رکعت میں قیام ہوگا، اس کے بعد رکوع ہوگا، اس کے بعد قومہ ہوگا، اس کے بعد دو سجدے ہوں گے، اب اسی طریقے پڑھنے پڑے گی، صحابۂ کرامؓ کے دور میں نماز کا طریقہ تھا ہمارے دور میں بھی نماز اسی طریقہ سے پڑھی جائے گی۔

اسی طرح زکوٰۃ کا حکم آیا، تو اس کی Detail (تفصیل) آ گئی کہ چاندی ہو تو اس کی زکوٰۃ اس طریقے سے ادا کرو، سونا ہو تو اس طریقہ سے، پیسے ہوں تو اس طریقہ سے، زمین کی پیداوار ہو تو اس طریقہ سے، زکوٰۃ کا جو طریقہ چودہ سو سال پہلے تھا آج بھی بعینہ اسی تفصیل کے ساتھ زکوٰۃ ادا کی جارہی ہے اور قیامت تک انشاء اللہ اسی طرح ادا ہوتی رہے گی۔

دعوت الی اللہ کئی کے طریقے

لیکن دعوت الی اللہ طریقہ شریعت نے متعین نہیں کیا، گزشتہ چودہ سو سال میں دعوت الی اللہ کے بہت سارے طریقے ہیں، جتنے بھی علماء کرام جمعہ سے پہلے بیان کرتے ہیں، یا مسجدوں میں درس قرآن اور درس حدیث کا اہتمام کرتے ہیں، یہ سب دعوت الی اللہ کا کام کررہے ہیں، ایسا نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ کام دعوت الیٰ اللہ نہیں ہے، ایک شخص جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف اللہ کی کتاب کے ذریعے بلاتا ہے، اس کے بارے میں کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ دعوت الیٰ اللہ کا کام نہیں کررہا ہے؟ درسِ قرآن اور درس حدیث بھی دعوت الیٰ اللہ کے کام ہیں، دعوت کے ہر طریقے کا الگ نام ہے، کسی کو درسِ قرآن کہتے ہیں، کسی کو تعلیم وتعلم، کسی کو تصنیف وتالیف، کسی کو تربیت وتزکیہ، نام الگ الگ ہیں مگر کام سارے دعوت الیٰ اللہ کے ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کسی کی اہمیت یا افادیت دوسرے سے زیادہ ہو، اسی طرح کوئی کمیت (quantity) کے اعتبار سے زیادہ مفید ہوگا تو کوئی کیفیت (quality) کے اعتبار سے، اور اہمیت، افادیت، کمیت اور کیفیت، ان سب کا حال صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، غرض یہ کہ یہ سارے کام دعوت الی اللہ کے ہیں۔

علماء کرام بھی دعوت الی اللہ کا فریضہ اپنے طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔

ہماری مروجہ تبلیغ جماعت کا جو طریقہ ہے کہ زندگی کے چار مہینے، سال کے چالیس دن، مہینہ کے تین دن، ہفتے کے دو گشت وغیرہ، یہ بھی دعوت الی اللہ کا کام ہے، اسی طرح علماء بھی اپنے اپنے طریقو دعوت الیٰ اللہ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، ان کا اپنا ایک نظام ہے کہ منبر سے دین کی بات کہہ کر یا درسِ حدیث اور دروس قرآن کے ذریعہ بندوں کو اللہ کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ انفرادی طور پر مختلف شہروں اور ملکوں کے دورے کرتے ہیں، ان کے مختلف ملکوں میں شہروں میں، علاقوں میں، مسجدوں میں پروگرام ہوتے ہیں، یہ بھی

دعوت الی اللہ اور تبلیغ ہے۔

مدارس میں مدرسین کا کام بھی دعوت الی اللہ ہے

اس طرح مدارس میں جو حضرات پڑھاتے ہیں، یہ سارے دعوت الی اللہ کا کام کررہے ہیں، یہ تعلیم کی شکل میں بچوں کو سکھاتے ہیں کہ یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے، یہ کام کرسکتے ہیں، یہ نہیں کرسکتے، یہ حرام ہے اس لئے اس سے بچنا ہے، اگر یہ دعوت الی اللہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ تبلیغ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ علم جو اللہ کے نبی ﷺ چھوڑ کر گئے تھے اسے پہنچایا ہی تو جارہا ہے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

اس مجمع میں علماء کی بہت اچھی تعداد ہے اور اچھے مفتیانِ کرام بھی بیٹھے ہوئے ہیں، تفسیر، حدیث پڑھانے والے اساتذہ بھی موجود ہیں، ان سب کی موجودگی میں یہ بات کررہا ہوں، اور یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس سلسلے میں بہت سے لوگ غلط فہمی میں مبتلاء ہوجاتے ہیں، اس لئے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ دعوت الی اللہ کے کئی طریقے ہیں، دعوت الی اللہ کی کئی شکلیں ہیں، ان سے جو شکل ہمیں suit (مناسب معلوم) ہوتی ہو اس شکل سے وابستہ ہوکر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہئے، اور دوسری شکلوں سے جو لوگ دعوت الی اللہ کا کام کررہے ہیں انہیں apprecilte کرنا چاہئے، ان کی قدر کرنی چاہئے، انہیں complement کرنی چاہئے، ان کو داد دینی چاہئے، ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے، ان کا تعاون کرنا چاہئے اور انہیں اپنا رفیق اور اپنے کام کے لئے معاون سمجھنا چاہئے، دل میں یہ خیال لانا چاہئے کہ جس مقصد کو حاصل کرنے کی ہم کوشش کررہے ہیں یہ لوگ بھی اسی کام میں لگے ہوئے ہیں، یہ طریقہ الگ ہے لیکن مقصد ایک ہی ہے اور وہ ہے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنا۔

دعوت وتبلیغ کا وسیع مفہوم

اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں تبلیغ کا معنی یہی ہے وہ جو باتیں آپ ﷺ پر اتاری گئی ہیں، وہ باتیں یا ان میں سے کچھ باتیں ایک شخص دوسرے شخص کو سکھادے، بتلادے، پہنچادے، یہ تبلیغ، اور اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کا جو طریقہ بھیجا ہے اس کی طرف لوگوں کو بلانا کہ ان باتوں پر عمل کرو، یہ ہے دعوت، چاہے وہ ممبر پر بیٹھ کر کرے، چاہے وہ کسی classroom (درسگاہ) میں بیٹھ کر کرے، چاہے وہ تبلیغ جماعت کے ساتھ نکل کر کرے، چاہے وہ کسی park (سیرگاہ) میں دو چار آدمیوں کو جمع کرکے کرے، چاہے وہ trein (ریل گاڑی) یا aeroplane (ہوائی جہاز) میں اپنے ہم سفر پڑوسی کو سمجھا کر کرے، یہ سب تبلیغ اور دعوت اللہ کے کام ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے تین طریقے

دعوت وتبلیغ کا کام زبان سے بھی ہوتا ہے، تحریر سے بھی اور عمل کے ذریعہ بھی، بہت سارے حضرات رسائل کی صورت میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہیں جیسا کہ "بینات" ہے "البلاغ" ہے تعمیر حیات ہے ہمارے یہاں سے بھی ایک رسالہ "ریاض الجنۃ" کے نام سے شائع ہوتا ہے، اسی طرح کتابوں کو لکھنا، ان کو چھاپنا اور امت تک پہنچانا، یہ بھی دعوت وتبلیغ کا کام ہے، اس کے ذریعہ سے لوگوں تک دین پہنچایا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اس رسالے میں یا اس کتاب میں لکھا ہے اس کی طرف آؤ۔

تبلیغ کا سب سے زیادہ مؤثر طریقہ

تو تبلیغ تقریر کے ذریعے بھی ہوتی ہے، تحریر کے ذریعے بھی ہوتی ہے، اور عمل کے ذریعے بھی، لیکن دعوت وتبلیغ کا سب سے زیادہ مؤثر طریقہ عملی تبلیغ کا ہے، آپ Bank (بینک) چلے گئے اور آپ نے cheque (چیک) cash (کیش) کرایا، آپ کو ملنا چاہئے تھا ڈیڑھ سو (۱۵۰) پاؤنڈ اور غلطی سے کام کرنے والے نے دوسو دے دیئے، آپ نے گھر آکر رقم گنی تو پتہ چلا کہ دوسو ہیں اب آپ واپس گئے اور کہا کہ میرا cheque (چیک) ڈیڑھ سو کا تھا، آپ نے غلطی سے دوسو روپے دے دیئے ہیں اس لئے پچاس پاؤنڈ واپس کرنے آیا ہوں یہ عملی تبلیغ ہے۔

امت کے اکابر دعوت وتبلیغ جیسے اہم کام کیسے چھوڑ سکتے ہیں

بعض حضرات صرف ایک خاص طریقے ہی کو تبلیغ سمجھتے ہیں، اور اس کی وجہ سے بسا اوقات بڑے بڑے اکابر کے بارے میں بدگمانی میں مبتلا رہتے ہیں کہ انہوں نے دعوت وتبلیغ کے اہم فریضہ کو چھوڑ رکھا

ہے، اس غلط خیالی کی وجہ سے اکابر کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اگر ہماری سوچ اس سلسلے میں صحیح نہیں ہوگی تو ہم خود اپنا بہت بڑا دینی نقصان کر رہے ہیں۔

امام بخاریؒ کی عظیم الشان تبلیغ

دعوت وتبلیغ کی اہمیت کا کون انکار کرسکتا ہے؟ دعوت وتبلیغ کی اسی اہمیت کی وجہ سے میں کہہ رہا ہوں کہ امت کے علماء بالخصوص اکابر اس کام کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں ہم سوچ بھی کیسے سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ شیخ جنید بغدادیؒ کے بارے میں ہم کیسے سوچ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ شیخ معین الدین اجمیری کے بارے میں ہم کیسے سوچ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ یہ اور ایسے سینکڑوں افراد ہیں جن کے بارے میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا ہوگا۔ امام بخاریؒ کے بارے میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ اسلامی ممالک کے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) محدثین (هدی الساری، مقدمہ فتح الباری (ص: ۴۷۰) کی خدمت میں جا کر چھ لاکھ حدیثوں کو اکھٹا کیا (هدی الساری، مقدمۃ فتح الباری، ص: ۶۸۳) یہ آسان کام نہیں ان میں ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) صحیح حدیثیں تھی۔ (الکنز المتواری: ۱/۱۳۷) ان ایک لاکھ) صحیح حدیثوں میں تقریباً سات ہزار احادیث کو خوب چھان بین کے بعد امت تک پہنچایا (هدی الساری، مقدمہ فتح الباری، ص: ۶۵۴) اپنی زندگی میں تیئس سال تک آپ نے خود بخاری شریف پڑھائی اور اسے امت تک پہنچائی (کشف الباری: ۱/۱۵۶) کتنے آدمیوں تک؟ نوے ہزار حضرات تک، امام بخاریؒ نے براہ راست بغیر کسی واسطے کے بخاری شریف پہنچائی (هدی الساری، مقدمہ فتح الباری، ص/۶۸۶) یہ کتنی بڑی تبلیغ ہے! بخاری شریف کے وجود میں آنے سے لے کر آج تک کسی شیخ الحدیث نے نوے ہزار افراد کو بخاری شریف نہیں پڑھائی ہوگی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دین کی خدمت میں اور علم کی تبلیغ میں اتنی برکت دی۔

دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے: اللہ کی رحمت کا مظہر

میرے بھائیوں! امت کے جتنے افراد دوسروں کو دین پہنچانے میں لگے ہیں، لوگوں کو دین سے جوڑنے میں لگے ہوئے ہیں، چاہے وہ تصنیف وتالیف کی لائن سے ہو یا ہماری مروجہ دعوت کی لائن سے ہو، یا مدارس کی لائن سے ہو یا خانقاہوں کی لائن سے ہو، ان سب کو اپنے Caom (گروہ) کے لوگ سمجھو، یہ سب ہمارا ہی کام کر رہے ہیں اور ہمارے ہی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ بڑے رحیم ہیں، مجھے جب blood pressure (بلڈ پریشر) ہوگیا تو ہمارے ڈاکٹر اشتیاق صاحب نے میرے لئے ایک دوا تجویز کی، اس کے چند دنوں کے بعد شدید کھانسی کی شکایت ہو گئی اور میں بہت پریشان ہوگیا، بالکل خشک کھانسی، سبق کیسے پڑھائیں؟ دین کی بات کیسے کریں؟ ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا، انہوں نے کہا کہ یہ اسی دوا کا اثر ہے، میں سوچنے لگا کہ دوا لیتے ہیں تو بلڈ پریشر کنٹرول میں رہتا ہے مگر کھانسی کنٹرول سے باہر ہو جاتی ہے، اگر دوا چھوڑیں گے تو کھانسی قابو میں آجائے گی مگر بلڈ پریشر قابو میں نہیں رہے گا، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ فکر نہ کیجئے، آج شام دوسری دوا دوں گا، دیکھو اللہ تعالیٰ کتنے کریم ہیں شفا دینے کے لئے مختلف افراد کو research (تحقیق) میں لگا دیا جنہوں نے الگ الگ دوا بنائی، کوئی دوا مجھے موافق آتی ہے تو دوسری آپ کو، ہوسکتا ہے کہ جس دوا سے مجھے کھانسی ہو رہی تھی وہ دوا آپ کے لئے بالکل ٹھیک ہو، اور جو مجھے موافق ہوگی وہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے لئے موافق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری طبیعتوں کو جانتے ہیں کہ کسی کو سموسے پسند ہیں تو کسی کو پکوڑے، کسی کو بریانی پسند ہے تو کسی کو روٹی سالن، کسی کو جبہ پسند ہے تو کسی کو کرتہ، کسی کو یہ تو کسی کو وہ، اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے انسانوں کی طبیعتیں ایک جیسی نہیں ہیں، اگر دعوت الی اللہ کا ایک ہی rigid (سخت غیر لچکدار) نظام ہوگا تو میرے بہت سارے بندے دین پر نہیں آسکیں گے، اس لئے اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے دعوت وتبلیغ کے طریقے کو کھلا چھوڑ دیا، اور ہر دور میں ہر زمانے کے جیسے لوگ، جیسی طبیعتیں اور جیسا ماحول ویسا طریقہ اللہ

جل شانہ اس زمانہ کے دین کی فکر رکھنے والوں کے سینوں پر القاء فرما دیتے ہیں اور وہ اس طریقے سے کام شروع کرتے ہیں اور امت کو بے دینی سے بچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے جوڑتے ہیں، میرے بھائیوں! یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ ہم سب الگ الگ طریقوں سے ایک ہی کام اور ایک ہی مقصد میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک دوسرے کے کام سے خوشی محسوس ہونی چاہئے

اگر ہم نے دل سے اس حقیقت کو قبول کرلیا تو ہمیں ایک دوسرے کے کام کو دیکھ کر خوشی محسوس ہوگی، اگر اکیڈمی والوں کو پتہ چلے گا کہ فلاں مدرسے میں بھی جلسہ ہورہا ہے تو کہیں گے کہ ہم جو کام کررہے ہیں اسی کام کو وہ حضرات بھی کررہے ہیں، الحمد اللہ، اور جیسے اپنے لئے دعا کریں گے ان کے لئے بھی کریں گے، پتا چلے گا کہ فلاں جگہ کوئی youthconfernce (نوجوانوں کی کانفرنس) ہورہی ہے تو ہمیں خوشی ہوگی کہ ماشاء اللہ، بہت اچھا ہوا کہ جس مقصد کے لئے ہم کررہے تھے یہ حضرات بھی اسی مقصد کے لئے کررہے ہیں، بلکہ دل میں یہ تقاضا پیدا ہوگا کہ اللہ کرے کہ انگلینڈ کی ہر بستی اور ہر علاقے میں youthconference (نوجواں کی کانفرنس) ہوتا کہ پورے ملک کے yoth (نوجوان) قابو میں آجائیں، جب پتا چلے گا کہ فلاں جگہ پر دعوت وتبلیغ کا اجتماع ہورہا ہے تو خوشی ہوگی کہ الحمد اللہ چلو شاید ہمارا طریقہ کسی کو پسند نہ آئے، ہوسکتا ہے یہ طریقہ اس کے لئے کشش کا سبب بنے اور وہ فائدہ حاصل کرلے، پتا چلا کہ فلاں جگہ پر کوئی شیخ تزکیہ کا پروگرام کررہے ہیں تو خوشی ہوگی کہ چلو بھائی، ہوسکتا ہے کہ کسی کو دعوت وتبلیغ سے اور ہماری کانفرنس سے مناسبت نہ ہو تو وہ ان بزرگ کی صحبت میں رہ کر دین کے ساتھ وابستہ ہوجائے، پتا چلا کہ فلاں بزرگ آرہے ہیں خوشی ہوگی، فلاں جگہ انگریزی میں بیان ہے، خوشی ہوگی، فلاں جگہ اردو میں بیان ہے خوشی ہوگی، الحمد للہ بندوں کو اللہ سے جوڑنے کے لئے چاروں طرف محنتیں ہورہی ہیں۔

صحیح عقیدہ وصحیح نظریہ کے تمام حاملین کو اپنا سمجھو

میرے بھائیوں! دین کے جتنے کام ہورہے ہیں ان کے بارے میں صرف یہ دیکھو کہ عقیدہ صحیح ہے یا نہیں؟ نظریہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور کام شریعت مطہرہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ عقیدہ صحیح نظریہ صحیح اور کام شریعت مطہرہ کی تعلیمات کے مطابق ہے تو چاہے کام ایک فرد کررہا ہو یا جماعت، ادارہ کررہا ہو یا مدرسہ، جو بھی ہو اس کو اپنا سمجھو۔ میرے بھائیوں! جب اپنا سمجھیں گے تو لڑائی ختم ہوجائے گی، جھگڑے ختم ہوجائیں گے، اختلاف نہیں رہے گا بلکہ دل میں خوشی ہوگی، اور اخلاص کا معیار اور تھرمامیٹر (thrmometer) بھی یہی ہے، اگر کسی کی دینی خدمت سے خوشی ہورہی ہے تو اخلاص ہے اور اگر تکلیف ہورہی ہے تو اپنے اخلاص کی خبر لینے کی ضرورت ہے۔

اسلامک دعوہ اکیڈمی کا قیام

۱۹۹۱ء میں اللہ کی توفیق اور فضل سے اسلام دعوہ اکیڈمی قائم ہوئی اور ایک نئے انداز سے اللہ تعالیٰ شانہ نے کام شروع کروایا، پورے ملک میں اس وقت اس کی مثال نہیں تھی، بلکہ یہ کہوں کہ تو انشاء اللہ غلط نہ ہوگا کہ پوری دنیا میں اس کی مثال نہیں تھی، یہ طریقہ ہمیں کس نے بتایا؟ ہم نے کہاں جاکر دیکھا کہ کام اس طرح ہوگا؟ اللہ جل جلالہ عم نوالہ کو علم تھا کہ اس وقت اس ملک میں آنے والی نسل کے دین کو بچانے کے لئے اس طریقے کی ضرورت ہے تو اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے ideas (منصوبہ بندی، تجویز) ذہن میں ڈالیں، اس کے مطابق ہم نے بزرگوں کی دعائیں لے کر کام شروع کیا، ہمیں الحمد اللہ کامیابی ہوئی، دوسرے علماء کرام کو بھی وہ کامیابی نظر آئی اور دھیرے دھیرے پورے ملک میں دوسر مما مک میں نقل شروع ہوئی جگہ جگہ annual confrennce youth (نوجوانوں کی سالانہ کانفرنس monthly (ماہنا) پروگرام لٹریچر کی تقسیم وغیرہ کے کام شروع ہوئے۔

کسی بھی کام میں اخلاص پہچاننے کا آسان طریقہ

اب ایک کام یہاں شروع ہوا، اس کے بعد کسی اور جگہ کے بارے میں جب پتا چلے کہ وہ بھی ہمارے یہاں شروع کررہے ہیں تو اگر ہمیں دل میں خوشی محسوس ہو تو سمجھنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے کررہے ہیں اور اگر ہمیں تنگی محسوس ہو کہ دوسری اکیڈمی کیوں وجود میں آرہی ہے یا اور لوگ ہمارے جیسا کام کیوں کررہے ہیں تو یہ دلیل ہے اس بات کی ہم اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں کررہے ہیں، اور اگر ناراض گی ہو

تو سمجھنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے کر رہے ہیں، اپنی شہرت کے لئے کر رہے ہیں، اپنی واہ واہی کے لئے کر رہے ہیں، اسی وجہ سے اور کسی کو ہم برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کی ایک بہت مفید بات

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی مجلس دعوۃ الحق لیسٹر میں تشریف لائے ہوئے تھے، وہاں حضرت مولانا کا علماء کرام میں پروگرام ہوا، حضرت نے وعظ ونصیحت کرتے ہوئے علماء سے ایک سوال پوچھا، فرمایا کہ فرض کرو کہ انڈیا کے کسی بھاری جسم والے شخص کا انتقال ہو گیا، جون جولائی کی گرمی ہے، قبرستان گاؤں سے کئی کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور جنازہ اٹھانے والے صرف چار آدمی ہیں، یہ چار آدمی جنازے کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جا رہے ہیں کہ راستے میں ایک مسافر نظر آیا، اس نے اپنا سامان ایک جانب رکھا اور ان کے ساتھ شریک ہو گیا، حضرت نے یہ بات کہہ کر علماء کرام سے پوچھا کہ ان چار آدمیوں کو اس پانچویں کے کندھا دینے سے خوشی ہوگی یا تکلیف؟ وہاں بیٹھے سب علماء کرام نے کہا کہ خوشی ہوگی، حضرت نے فرمایا کہ یہ پانچوں تھوڑے آگے بڑھے تو ان کو ایک اور مسافر آتا ہوا نظر آیا، اس نے بھی اپنا بستہ ایک طرف رکھ دیا اور ان لوگوں کے ساتھ جنازے کو کندھا دینے میں شریک ہو گیا، اب یہ چھ ہو گئے پہلے پانچ کو اس چھٹے کی شرکت پر خوشی ہوگی یا تکلیف؟ سب نے کہا خوشی ہوگی، یہ چھ تھوڑا اور آگے بڑھے تو کچھ اور لوگ ملے اور جنازے کو کندھا دینے میں پہلے چھ کے ساتھ شریک ہو گئے، ان لوگوں کے شریک ہونے کی وجہ سے پہلے چھ کو تکلیف ہوگی یا خوشی؟ سب نے کہا کہ خوشی، اس پر حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ نے فرمایا کہ اس وقت ہم سب بھی دین کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھا کر چل رہے ہیں، دین کی خدمت کر رہے ہیں، دین کی خدمت کی ذمہ داری ہم نے اپنے کندھوں پر لے رکھی ہے، جب یہ بات ہے تو ایک دوسرے کے کام کو دیکھ کر خوشی ہونی چاہئے اس لئے کہ ہم سب ایک ہی مقصد میں شریک ہیں اور ایک دوسرے کے معاون ہیں۔

شعبے الگ الگ ہیں مگر فکر سب کی ایک

یہ جتنے شعبے اور جتنے کام ہیں ان سب کی ایک ہی فکر ہے کہ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ختم ہو، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری عام ہو، اللہ تعالیٰ کے بندے بداخلاقی اور برائیوں سے باز آجائیں، اچھے اخلاق والے بن جائیں، جو اللہ تعالیٰ سے دور ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں، اللہ والے بن جائیں، جو بے دین ہیں وہ دین دار بن جائیں، ہر شعبے میں کام کرنے والوں کی یہی چاہت ہے، اب ظاہر ہے کہ کسی ایک فرد یا ایک ادارے کے لئے پوری امت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے کر چلنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل کام ضرور ہے، ظاہر ہے کہ یہ کام کسی ایک شخص یا ایک جماعت یا انجمن کا نہیں ہے، اس لئے ہر فرد اور ہر جماعت کو دوسروں کی دینی کاوشوں سے خوشی ہونی چاہئے۔

میرے بھائیو! اگر اسلامک دعوہ اکیڈمی کو پتا چلے کہ مسجد الفلاح میں نوجوانوں کے لئے کوئی جلسہ ہو رہا ہے یا دعوت وتبلیغ کا کوئی اجتماع مرکز میں ہو رہا ہے تو خوشی ہونی چاہئے یا تکلیف؟ یقیناً خوشی ہونی چاہئے اس لئے کہ ہم جس بوجھ کو اٹھا کر چل رہے تھے اس بوجھ کو اٹھانے میں اور دوسرے ادارے ہمارے ساتھ شریک ہو گئے۔

اخلاص کا تھرمامیٹر

حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ اگر کیفیت خوشی کی ہے تو سمجھو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے کام کر رہے ہیں، اگر تکلیف یا تنگی محسوس ہو رہی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ آپ اللہ کے لئے نہیں کر رہے ہیں۔

میرے بھائیو! ہم جس کام کو کر رہے ہیں اگر وہی کام اور کوئی ادارہ یا اور کوئی جماعت کرے، مثال کے طور پر کسی مسجد میں کوئی دینی پروگرام ہو رہا ہے اور ہمارے ذہن میں یہ خیال آئے کہ اس مسجد میں یہ پروگرام کیوں ہو رہا ہے؟ تو سمجھ لینا چاہئے کہ نیت میں گڑبڑ ہے، یہ تکلیف اسی لئے ہو رہی ہے کہ ہمیں یہ فکر ہے کہ ہماری وحدہ لاشریک لہ کی جو ایک حیثیت تھی کہ دین کا کام ہم ہی کر رہے ہیں وہ نہیں رہے گی، اب لوگوں کا ذہن دوسروں کی طرف بھی جائے گا کہ یہ لوگ بھی دین کا کام کر رہے ہیں اب صرف ہمارا نام نہیں رہے گا، صرف ہماری مقبولیت نہیں رہے گی، ہم تو یہ چاہتے تھے کہ ہمارا ہی سکہ رہے کہ دین کا وجود دین کی حفاظت دین کی اشاعت ہم ہی لوگوں کے ذریعے ہو رہی ہے، ظاہر ہے کہ یہ شیطانی اور نفسانی خیالات ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

دین کی خدمت کے مختلف شعبے

دین کی خدمت کے کئی شعبے ہیں، تصنیف وتالیف ایک شعبہ ہے، خانقاہ ایک شعبہ ہے، مساجد کا قیام اور انتظام ایک شعبہ ہے، ان کے علاوہ اور بھی شعبے ہیں، کچھ لوگ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں اور انہیں اسلام کی تعلیمات سمجھاتے ہیں، یہ بھی دعوت کا کام ہے اور بہت اونچا کام ہے، مروجہ دعوت وتبلیغ بھی دین سے لوگوں کو جوڑنے کا ایک موثر طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جی مولانا الیاسؒ کے قلب پر یہ طریقہ القا فرمایا اور الحمد اللہ بہت مقبول ہوا۔

شیطان کی چال

ان سارے کاموں کو اللہ کی نصرت سے محروم کرنے کے لئے شیطان ہمیں آپس میں لڑادیتا ہے، ایک دوسرے کے بارے میں برے خیالات پیدا کرتا ہے، شب وروز دینی خدمت کے نتیجے میں جو جنت یقینی ہوتی جاتی ہے، شیطان ہمیں اس سے محروم کرنا چاہتا ہے، بغض پیدا کرتا ہے اور پھر بدگمانیاں، غیبتیں، بہتیں شروع ہوجاتی ہیں، جس کے نتیجے میں ہمارا کیا کرایا سب برباد ہوجاتا ہے، میرے بھائیوں! شیطان کب چاہتا ہے کہ ہم کامیاب ہوں؟

سارے شعبے ایک دوسرے کے رفیق ہوتے تو دنیا کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا

دین کے جتنے شعبے ہیں وہ سارے آپس میں ایک دوسرے کے لئے معاون بنتے تو کتنا اچھا ہوتا؟ ایک شعبے لوگوں پر اپنی لائن کی محنت کرتے اور کہتے کہ تم ہمارے پاس آیا کرو اس لئے کہ تمہاری فلاح دینی ضرورت ہمارے پاس پوری ہوگی، مگر تمہاری دوسری بھی دینی ضرورتیں ہیں، ان کے لئے فلاں جگہ جاؤ، اس طرح امت کے ہر فرد کو کتنا نفع ہوگا؟ ان کی دینی ترقی کتنی ہوتی؟ اور دین کتنا عام ہوتا؟ مگر شیطان ہمیں اتفاق اور محبت کے ساتھ کام نہیں کرنے دیتا، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر یہ آپس میں مل جل کر کام کریں گے تو صحابہ کرامؓ کے زمانے میں جس طرح کامل مسلمان تیار ہوتے تھے اس وقت بھی ایسے افراد تیار ہونے لگیں گے، دین عام ہوگا اور دنیا سے گمراہی ختم ہوگی۔

آپ ﷺ تمام شعبوں کو لے کر چلے

آپ ﷺ کے زمانے میں الگ الگ شعبے نہیں تھے، اللہ کے نبی ﷺ اکیلے تن تنہا سارے شعبوں کو بیک وقت سنبھالے ہوئے تھے، اس زمانے میں تقسیم نہیں تھی، آپ ﷺ تزکیہ کا کام بھی خود کررہے تھے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات بھی خود دیتے تھے اور دعوت وتبلیغ کا کام بھی آپ ﷺ خود کرتے تھے، چونکہ آپ ﷺ اکیلے ہی سارے کاموں کو سنبھالے ہوئے تھے اس وجہ سے وہاں departments (شعبے) نہیں تھے، اللہ کے نبی ﷺ میں یہ ability (صلاحیت) تھی کہ بیک وقت اکیلے سارے کاموں کو انجام دے سکیں اور آپ ﷺ کے وقت میں برکت بہت تھی۔

اللہ کے رسول ﷺ ہمارے زمانے میں آتے تو اکیلے تمام کاموں کو کرتے

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کے خطوط چھپے ہیں، ایک خط میں ایک صاحب نے استفسار کیا کہ اللہ کے نبی ﷺ ہمارے زمانے میں اگر تشریف لے آتے تو دین کا کونسا کام کرتے؟ خانقاہ کا کام کرتے، درس وتدریس کا کام کرتے، دعوت وتبلیغ کا کام کرتے یا تصنیف وتالیف کا کام کرتے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے جواب تحریر فرمایا کہ اللہ نبی ﷺ کی ذات پاک جامع تھی، ہمارے زمانے میں تشریف لے آتے تو آپ ﷺ بیک وقت اکیلے تمام کاموں کو کرلیتے (مکتوبات تصوف ﷺ ف:۱/۷)

یہ الگ الگ departments (شعبوں) کی ضرورت ہی نہ پڑتی جیسے آپ ﷺ کے زمانے میں ضرورت پیش نہیں آئی، آپ ﷺ میں adility (صلاحت) تھی کہ اکیلے ہی آپ ﷺ تمام کاموں کو انجام دیتے تھے، الگ الگ departments (شعبے) بعد میں جاکر اس لئے بنے تاکہ ہر کام کو سنبھالا جاسکے، ہمارے پاس یہ adility (صلاحیت) نہیں ہے کہ ایک شخص یا چند افراد تمام کاموں کو سنبھالیں۔

آپ جامع الکمالات تھے

آپ ﷺ کے زمانے یہ نہیں ہوتا تھا کہ تفسیر کی ضرورت پڑے تو

ان مولوی صاحب کو پوچھو اور حدیث کی ضرورت پڑے تو فلاں شیخ الحدیث کو پوچھو اور کسی فقہی مسئلہ کی ضرورت پڑے تو ان مفتی صاحب کے پاس جاؤ، آپ ﷺ جامع الکمالات تھے، نبوی دور میں الگ الگ (شعبے) departments نہیں تھے، بعد میں جیسے جیسے آپ کے زمانے سے دوری ہوتی چلی گئی تو لوگوں میں adility (صلاحیت، استعدادیں) کم ہوتی چلی گئیں جس کی وجہ سے شعبے بنتے چلے گئے، محدثین کی جماعت وجود میں آئی، فقہاء کی جماعت وجود میں آئی، مفسرین کی جماعت وجود میں آئی، ائمہ جرح وتعدیل کی جماعت وجود میں آئی، متکلمین کی جماعت وجود میں آئی، اللہ کے نبی ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ تن تنہا سب شعبوں کو سنبھالے ہوئے تھے۔

تبلیغ سے شوق، علماء سے علم اور مشائخ سے کمال حاصل ہوتا ہے

میرے بھائیو! ان الگ الگ کاموں کو اجنبی مت سمجھو، دعوت تبلیغ، تعلیم، تزکیہ، یہ سب کام ہمارے ہیں، ان کو جب ساتھ مل کر کریں گے تب جا کر کامل مسلمان وجود میں آئیں گے، دعوت وتبلیغ سے دین پر چلنے کو شوق بڑھے گا، علماء سے علم ملے گا اور مشائخ کی تربیت اس علم پر عمل کی توفیق نصیب ہوگی، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ تبلیغ سے تشویق ہوتی ہے، علماء اور مدارس سے تعلیم ملتی اور مشائخ اور خانقاہوں سے تکمیل ہوتی ہے (ملفوظات مسیح الامت، ص:۲۹)

تصنیف وتالیف بھی تبلیغ دین کا اہم شعبہ ہے

تصنیف وتالیف بھی دین کی خدمت دین کی تبلیغ، دین کی دعوت کا ایک اہم شعبہ ہے، نبی ﷺ کے زمانے میں یہ شعبہ وجود میں آچکا تھا، آپ ﷺ کے جانشین حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی قرآن مجید کو تحریر کے ذریعہ ایک جگہ جمع کرایا، اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانے میں اس کی متعدد نقل بنوا کر پوری دنیا میں بھیجنے کا اہتمام فرمایا، صحابہ کرامؓ نے بھی باقاعدہ حدیث کے مجموعے تیار کیے، پھر تابعین نے بھی حدیث کی کتب لکھیں اور باقاعدہ احادیث کو جمع کیا، عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانے میں تو باقاعدہ اس کی تدوین ہوئی جس کے بعد امت کے بڑے بڑے علماء کرام اس کام میں لگ گئے اور حدیث کی بڑی بڑی کتابیں وجود میں آئیں، اگر علماء کرام لکھنے کا کام نہ کرتے، تصنیف وتالیف کا کام نہ کرتے تو آج کتب خانوں میں جو ہزاروں، لاکھوں کتابیں ہیں وہ کہاں سے آتیں؟ اگر یہ حضرات تصنیف وتالیف میں مشغول نہ رہتے تو امت تک علم کیسے پہنچتا؟ اور امت بغیر علم کے دین پر کیسے عمل کرتی؟

اللہ کے نبی ﷺ نے قرآن کریم کو لکھوانے کا باقاعدہ اہتمام فرمایا

اللہ کے نبی ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی، آپ ﷺ حضرت زید بن ثابتؓ اور دیگر وحی لکھنے والے صحابہ کرام کو بلاتے اور نازل شدہ وحی کا املاء کرواتے تھے، قرآن کی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس کو لکھوایا نہ گیا ہو، لکھنے والے پھر اس وحی کو پڑھ کر سناتے تھے اور آپ ﷺ سن کر تصدیق کرتے تھے یا ضرورت ہوتی تو اصلاح فرماتے تھے، قرآن کی ایسی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جو آپ ﷺ کو یاد نہ تھی، صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد نے بھی قرآن کو یاد کرنے کا اہتمام کیا تھا، مگر آپ ﷺ نے صرف یاد نہیں کروایا تھا سب آیتوں کو لکھوانے کا بھی اہتمام فرمایا (المعجم الاوسط، باب اسمہ احمد، ح (۱۹۱۳) علوم القرآن، ص:۱۷۷،۱۷۸)

دور صدیقی میں قرآن کریم کو لکھوانے کا اہتمام

آپ ﷺ کے انتقال کے وقت تقریباً دس ہزار صحابہ کرام کے سینوں میں قرآن محفوظ تھا، جنگ یمامہ میں سات سو (۷۰۰) صحابہ شہید ہوگئے، (کشف الباری، کتاب فضائل اعمال، ص:۴۱) حضرت عمرؓ کو خطرہ محسوس ہوا کہ جنگیں تو ہوتی رہیں گی اور اگر حفاظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمام حفاظ شہید ہوجائیں اور قرآن باقی نہ رہے، انہوں نے اس خطرے کا اظہار حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کیا اور ان پر زور ڈالا کہ قرآن کو تحریراً ایک جگہ جمع کرکے کم از کم ایک نسخہ تیار کرلینا چاہئے تاکہ خدا نخواستہ دنیا سے اگر سارے حفاظ اٹھ بھی جائیں اور ایک بھی حافظ باقی نہ رہے تو قرآن تحریری شکل میں تو ہمارے پاس موجود رہے گا۔

حضرت ابوبکر کے اتفاق کے بعد قرآن کریم کو باقاعدہ تحریری شکل میں لانے کا کام شروع ہوا، حضرت زید بن ثابت کو اس کام کا ذمہ دار بنایا گیا، حضرت زید بن ثابت اور ان کے رفقاء کار حفاظ تھے اور ان کو پورا قرآن یاد تھا، لیکن ان پر قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کے سلسلہ میں چند شرائط مقرر کی گئیں، ان شرائط میں سے ایک یہ تھی کہ آپ حضرات قرآن کی ہر آیت کو توثیق وتصدیق) verification کے بعد لکھیں گے، اور verification (توثیق وتصدیق) کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیت کسی نہ کسی صحابی کے پاس اس طرح لکھی ہوئی ملے کہ اس نے براہِ راست اللہ کے رسول ﷺ سے سن کر اسے لکھا ہو، جہاں کئی حفاظ موجود تھے وہاں کچھ جید حفاظ کو بلا کر کہہ دیا جاتا کہ آپ حضرات قرآن کو ایک جگہ جمع کرلو اور اس کی ایک copy بنالو، مگر نہیں، حضرت صدیق اکبرؓ کے دل میں یہ بات اللہ تعالیٰ نے ڈالی کہ ہر آیت کی verification (توثیق وتصدیق) ہونی چاہئے اور اس کے لئے یہ شرط ہے، کتنی سخت شرط ہے؟ اللہ کے نبی ﷺ دنیا سے چلے گئے ہیں اور صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد شہادت حاصل کرچکی ہے، اس کے باوجود یہ شرط کہ verification (توثیق وتصدیق) کے لئے کم از کم ایک صحابیؓ کے پاس مذکورہ طریقے سے لکھا ہوا ملنا ضروری ہے اور اس پر دو گواہ بھی ہوں۔ (الاتقان فی علوم القرآن، ص:۹۱)

یہ ماشاء اللہ لکھتے چلے گئے، اور گواہوں کے ساتھ تصدیق بھی ملتی چلی گئی، بس دو آیتیں ایسی تھی، جو کسی کے پاس لکھی ہوئی نہیں ملیں: لَقَدْ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَئُوْفٌ رَحِیْمٌ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ○

یاد تو سب کو تھیں، مگر مقررہ شرط کے مطابق کسی صحابی کے پاس لکھی ہوئی نہیں مل رہی تھیں، تتبع اور تلاش کے بعد یہ بھی حضرت ابوخزیمہ الانصاریؓ کے پاس مل گئیں اور کام مکمل ہو گیا، یہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس محفوظ رہا، آپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس منتقل ہوا، حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو آپ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کی تحویل میں آیا اور ان کے پاس رہا۔ (صحیح بخاری، باب جمع القرآن، ح(۴۹۸۶)

حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں قرآن کریم کے نسخے

حضرت ابوبکرؓ کا دور ختم ہو گیا جو تقریباً ڈھائی سال رہا، اس کے بعد دور آیا، حضرت عمر فاروق کا جو تقریباً گیارہ سال رہا، تقریباً چودہ سال کے بعد دور آیا حضرت عثمان غنیؓ کا، حضرت عمر کے زمانے میں اسلامی مملکت بہت پھیل چکی تھی، پھر حضرت عثمانؓ کے دور میں اس میں مزید اضافہ ہوا، حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے قرآن کی وہ نقل مانگ کر حکم دیا کہ ان کی مزید copies (نقلیں) بنائی جائیں اور مملکت کے ہر علاقے میں ایک ایک نسخہ پہنچا دیا جائے (صحیح بخاری، باب قولہ" لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَئُوْفٌ رَحِیْمٌ من الرأفة، ح(٤٩٨٧)

حضرت زید بن ثابت کا دوسری مرتبہ انتخاب

یہ کام بھی حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد ہوا، چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن کریم کو جمع کرنے کا کام حضرت زید بن ثابتؓ ہی نے کیا تھا اس لئے آپ ہر آیت کی verification (توثیق وتصدیق) کرچکے تھے، مگر حضرت عثمان غنیؓ نے بھی حکم فرمایا کہ دو بار ہر آیت کی verification (توثیق وتصدیق) کرو، اور یہ شرط دوبارہ لگائی گئی کہ کسی نہ کسی کے پاس ہر آیت اس طرح لکھی ہوئی ملنی چاہئے کہ براہِ راست اللہ کے نبی ﷺ سے سن کر لکھی گئی ہو (علوم القرآن، ص:۱۹۱) ممکن تھا کہ اس مرتبہ کچھ حصہ اس طرح نہ ملتا اس لئے کہ آپ ﷺ کے وصال کو کافی سال ہو چکے تھے اور اس مدت میں بہت سے صحابہؓ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے عجیب طریقے سے اس کتاب کی حفاظت فرمائی، یہ شرط لگوائی اور پھر پوری کروائی، حضرت زید بن ثابت قرآن کریم کی آیتیں دوبارہ شرط کے مطابق جمع کرتے گئے اور لکھتے گئے، آتیں ملتی گئیں، یعنی اتنے سالوں کے بعد بھی شرط کے مطابق آیات ملتی گئیں، اس مرتبہ بھی ایک آیت مذکورہ طریقے سے نہیں ملی: مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا○ الاحزاب:٢٣)

تلاش اور جستجو کے بعد یہ آیت بھی ایک اور صحابی حضرت خذیمہ الانصاریؓ کے پاس مل گئی (صحیح بخاری،) باب قولہ " لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَئُوْفٌ رَحِیْمٌ من الرأفة، ح(۴۹۸۷)

غیر مسلموں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب

غیر مسلم یہاں پر ایک ایک daudt (شبہ) پیدا کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پہلی مرتبہ سورۂ توبہ کی دو آیتیں اور دوسری مرتبہ سورۂ احزاب کی ایک آیت ایک آدمی کے پاس ملیں، معلوم ہوا کہ پورا قرآن سینوں میں محفوظ نہیں تھا، اگر صحابہ کی ایک بڑی تعداد نے حفاظ کی ہوتی تو یہ آیتیں صرف ایک صحابی کے پاس کیوں ملتیں؟ آپ کو تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ آیات بھی یاد تو سب کو تھیں، مگر مقررہ شرط کے مطابق آپ ﷺ سے براہِ راست سن کر لکھی ہوئی کسی کے پاس نہیں ملیں، حضرت زید بن ثابت خود فرماتے ہیں کہ ایک ایسی آیت نہیں مل رہی تھی جسے میں اللہ کے رسول ﷺ کو تلاوت کرتے ہوئے سنا کرتا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یاد تو تھی مگر لکھی ہوئی تلاش کر رہا تھا، یہ نہیں کہ ہم میں سے ایک صحابیؓ کے علاوہ کسی کو بھی یاد نہیں تھی، سب کو یاد تھی، سب کہہ رہے تھے کہ یہ قرآن کا حصہ ہے مگر لکھی ہوئی نہیں مل رہی تھی، پہلی والی دو آیتیں ابو خزیمہ الانصاریؓ کے پاس ملیں اور یہ آیت حضرت خزیمہؓ کے پاس ملی۔

تدوین حدیث کی ابتداء اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

اب آیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور، انہوں نے محسوس کیا کہ اب ہم اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے سے دور جا چکے ہیں، بڑے حضرات ایک ایک کر کے اٹھتے چلے جا رہے ہیں، کہیں احادیث ضائع نہ ہو جائیں، احادیث کی حفاظت کا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے کروایا، آپ نے اپنے زمانے کے جو بڑے بڑے علماء کرام تھے ان کو پیغام بھیجا: انظر واحدیث رسول الله ﷺ اکتبوه فانی قد خفت دروس العلم وذهاب اهل (سنن الدارمی، المقدمة، باب من رخص فی اکتابة العلم، ح (۵۔ ۵)

اللہ کے نبی ﷺ کی احادیث کو تلاش کرو اور انہیں لکھ لو اس لئے کہ مجھے علم اور عمل والوں کے مٹ جانے کا ڈر ہے۔

آپ نے علماء کو حکم کیا کہ حدیثوں کو باقاعدہ کتابی شکل میں لکھو، اس وقت تمہارے سینوں محفوظ ہیں، تمہاری اپنی notes (یاداشت) بھی ہیں مگر یہ کافی نہیں، publik (عوام) کے لئے باقاعدہ کتابی شکل میں available (دستیاب) کرو، کام شروع ہوا، ابن شہاب الزہری، ابن حزم اور عامر بن شراحیلؒ یہ تین حضرات سب سے پہلے ہیں جنہوں نے اس کام کی طرف قدم اٹھایا اور حدیث کو باقاعدہ مدون کیا۔ (الدار المنصود: ۱/۱۵، ۱۶)

تحریر کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کا کام نبی ﷺ کے زمانے سے چل رہا ہے

تو دیکھئے کہ تحریر کے ذریعے بھی تبلیغ کا کام ہوا ہے، تبلیغ کا یہ طریقہ اللہ کے نبی ﷺ کے دور سے شروع ہوا ہے، آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے بادشاہوں کو خطوط لکھے اور انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا اور اللہ کی طرف دعوت دی، صحابۂ کرامؓ نے قرآن کو بھی لکھا اور احادیث کو بھی، اگر یہ تحریری خدمت جسے آج کل تصنیف وتالیف کہتے ہیں نہ ہوتی تو قرآن واحادیث کا ذخیرہ ہم تک کیسے پہنچتا؟

میرے بھائیوں! ان سب کاموں کو دعوت سے الگ مت سمجھو یہ سارے کام بھی دعوت ہی ہیں، یہ سارے کام تبلیغ ہی ہیں، یہ الگ الگ شعبے اور الگ الگ طریقے ہیں، جب ایک شخص ان سب سے استفادہ کرتا ہے تب جا کر کامل مسلمان بنتا ہے۔

اختلافات پیدا کر کے شیطان ہماری محنت کو رائیگاں کرتا ہے

ہوتا یہ ہے کہ شیطان ان الگ الگ شعبوں میں کام کرنے والوں میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے، خانقاہ والوں اور دعوت وتبلیغ سے اختلاف پیدا کر دیتا ہے، مدارس والوں اور خانقاہ والوں میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے، مدارس والوں اور تصنیف وتالیف والوں میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے، یہ کام اصل ہے، وہ اصل نہیں، دین کا یہی کام ہے، باقی سب فضول یا کم سے کم مفضول، پھر شیطان اور زور لگاتا ہے اور ایک شعبے کے لوگوں میں بھی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں، پہلے تو ایک شعبے کے

دوسرے شعبے والوں سے لڑتے ہیں، پھر ہر ایک شعبے میں بھی الگ الگ جماعتیں ہو جاتی ہیں، یہ کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے ہوتا ہے کہ شیطان ہماری محنتوں کو رائیگاں کرنا چاہتا ہے، بیکار کرنا چاہتا ہے، کبھی ایک ہی مسجد میں تبلیغ کے ساتھیوں کی دو جماعتیں ہیں، کبھی ایک مدرسے میں دو فریق ہو جاتے ہیں، کبھی دو مدرسے آپس میں ٹکرا جاتے ہیں، کبھی دو خانقاہوں میں آپس میں ٹکر ہو جاتی ہیں، کبھی ایک شیخ کے مرید آپس میں ٹکرا جاتے ہیں، اس طرح شیطان پھوٹ ڈالتا ہے جس کی وجہ سے کام میں برکت نہیں رہتی اور امت اور دین کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ کام کرنے والے بھی سب کچھ کھو دیتے ہیں۔

حضرت رائے پوری کا ایک عجیب واقعہ

میرے بھائیو! بہت احتیاط کی ضرورت ہے، بہت بیدار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ ہم بہت نازک دور سے گزر رہے ہیں، ہم فتنوں کے دور سے گزر رہے ہیں، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ جب آخری مرتبہ برطانیہ تشریف لائے تھے، اس وقت میں نے خود اپنے کانوں سے حضرت جی کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ حضرت رائے پوریؒ نے یہ بات فرمائی تھی کہ امت پر ایک دور ایسا آنے والا ہے کہ وہ جگہیں جہاں امت فتنوں سے پناہ لینے جایا کرتی ہے وہ جگہیں فتنوں کے مرکز ہو جائیں گی۔

جب یہ بات سنی تھی تو بہت تعجب ہوا تھا اس لئے کہ اس وقت کے حالات ابھی کے حالات سے بہت الگ تھے، مگر مان لیا تھا اس لئے کہ بڑے شخص کی بات تھی، اب اس بات کی روشنی میں ہمارے زمانے کو دیکھئے! پہلے آدمی جب گھر میں پریشان ہوتا تھا تو مسجد آتا تھا اور سکون پاتا تھا، اب بہت سی مسجدوں میں لوگ نماز پڑھ کر جلدی چلے جانے میں اپنی سلامتی سمجھتے ہیں، ڈرتے ہیں کہ کہیں لڑائی نہ ہو جائے، کہیں جھگڑا نہ ہو جائے، واقعی جو جگہیں فتنوں سے بچنے کی تھیں وہ جگہیں آج فتنوں کی جگہ بن گئیں، لڑائی جھگڑے اور ایک دوسرے کی مخالفت سب کچھ وہیں، بلکہ میں یوں کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ یہ جو فتنوں سے بچنے کی جگہیں تھیں وہاں کچھ لوگ فتنے کی غرض ہی سے آتے ہیں، باہر کوئی نہیں لڑتا، کسی کے انتقال پر سب جمع ہوتے ہیں اور وہاں کوئی لڑائی نہیں، شادی بیاہ میں جمع ہوتے ہیں، وہاں کوئی لڑائی نہیں، لیکن مسجد میں لڑائی ہے، اس قسم کے لوگوں کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ مسجد کا بھلا ہو یا برا، مسجد کا ماحول اچھا رہے یا بگڑے، نفس کی چاہت کی تکمیل ہونی چاہئے، چاہے اس کے لئے کسی کو بھی برباد کرنا پڑے، چاہے دین کو بھی برباد کرنا پڑے۔

دل کی صدا

میرے بھائیو! دین کے جتنے بھی شعبے ہیں، الگ الگ طریقوں سے دین کی خدمت کرنے والے جتنے لوگ ہیں، میں ان تمام سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتا ہوں کہ شیطان کی کوششوں کو ناکام کرنے کے لئے آپس میں متفق ہو جاؤ، ایک دوسرے سے ہاتھ ملاؤ، ایک دوسرے کو سینے سے لگاؤ، سر جوڑ کر بیٹھو، ہر ایک کو اپنا سمجھو، ہر کام کو اپنا کام سمجھو، ہر کام سے اپنے دل میں خوشی محسوس کرو اس لئے کہ جس شعبے اور جس لائن سے بھی کام ہو رہا ہے، وہ ہمارا ہی کام ہے، اس سے دین ہی کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور وہ کام بندوں کو اللہ تعالیٰ ہی سے جوڑ رہا ہے۔

میرے عزیزو! اس وقت لوگ دین سے بہت دور ہیں، چاروں طرف سے فسق و فجور کی یلغار ہے، خدارا! غور و فکر سے کام لو اور اہل حق میں گروہ بندی اور افتراق و انتشار پیدا کرنے کے بجائے اجتماعیت کا اور سب کو جوڑ کر چلنے اور چلانے کا فیصلہ کرو، میرے بھائیو! اگر امت کی فکر ہے، دین کی فکر ہے، اس کی اشاعت کی اور تبلیغ کی چاہت ہے تو دل بڑا کر کے حوصلہ بڑا رکھ کر دین کے ہر خادم کو بلکہ ادنیٰ کارکن کو اپنا سمجھ کر احترام و محبت کی نظر سے دیکھو، اس کے کام کو سراہو اور اس کی کامیابی اور ترقی کے لئے دعا کرو۔

حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ مدرسہ خانقاہ اور تبلیغ تینوں کے جامع تھے

میرے بھائیو! میں کہتا ہوں کہ اس میں اختلاف کی کون سی بات ہے؟ حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کے بارے میں تھوڑا سوچو! آپ ان کو بانی تبلیغ بھی کہہ سکتے ہیں، اسی طرح آپ خانقاہ والے بھی تھے اس لئے کہ آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت تھے اور حضرت کی خانقاہ میں تقریباً دس برس گزارے، (مولانا

الیاس اور ان کی دینی دعوت، ص ۴۲) حضرت کے انتقال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے اپنی اصلاح کی تکمیل کرائی اور آپ کی نگرانی میں سلوک کے منازل طے کئے اور حضرت سہارنپوریؒ کی طرف سے آپ کو خلافت بھی ملی (مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، ص: ۴۷) پھر پوری زندگی آپ نے لوگوں کو بیعت کیا اور لوگوں کو ذکر و شغل سکھایا، آپ لوگوں کی اصلاح بھی کرتے تھے اور اعتکاف بھی کرتے تھے، تو آپ بانی تبلیغ بھی ہیں اور خانقاہ والے بھی ہیں، جہاں تک تعلیم و تعلم کا تعلق ہے تو آپ نے خود مدرسے میں پڑھا اور پھر پڑھایا۔

آپ نے مدرسے میں پڑھا اور خانقاہ میں اصلاح کرائی، ظاہری علم ایک ہاتھ میں اور روحانی اور باطنی علم دوسرے ہاتھ میں، اب آپ تیار ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے تبلیغ کا ہمہ گیر کام لیا، ایک ہی شخص میں ہمیں تینوں چیزیں ملتی ہیں، آگے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا، فضائل کی جو کتابیں ہیں ان میں سے بعض کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت جی کے فرمانے پر لکھا (آپ بیتی، ص: ۱۴۰، ایضاً: فضائل صدقات مع فضائل حج، فضائلِ حج، ص: ۸) خود حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے بھی کتابیں تصنیف کی ہیں، طحاوی شریف کی شرح، "امانی الاحبار شرح معانی الآثار" اور حیاۃ الصحابہؓ" یہ دونوں کتابیں اہل علم کے یہاں بہت مقبول ہوئیں۔

ایک بنو، نیک بنو اور شیر و شکر ہو جاؤ

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ یہ تو باتیں شیطان کی طرف سے پیدا ہوتی ہیں، اور خواہ مخواہ یہ حدیں بنجاتی ہے، آپس میں تفریق اور دوری ہو جاتی ہے، ہمیں ایک بن کر رہنا چاہئے، ایک بنو نیک بنو اور شیر و شکر ہو جاؤ، اگر ہم ایک اور نیک بن کر رہیں گے تو ہمیں بھی بہت فائدہ ہوگا اور دین کی بھی ترقی ہوگی، شیطان کو قریب بھی نہیں آنے دینا چاہئے، ہمارے بڑوں کے یہاں یہ تفریق نہیں تھی۔

صرف عنوان الگ ہے

تو ایک بات ذہن میں بٹھانی ہے کہ یہ جتنے الگ الگ شعبے ہیں یہ سارے ہی دین کے کام ہیں، اور ان میں جو مشغول ہیں وہ سب کے سب دعوت و تبلیغ کا کام کر رہے ہیں، کاموں کے عنوان الگ الگ ہیں، کوئی دعوت و تبلیغ کے عنوان سے کوئی تعلیم، کوئی تزکیہ و اصلاح اور کوئی تصنیف و تالیف کے عنوان سے کام کر رہا ہے، عنوان الگ الگ ہیں، مگر کام سب حفاظت دین کا کر رہے ہیں، دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں اور تبلیغ دین کا کر رہے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک ہسپتال (hospital) میں علاج کا کام ہو رہا ہے، صرف ایک ڈاکٹر (doctor) سے کام نہیں چلے گا، الگ الگ بیماری کے الگ الگ ماہرین ہوتے ہیں، ساتھ ساتھ نرسوں (nurses) کی بھی ضرورت ہوتی ہے، امبولینس (ambulance) والے کی بھی ضروری ہوتے ہیں، یہ پورا عملہ مل کر مریض کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی صحت کے لئے کوشش کرتا ہے۔

حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کا ارشاد

اسی طرح دین کے لئے بھی صرف ایک مخصوص طبقے یا ایک مخصوص شعبے کا کام کافی نہیں ہے، اس میں تعلیم کی بھی ضرورت ہوتی ہے، تزکیہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے جب لوگوں کو بلائیں گے اور لوگ لبیک کہہ کر اچھے مسلمان بننے کی کوشش کریں گے تو ان کی تعلیم اور تربیت کا انتظام کون کرے گا؟ ایک شخص آ گیا مسجد میں اب اسے علم کون سکھائے گا؟ ظاہر ہے علماء کی ضرورت کی اسی طرح باطن کی درستگی کی بھی ضرورت ہوگی، اس کے لئے کسی کامل شیخ سے وابستہ ہونا پڑے گا۔

ہماری تحریک کا مقصد

حضرت مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری تحریک کا مقصد ہے مسلمانوں کو پورا دین سکھانا اور اس سے ان کو وابستہ کرنا، جماعتوں کا یہ چلنا پھرنا اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے، یہ کلمہ اور نماز کی تلقین اس مقصد کی الف، با، تا، ہے، ظاہر ہے کہ ہماری جماعتیں یہ پورا کام انجام نہیں دے سکتیں، یہ تو اتنا ہی کر سکتی ہیں کہ جگہ جگہ جا کر اپنی محنت اور کوشش سے غافل لوگوں میں بیداری پیدا کر دیں، ان کو مقامی علماء سے وابستہ کرنے کی کوشش کریں، علماء اور صلحاء کو بھی عوام کی اصلاح کی طرف متوجہ کرنے کی سعی کریں، عوام کو زیادہ فائدہ مقامی علماء اور صلحاء سے استفادہ کرنے میں ہوگا۔ (ملفوظات مولانا الیاس

صاحب"، ص:۴۹)

علم والے اور خانقاہ والے تبلیغ میں نکلنے والوں کی ہمت افزائی کریں

اہل علم اور خانقاہ والے اگر اپنی مشغولی کی وجہ خود مروجہ دعوت وتبلیغ میں حصہ نہیں لے سکتے تو انہیں چاہئے کہ دوسروں کو encourage (ہمت افزائی) کریں، جو کام میں لگے ہوئے ہیں ان کی ہمت افزائی کریں اور ان کو شاباشی دیں، یہ سارے کام ہمارے ہیں، مل جل کر ہم ہی کو ان سب کاموں کو انجام دینا ہے، ظاہر ہے کہ ایک شخص تو ان تمام کاموں کو نہیں انجام دے سکتا۔

علماء اور بزرگ سے دعا کرائیں

میرے بھائیوں! دعوت وتبلیغ میں علماء اور مشائخ کا بہت احترام سکھایا جاتا ہے، میں بھی جب جاتا تھا تو مجھے یاد ہے کہ جیسے ہی کسی بستی میں پہنچتے تھے تو وہاں مذاکرہ ہوتا تھا، پھر چند ساتھیوں کو مقرر کیا جاتا تھا کہ وہ امام صاحب کے پاس جاکر ملاقات کریں اور ان سے کہیں کہ آپ کے علاقے میں جماعت آئی ہوئی ہے، ہم آپ سے دعاؤں کی درخواست کے لئے حاضر ہوئے ہیں، دعوت وتبلیغ میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ جس علاقے میں آپ جاؤ وہاں کے علماء کرام سے ملاقات کرو، وہاں کے مشائخ سے ملاقات کرو اور ان سے دعائیں لو۔

صرف ملاقات اور زیارت کی غرض سے حاضر ہوا تھا

ایک مرتبہ حضرت جی مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم ہمارے یہاں اسلامک دعوہ اکیڈمی میں تشریف لائے، الحمد اللہ ہمارے یہاں تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے اکابر آتے ہیں، اور سب شفقت فرماتے ہیں اور خوش بھی بہت ہوتے ہیں، جب مولانا تشریف لائے تو طلبہ اور اساتذہ سب ایک ہال میں جمع تھے، ہمارے لیسٹر کے دعوت وتبلیغ کے بھی کچھ ساتھی جمع ہو گئے تھے، ہال میں آگے کرسی رکھی ہوئی تھی، حضرت داخل ہوئے تو میری طرف دیکھا، چہرے پر سوالیہ نشان تھا، میں نے کہا کہ حضرت کچھ باتیں ارشاد فرمادیں، ہم طالب علموں کو کچھ نصیحتیں فرمائیں، اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں تو صرف ملاقات اور زیارت کی نیت سے حاضر ہوا تھا، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مجھ سے تو بہت بڑے ہیں، میں تو ان کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں، پھر بھی آپ یہ فرمارہے ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات میں یہ ہے کہ جہاں جاؤ وہاں کے علماء کی خدمت میں حاضری دو اور صرف دعا اور استفادے کی غرض سے، دوسری کوئی غرض نہ ہو، اور آگے فرمایا کہ ملفوظات میں ایک جگہ تو یہ ہے کہ علماء کی زیارت کو عبادت اور اعتقاد کا درجہ دو۔

مدارس دین کے قلعے

مدارس اور اہل علم کا یہ احترام اس لئے سکھایا جاتا ہے کہ یہ مدارس حفاظت دین کے مراکز ہیں اور تبلیغ کیسے ہوگی؟ اس لئے مدرسے کو دین کا قلعہ کہا جاتا ہے، ایک شخص خانقاہ میں اپنے شیخ کے پاس جاتا ہے، عمل کا جذبہ لے کر آتا ہے، حج عمرہ کے لئے جاتا ہے، عمل کا جذبہ لے کر آتا ہے، مگر ایسی جگہیں ہی نہ ہوں جہاں سے پتہ چلے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے تو اس جذبے کا کیا فائدہ؟ اس جذبے سے تب ہی فائدہ اٹھا سکے گا جب جائز اور ناجائز، اچھا اور برا، صحیح اور غلط، حلال اور حرام، نیکی اور بدی، مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی، سنت مستحب، اور نفل بتانے والے موجود ہیں، امت کے علماء کرام مدرسے کی چہار دیواری میں بیٹھ کر یہی کام کرتے ہیں۔

عمل کا جذبہ بغیر علم کے اور علم بغیر جذبہ عمل کے بے سود ہے

علم کا جذبہ بڑھتا ہے لیکن اگر علم نہیں ہے تو عمل میں ترقی نہیں ہوگی، مثال کے طور پر ایک شخص میں نماز پڑھنے کا جذبہ بڑھا مگر علم صرف پانچ وقت کی نماز کا ہے تو وہ باقی اوقات میں نماز پڑھ کر فائدہ نہیں اٹھا سکے گا، لیکن عمل کے اس جذبے کے ساتھ اگر علم بھی بڑھے گا تو عمل بھی ضرور بڑھے گا، وہ فرض نمازوں کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت، اور اوابین اور دوسرے نوافل کا بھی اہتمام کرے گا، میرے بھائیوں! عمل کا جذبہ ہے مگر علم نہیں تو جذبہ صرف ابلتا رہے گا اور علم تو ہے مگر جذبہ نہیں تو علم بے سود ہوگا، لیکن عمل کا جذبہ بھی ہے اور علم بھی ہے تو عمل میں خوب ترقی ہوگی۔

دین کے تمام کاموں کا تعاون کرو

میں یہ عرض کررہوں کہ تمام شعبے والوں کو ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے، دعوت کا معنی ہے اللہ کی طرف بلانا، دین کی طرف بلانا، اس وقت ہم جو کام کررہے ہیں وہ کیا ہے؟ آپ کیا سمجھ رہے ہیں؟ آپ کو دین سمجھا رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور دین کی طرف بلانا ہی تو ہے، جو بھی دین کی بات کہتا ہے، عالم، غیر عالم، دعوت وتبلیغ میں نکل کر، گھر رہ کر، خانقاہ کی شکل میں، تدریس کی شکل میں، افتاء کی شکل میں، کتاب پڑھ کر، چاہے فضائل اعمال ہو یا دوسرے کوئی کتاب، درس حدیث اور درسِ قرآن کی شکل میں، تزکیہ واصلاح کی مجالس کی شکل میں، تصنیف وتالیف کی شکل میں magazines (رسالوں) اور لٹریچر کی شکل میں، کانفرنسوں، اجتماعات اور سیمناروں کی شکل میں، جس شکل میں بھی ہو، شرط یہ ہے کہ عقیدہ صحیح ہو اور فکر ونظر صحیح ہو، تو دعوت الی اللہ ہی ہے اور تبلیغ دین ہی ہے، ان میں سے ہر ایک کے لئے دل میں اچھی تمنا رکھو اور جس طرح ہو سکے support (تعاون) کرو اور حصہ دار بنو۔ اللہ تعالیٰ شانہ جل مجدہ آپ کو آخرت کی فکر نصیب کریں اور دین کی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین.

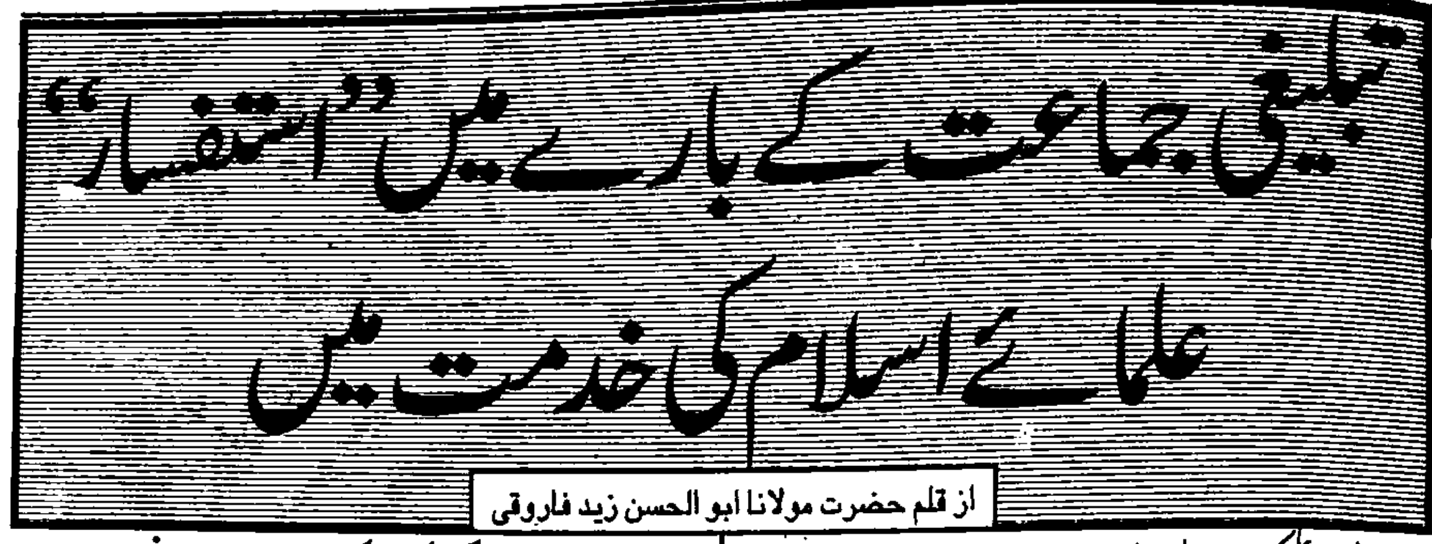
اقوال زرّیں

☆حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ جب لاغر کے بعد حاکم موٹا ہوجائے تو جان لو کہ وہ رعیت اور اپنے رب کی خیانت کرتا ہے۔

☆میمونؒ بن مہران فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک عمر بن عبدالعزیزؒ سے بڑھ کر کوئی پیارا نہ تھا لیکن مجھے ان کے حاکم ہونے کی حالت میں دیکھنے سے ان کو مردہ دیکھنا زیادہ پسند ہے۔

☆علم پڑھنا اور اس کا بڑھنا بے فائدہ ہے جب تک کہ اطاعت وخوف بھی ساتھ ساتھ نہ بڑھے۔

☆میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ بغیر باطن کے صرف ظاہر اچھا ہونا اس پاخانہ کی طرح ہے جس کی بیرونی طرف خواب آراستہ ہو اور اس کی اندرونی طرف بدبو اور پلیدی ہو۔



از قلم حضرت مولانا ابو الحسن زید فاروقی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ایسے افراد کے متعلق جو تبلیغی جماعت میں مندجہ ذیل بیانات کرتے ہیں۔

۱۔ قرآن وحدیث اور پورا دین ہمارے اس تبلیغ کے مقابلے میں ایک قطرے کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ ہمارا یہ تبلیغ عمل سمندر ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ذکر یا علم حاصل کرنے کے لئے نہیں پیدا کیا، امت مسلمہ کو صرف اس مقام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو فرد امت بھی یہ کام نہیں کرے گا وہ ظالم ہوگا۔

۳۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا ہے کہ جہاد کا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے اب امت کی اصلاح صرف اب اس رائے ونڈ والے عمل سے ہوگی۔

۴۔ تبلیغی جماعت کا یہ عمل کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا وہ بچے گا اور جو اس میں شامل نہ ہوا تو اس کا انجام خراب ہوگا۔

۵۔ اور جو علماء اور مشائخ اپنے مقامات کو قرآن وسنت کے درس تصنیف وتالیف تحریر وتقریر وعظ واصلاح کے ذریعے جو کام کر رہے ہیں وہ ظالم ہیں ان کے اس کام کی کوئی وقعت نہیں جب تک کہ وہ بستر سر پر اٹھا کر رائے ونڈ کے طریقے پر تبلیغ میں عمل انجام نہ دیں۔

۶۔ قرآن حکیم انفرادی عمل ہے اور تبلیغی نصاب اجتماعی عمل ہے۔

۷۔ قرآن حکیم مشکل کتاب ہے اسی طرح حدیث بھی مشکل ہے۔ قرآن وحدیث کے درسوں میں شرکت سے فائدہ نہیں ہوتا فائدہ تبلیغی نصاب میں ہے۔

۸۔ جو ائمہ کرام مشائخ محدثین گزرے ہیں اور انہوں نے اپنی ساری زندگی قرآن وحدیث کے درس فقہ و دیگر علوم میں صرف کی لیکن بستر سر پر اٹھا کر در بدر سفر نہیں کیا ان کی نجات نہیں ہوگی۔

۹۔ آپ صرف لوگوں کو نماز کی دعوت دیں اور چھ نمبروں کا بیان کریں کسی کو برائی سے منع نہ کریں برائی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

۱۰۔ روانہ ہونے والی ملکی وغیر ملکی جماعتوں کو ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ صرف مسلمان کو دعوت دیں گے کسی کافر کو دعوت نہ دینا، جب پوچھا گیا کہ کافر کو دعوت کیوں نہ دیں تو جواب دیا گیا کہ ہم موجودہ مسلمانوں کو نہیں سنبھال سکتے اگر مزید لوگ مسلمان ہو گئے تو ان کو کون سنبھالیں گے۔

۱۱۔ حضور ﷺ عدالتیں قائم کرنے، لوگوں کے درمیان فیصلے کرانے، مسئلے مسائل بیان کرنے درس دینے، حکومت قائم کرنے کافروں سے جنگ کرنے نہیں آئے تھے بلکہ صرف پیغمبر علیہ السلام کی بعثت کا صرف ایک مقصد تھا تبلیغ۔

۱۲۔ اسلام نہ کتاب نہ تقریر نہ تلوار (جہاد) سے پھیلا ہے اسلام صرف تبلیغ کے عمل سے پھیلا ہے۔

۱۳۔ اللہ کا راستہ صرف یہ ہے دوسرا نہیں۔

۱۴۔ جو علماء ومشائخ یا کوئی اور حضرات ساری دنیا میں تبلیغ کے لئے دورہ کریں جب تک کہ وہ رائے ونڈ کے راستے سے نہ ہو وہ عنداللہ مقبول نہیں۔

۱۵۔ یورپ کے کفار اللہ کے محبوب ہیں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو جائیں لیکن ہمارے بس عمل کے محتاج ہیں۔

۱۶۔ گھر کے سب افراد کو خدا کے آسرے پر چھوڑ کر ایک سال کے لئے نکل جائیں جو شخص یہ کہتا ہے کہ ایک سال کے لئے تبلیغ کے لئے جانا ماں باپ سے اجازت لئے بغیر یا بال بچوں کے نفقہ وغیرہ کا انتظام کئے بغیر صحیح نہیں وہ ظالم ہے۔

۱۷۔ جو شخص پہلے مرحلے میں چار مہینے اور پھر ہر سال ایک چلہ مہینے میں تین دن اور ہر جمعہ مرکز میں حاضر نہیں ہوتا وہ ظالم ہے اس کی نجات نہیں ہوگی۔

۱۸۔ نیز گذارش ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق بتایا جائے کہ یہ انسان کے ساتھ ہمہ وقت لازم ہے یا یہ صرف چلے کے ایام میں تبلیغ کرے گا وہ بھی صرف دعوت نماز اور چھ نمبر کی۔

۱۹۔ کتابوں میں دین نہیں ہے نہ کتابوں سے دین حاصل ہوتا ہے۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم سے کسی نے ایک عالم دین کے متعلق ذکر کیا بڑی مفید اور بے شمار کتابیں انھوں نے تحریر کیں ہیں۔ تو حضرت جی نے فرمایا، کہ اس دور میں دین کے متعلق تصنیفات کرنا دین کی توہین ہے۔ کیونکہ پھر کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں جو ہے ان پر ان کا عمل نہیں۔

۲۰ علماء اور اہل مدارس والوں کے پاس صرف ایک فیصد لوگ فیض حاصل کرتے ہیں۔ اور ۹۹ فیصد لوگوں کو ہم ہدایت دیتے ہیں۔

۲۲۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تین جگہ پرانے پیغمبر کو فرمایا ہے کہ نکلو۔ پھر یہ آیات پڑھی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ○

آیت کے پہلے حصے کا معنی ہے کہ نکلو اور پھر علم وذکر بعد کی چیزیں ہیں جس کا ذکر یُزَکِّیْهِمْ میں کیا گیا ہے اور یہ بھی موجودہ طرق اربعہ ولاذکر نہیں۔

کیا آیات کے پہلے حصے والحکمۃ تک یہ معنی ہے کہ نکلو، کیا یہ تحریف نہیں۔

۲۳۔ ایک ذمہ دار نے رائے ونڈ میں کہا اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھ جیسا ایک طالب علم بھی اس کے پاس بیٹھا ہوا ہے علماء کا دور، دبدبہ ختم کردیا گیا ہے صرف درس وتدریس کا دبدبہ رہ گیا ہے یہ تدریس بھی عنقریب ختم کردیا جائے گا۔ احقر نے پوچھا کہ ذرا مجھے بتادیں کہ کیسے آپ نے علماء کا دبدبہ ختم کردیا ہے اور اس کا تدریس بھی کیسے ختم کردیں گے؟ میرے سوال پر ذرا پریشان ہوئے اور پھر جواب میں کہا کہ اب وقت نہیں وقت آنے پر بتادوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ وقت کب ہوگا؟ اس کا جواب نہیں دیا۔ (یہ مشت نمونہ خروار ہے)

برائے کرم للہ اس سلسلہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ کیا ایسے بیانات کرنا جائز ہے۔ اگر جائز نہیں تو پھر ایسا بیان کرنیوالوں کے لئے شرعاً کیا سزا ہے۔

(ابوالحسن۔ جامع اشرفیہ پشاور) استاد الحدیث۔

بالترتیب جوابات بہ صورت تبصرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

عاجز ابوالحسن زید فاروقی عرض کرتا ہے کہ مولانا ابوالحسن استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ واقع عیدگاہ روڈ پشاور نے رائے ونڈ کے سرپرست پھرانے والوں کے اقوال جمع کئے ہیں۔ عاجز نے آٹھ اقوال پر تبصرہ لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

تبصرہ: نہ ہر قولے مسرت کیز باشد
نہ ہر فعلے طرب انگیز باشد
بے گفتار خرزی وعار گردد
بے کردار حملش بار گردد

کسی بدنصیب نے یہ کفریہ بات کہی اور جاہلوں نے اظہار مسرت کردیا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (اور آپ معلوم کرلیں گے ظلم کرنیوالے کس کروٹ الٹتے ہیں) یہ سب جھوٹ ہے۔

اس بات کے کہنے والے نے رائے ونڈ کے بوریا بستر کے اہل کاروں کی تائید میں کلام اللہ اور احادیث مبارکہ کا استخفاف کیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا○ (اے رسول ﷺ کہہ دو اگر سمندر سیاہی ہو کہ لکھے مرے رب کی باتیں، بیشک سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ ختم ہو جائیں میرے رب کی باتیں، اگر چہ ہم اس سمندر کی مدد کے لئے ایک اور سمندر اسی جیسا لے آئیں۔

احادیث مبارکہ میں وحی الٰہی ہے۔ ان کا ہر لفظ حقائق اور معارف کا خزانہ ہے۔ اس بات کا کہنے والا کلام الٰہی اور احادیث مبارکہ کا استخفاف کررہا ہے۔ سچ ہے مسلمان درگور مسلمانی در کتاب۔ کیا حضرات ائمہ دین کے زمانہ میں کوئی اس قسم کی باتیں کرسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے دینوں کے فتنے سے مسلمانوں کو بچائے۔

دوسرا قول: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ذکر یا علم حاصل کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا امت مسلمہ کو صرف اس مقام کے لئے پیدا کیا

ہے۔لہٰذا جو فردِ امت بھی یہ کام نہیں کرے گا وہ ظالم ہوگا۔

تبصرہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ہم نے جن اور انس کو صرف عبادت کرنے کے واسطے پیدا کیا ہے) یہ بدبخت جاہل انکار کررہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنے ذکر یا علم حاصل کرنے کے واسطے نہیں پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ کے قول کو رد کرکے کافر ہورہا ہے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ.

تیسرا قول: ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ جہاد کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔اب امت کی اصلاح صرف اس رائے ونڈ والے عمل سے ہوگی۔

تبصرہ:　چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اَللّٰـهُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ نے اپنے لطف وکرم سے آنکھوں کو وہ نور بخشا ہے کہ شرک اور کفر کی تاریکی کا پتہ چلاتا ہے۔ بوریا بستر سر پر گھمانے والے نے ظلمتی خوب دیکھنے والے کا نام نہیں لکھا ہے۔اس خواب کو دیکھنے والے بزرگ کا بڑا بزرگ غلام احمد قادیانی ہوا ہے اس پر الہام ہوا تھا کہ اب جہاد منسوخ ہوگیا ہے۔ ہمارے سامنے سردارِ دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔ الجهاد ماض الیٰ یوم القیامة کہ قیامت تک جہاد قائم رہے گا۔ والحمد الله علیٰ ذٰلک.

چوتھا قول: تبلیغی جماعت کا یہ عمل کشتی نورح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا وہ بچا اور جو اس میں شامل نہ ہوا تو اس کا انجام خراب ہوا۔

تبصرہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تم کو بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال) آنحضرت ﷺ نے کبھی سر پر بستر نہیں رکھا ہے اور نہ آپ کے اہل بیت اطہار اور صحابۂ اخیار نے یہ عمل کیا ہے۔ اہل رائے ونڈ نے غلط روش اختیار کی ہے اور اس کو کشتی نوح سمجھ لیا ہے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْعَظِيْمُ. یہی ہے عظیم آفت۔اللہ ان کی گمراہی سے بچائے۔

پانچواں قول: اور جو علماء اور مشائخ اپنے مقامات کو قرآن وسنت کے درس وتصنیف وتالیف وتحریر وتقریر ووعظ واصلاح کے ذریعہ جو کام کررہے ہیں وہ ظالم ہیں، ان کے اس کام کی کوئی وقعت نہیں جب تک کہ وہ بستر سر پر اٹھا کر رائے ونڈ کے طریقہ پر تبلیغ میں عمل انجام نہ دیں۔

تبصرہ:　خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

ائمۂ اعلام اور مشائخ عظام نے دین متین کی خدمت میں عمریں بسر کی ہیں۔ وہ شایانِ صد ستائش ہیں، ان کے کام کو بے وقعت قرار دینا گمراہی ہے۔ غیر مسنون عمل سے اجتناب لازم ہے۔ رائے ونڈ والوں کا عمل بدعت ہے۔اس سے اجتناب لازم ہے۔

چھٹا قول: قرآنِ حکیم انفرادی عمل ہے اور تبلیغی نصاب اجتماعی عمل ہے۔

تبصرہ: جو عمل قرآن وحدیث کے مسلک پر نہیں وہ گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا (مضبوط پکڑو اللہ کی رسی کو تم سب اور پھوٹ نہ ڈالو) سر پر بستر پھرانے والے امت محمدیہ میں پھوٹ ڈال رہے ہیں اور اللہ کی بتائی ہوئی راہ کے خلاف جارہے ہیں، ان سے بچو۔

جامی ابنائے زماں از قول حق صمٌ اند وبکمٌ
نام ایشاں نیست عند اللہ بجز شرُّ الدّواب
در لباسِ دوستی سازند کار دشمنی
ہم ذیاب فی ثیات وورا ثیاب فی ذیاب

ساتواں قول: قرآن حکیم مشکل کتاب ہے، اسی طرح حدیث بھی مشکل ہے۔قرآن وحدیث کے درسوں میں شرکت سے فائدہ نہیں ہوتا، فائدہ تبلیغی نصاب میں ہے۔

تبصرہ: رائے ونڈ والے کہتے ہیں قرآن حکیم مشکل کتاب ہے اور حدیث اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝ (اور ہم نے آسان کردیا ہے قرآن سمجھنے کو کیا کوئی سوچنے والا ہے۔) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خیرکم من تعلم القرآن وعلمه (تم میں اچھا وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے جو لوگ قرآن مجید پڑھنے پڑھانے سے روکتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو سنیں۔ وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰى إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝

(اور جو کوئی آنکھیں چرائے رحمان کی یاد سے ہم اس پر ایک شیطان معین کرتے ہیں اور وہ اس کا ساتھ رہتا ہے اور وہ ان کو روکتے ہیں راہ سے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں، یہاں تک کہ جب آوے ہمارے پاس کہے کس طرح مجھ میں اور تجھ میں دوری ہو مشرق اور مغرب جیسا کہ برا ساتھی ہے وہ۔

یہ بہکانے والا ساتھی کبھی جنی ہوتا ہے اور کبھی انسی ہوتا ہے۔ سورۂ

والناس میں اس کو خناس سے ذکر کیا ہے۔ اللہ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

تبصرہ: یہ گمراہ کن غلط قول ملعون خناس نے گھڑا ہے۔ بخاری اور مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن اچانک ایک شخص جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا اور اس کے بال کالے تھے اور اس پر سفر کرنے کا کوئی اثر نہیں تھا اور ہم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اپنے گھٹنے رسول اللہ ﷺ کے گھٹنوں سے لگا کر بیٹھا اور اپنی دونوں ہتھیلیاں آنحضرت ﷺ کے رانوں پر رکھیں اور کہا اے محمد ﷺ مجھ کو اسلام کی خبر دو۔ آپ نے فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور تم نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر استطاعت ہو۔ اس شخص نے کہا، آپ نے سچ کہا۔ یہ سن کر ہم کو تعجب ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھتا ہے اور پھر تصدیق کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا، مجھ کو ایمان کی خبر دو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور تقدیر کی بھلائی برائی پر۔ یہ سن کر اس نے کہا آپ نے سچ کہا، اور پھر کہا۔ آپ مجھ کو احسان کے متعلق بتائیں۔ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے والا یہ جانے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو یہ سمجھ کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے (مفہوماً) یہ مبارک حدیث نہایت صحیح اور بہت بابرکت ہے۔ ایک روایت میں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ پوچھنے والا کون تھا۔ حضرت عمر نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل تھے تم کو اسلام، ایمان اور احسان کے مسائل بتانے آئے تھے۔

ان مسائل میں کہیں بھی سر پر بستر اٹھا کر در بہ در پھرنے کا ذکر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّ آخِراً وَّالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

پنجشنبہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ ۷ نومبر ۱۹۹۱ء

بشکریہ: ماہنامہ صدائے اسلام، پشاور

نوٹ: صلائے عام ہے، یاران نکتہ داں کے لئے۔ اس سلسلہ میں مخالفت اور موافقت میں جو بھی تحریر موصول ہوگی طلسماتی دنیا اسے چھاپ کر قارئین تک پہنچائے گا۔

تبلیغ دین کے بارے میں چند سوالات

کیا تبلیغ فرض ہے؟

تبلیغ دین ہر زمانہ میں فرض رہی ہے اور اس زمانہ میں بھی فرض ہے۔لیکن فرض کفایہ ہے۔فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ جہاں جتنی ضرورت ہو وہاں تبلیغ کی اتنی ہی اہمیت ہوگی اور جس میں جتنی اہلیت ہو اس کو اتنی ہی ذمہ داری سونپی جائے گی۔اور تبلیغ کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو امر بالمعروف کی تلقین کی جائے اور نہی عن المنکر کو بھی ملحوظ رکھا جائے، کیونکہ برائیوں اور گناہوں کو مٹانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا اچھی باتوں کو پھیلانا۔قرآن حکیم میں اس بات کی صراحت ہے کہ امر بالمعروف عین ایمان اور نہی عن المنکر کفر۔

مومن اس بات کا مکلف ہے کہ اپنی حیثیت اور بساط کے مطابق خدائے پاک کے نازل فرمائے ہوئے دین کو حضرت رسول مقبول ﷺ کی ہدایت کے موافق پہنچاتا رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ)

فتاویٰ حقانیہ میں مذکور ہے۔

تبلیغ دین فرض کفایہ ہے۔خلق خدا کو اوامر کی دعوت دینا اور نواہی سے منع کرنا شرعاً فرض کفایہ ہے۔جو کہ بعض کے انجام دینے سے کل کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔جو لوگ تبلیغ دین کو فرض عین سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔تاہم خود کو رذائل سے محفوظ رکھنا فرض عین ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

کفایت المفتی میں مذکورہ ہے۔

تبلیغ فرض کفایہ ہے فرضِ عین نہیں۔لیکن فرض کفایہ میں کوئی شک نہیں۔(کفایت المفتی)

ان تمام عبارتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبلیغ دین فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ کا حکم یہ ہے کہ اگر بعض لوگ کرلیں تو سب کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔جس طرح ماہِ مبارک میں مسجد میں اعتکاف کرنا فرض کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو پورے محلے کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور اگر ایک فردِ واحد بھی اعتکاف میں نہ بیٹھے تو پھر پورا محلہ گناہ گار ہوگا۔

جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ تو خوش نصیب ہیں ان کی وجہ سے یہ فرض دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ دین کے دوسرے شعبوں سے منسلک ہو کر دین کی دوسری ذمہ داریاں ادا کررہے ہیں وہ بھی عظیم الشان ذمہ داریوں میں مصروف ہیں ان کو کم تر سمجھنا غلط ہے۔اگر فارغ اوقات میں وہ حضرات بھی اس کام میں لگ جائیں تو سونے پر سہاگہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی توفیق سبھی کو عطا فرمائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم)

بعض لوگوں کی طرف سے یہ بات پھیلائی گئی ہے کہ مولوی سعد کے خلاف دارالعلوم دیوبند سے جو فتویٰ آیا وہ پیسے لیکر دیا گیا ہے۔کہاں یہ صحیح ہے۔

نہیں یہ سراسر الزام ہے۔الحمدللہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین کا دامن پیسے لے کر فتویٰ دینے سے محفوظ ہے۔دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کو دنیاوی عدالتوں کی طرح سمجھنا اور میڈیا کی باتوں میں آجانا جو حقائق کے خلاف خبریں پھیلاتا ہے غلط ہے یہ بات یاد رکھئے کہ چاند پر تھوکا اپنے منہ پر آتا ہے۔اپنا منہ داغدار ہو جاتا ہے چاند کا کچھ نہیں بگڑتا

(دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ کیا مفتی سعید احمد پالن پوری تبلیغ کے خلاف ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہاں پر سب ان کی رائے یعنی فتویٰ آیا ہے کہ تبلیغی جماعت ایک فرقہ کا روپ لے رہی ہے۔اگر ایسا ہے تو کیا میں جماعت تبلیغ کے کام میں لگنا یا جماعت میں جانا چھوڑ دوں؟ میں ایک ماہ سے فکر مند ہوں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط میری تو راتوں کی نیند اڑ گئی ہے اپنا مقصد سمجھ میں نہیں آتا۔آپ ہی بتائیں مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔

جواب: مفتی سعید پالن پوری صاحب یا دار العلوم کا کوئی ذمہ دار تبلیغ کا مخالف نہیں ہے ہاں کچھ تبلیغ والے اعتدال سے ہٹ کر جو غلو کی باتیں کرتے ہیں، اور بہت سی الٹی سیدھی پھیلاتے ہیں۔ مثلاً

(۱) خالص جہاد سے متعلق آیات قرآنی کو تبلیغ پر فٹ کرتے ہیں، اور یہ قرآن میں ایک طرح کی تحریف ہے۔

(۲) علماء نے اب تک کیا کیا انھوں نے کچھ نہیں کیا، جو کچھ بھی دین پھیلا ہے وہ علما نے نہیں پھیلایا، بلکہ تبلیغی جماعت نے پھیلایا ہے۔ دینی کام کام سوفی صد جماعت والوں نے کیا ہے اور جو کچھ علماء نے کہا ہے وہ بھی اللہ کے واسطے نہیں کیا بلکہ تنخواہ لیکر کیا ہے۔

(۳) جو ائمہ مساجد اس کام سے نہیں جڑتے ان کو امامت سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور ان کی سرزنش کی جاتی ہے۔

(۴) اگر مسجد میں کوئی عالم دین قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرتا ہے تو اس کو روک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مسجد میں صرف فضائل اعمال پڑھی جائے گی۔ اور کتاب نہیں پڑھی جائے گی۔

(۵) تقویٰ اور تزکیہ نفس کی کوئی ضرورت نہیں جماعت میں نکلنے سے سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔

(۶) امام مسجد سال میں ایک چلہ نہ لگائے اسے امامت سے ہٹا دیتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ جس نے اپنی زندگی میں ایک چلہ نہ لگایا ہو اس کو اپنی لڑکی نہیں دیتے؟

(۷) علماء دین کو حقیر سمجھتے ہیں ان سے آئے دن بحث کرتے ہیں۔

(۸) جو شخص چلہ نہ لگائے اس کو دین دار تو کیا اس کو مسلمان بھی نہیں سمجھتے۔ (۹) جو شخص مرجہ نظام الدین والی تبلیغ میں نہ لگے خواہ وہ کتنا بھی دین دار ہو خواہ دین اسلام کی کتنی بھی ذمہ داریاں نبھا رہا ہو اس کو قطعاً کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

ان باتوں سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت آہستہ آہستہ ایک فرقہ بنتی جارہی ہے یہ جماعت قرآن وحدیث کی تعلیمات کو چھوڑ کر جس تشدد اور جس افراط وتفریط کا شکار ہوگئی ہے اس سے علماء دار العلوم دیوبند کو تشویش ہے۔ اپنی غلطیوں کی معافی نہ مانگنا اپنی غلطیوں کی اصلاح کی فکر نہ کرنا اور علماء پر الزام تراشیاں کرنا محض ایک جہالت ہے اور گمراہی ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

(دار الافتاء، دار العلوم دیوبند)

علماء دین اور حفاظت

یہ حقیقت ہے کہ گزشتہ ڈیڑھ صدی سے امت مسلمہ کی رہنمائی اور رہبری کرنے والوں کو راہِ اعتدال کا راستہ دکھانے کا کام علماء دیوبند نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دین اسلام کی حفاظت کے لئے علماء دیوبند کو آہنی دیوار بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ اور دین کے نام پر جہاں جہاں غلط اجتہادات اور بے بنیاد باتوں کی نشان دہی کر کے وقت کے سامنے خالص حق کو واضح کرنے کا ذریعہ بنایا۔

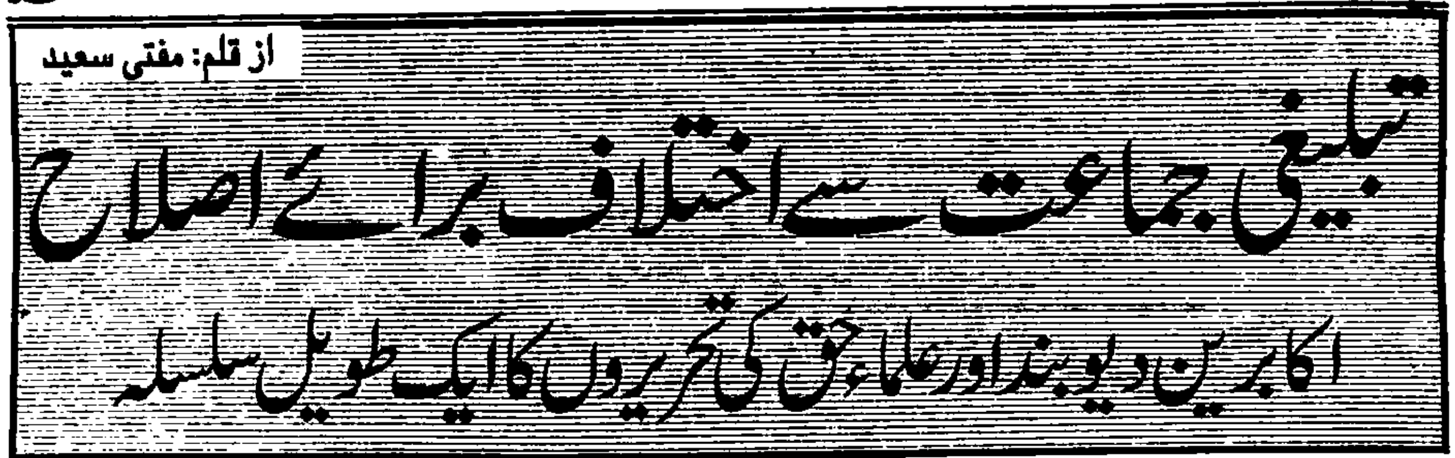
جماعت کے سلسلہ میں بھی اکابرین دیوبند نے جو فیصلہ لیا وہ حق بجانب ہے اور اس میں افراط وتفریط کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اس موقف سے مادر علمی حلقوں میں اس کا وقار بڑھا اور جو فضلائے دار العلوم کسی خوش فہمی اور غلط فہمی کا شکار تھے وہ بھی دار العلوم دیوبند کی مومنانہ فراست کے قائل ہوگئے ہیں اور ان کے اعتبار اور اعتماد میں زبردست اضافہ ہوا۔

اللھم ارن الحق حق وار زقنا اتباعہ، وارنا الباطل باطلا وازقنا اجتنابہ.

کشتی نوح کی حقیقت

تبلیغی جماعت کے لوگ اس خوش فہمی میں مبتلاء ہیں کہ جماعت کشتی نوح کی مانند ہے اور نجات کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو اس کشتی میں سوار ہو جانا چاہئے۔ جو اس کشتی میں سوار نہیں ہوا اس کی مغفرت نہیں ہوگی، کیا ایسی سوچ شرعاً جائز ہے۔

یہ جماعت اس طرح کی سوچ رکھتی ہے۔ قادیانی ہوں یا رافضی یا اہل بدعت سب ہی اس خوش فہمی میں مبتلاء ہیں کہ بس وہی حق پر ہیں باقی سب گمراہ ہیں اور مغفرت کے قابل نہیں ہیں۔ اب یہ بات تو یوم انصاف ہی پتہ چلے گی اس طرح کے دعووں میں کون حق پر تھا اور کتنے لوگ شیخ چلی کی طرح اچھل کود کر رہے ہیں۔ اگر اس دعوے کو سچ سمجھ لیا جائے تو پھر مولانا حسین احمد مدنی، اور مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے اکابرین جو کشتی نوح میں یقیناً سوار نہیں ہوئے تھے ان کیا بنے گا۔ کیا ان کی مغفرت نہیں ہوگی۔؟



اکثر علماء حق نے اور اکابرین دیوبند نے اور ان حضرات نے جو تبلیغی جماعت میں شامل تھے، ان لوگوں کی بے شمار خطرناک قسم کی غلطیوں پر پکڑ کی۔ لیکن انھوں نے اپنی روش نہیں بدلی۔ گویا کہ مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی۔

علماء کی تحریروں کے بے شمار حوالے ہیں، ان میں تقریباً سو ۱۰۰ر حوالے یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حوالوں کے ذریعہ کتابیں اور مضامین نکال کر ان کا مطالعہ کرنا چاہئے تا کہ حق اور ناحق کی تحقیق ہو سکے۔

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام
۱	الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ	مولانا فاروق اترانوی مظاہری (نور اللہ مرقدہ)
۲	اُصول دعوت وتبلیغ	حضرت مولانا عبدالرحیم شاہ دہلوی (نور اللہ مرقدہ)
۳	تبلیغی جماعت حق سے انحراف کی راہوں پر	حضرت مولانا الطاف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم
۴	دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت	مفتی سید عبدالشکور (ترمذی) (نور اللہ مرقدہ)
۵	غلو فی الدین	مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب (درمت برکاتہم) صفحہ نمبر ۲۰،۱۹۔
۶	تحقیق فی سبیل اللہ	شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد (دامت برکاتہم) (صفحہ نمبر ۴۷)
۷	توضیحات	شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم (جلد ۷ صفحہ نمبر ۴۱)
۸	دعوت جہاد	شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم (صفحہ نمبر ۴۱)
۹	فتوحات شام	شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم (صفحہ نمبر ۲۸۵)
۱۰	فتوحات مصر	شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم (صفحہ نمبر ۲۶۰)
۱۱	محمد رسول اللہ ﷺ جنگ کے میدان میں	شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم (صفحہ نمبر ۱۵)
۱۲	مجاہد کی اذان	حضرت مولانا مسعود صاحب دامت برکاتہم (صفحہ نمبر ۹۳)
۱۳	آزادی مکمل یا ادھوری	حضرت مولانا مسعود صاحب دامت برکاتہم (صفحہ نمبر ۸۸)
۱۴	جہاد فی سبیل اللہ اور اعتراضات کا علمی جائزہ	مناظر اسلام، حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب (دامت برکاتہم)

۱۵	محاسبہ	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب (دامت برکاتہم)
۱۶	سوال رحمٰن سے۔۔۔جواب قرآن سے	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب (دامت برکاتہم)
۱۷	پیغام قرآن	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب (دامت برکاتہم)
۱۸	ہم داعی کس کے؟	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب (دامت برکاتہم)
۱۹	تبلیغی جماعت کی نشو ونما و عروج	یوگندر سکندر (ترجمہ) سعود الحسن خان روہیلہ
۲۰	اظہار حقیقت	حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم
۲۱	شاہراہ تبلیغ	حضرت مولانا قاضی عبدالسلام نور شہروی (نوراللہ مرقدہ)
۲۲	علوم وافکار	حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ (صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۲)
۲۳	مولانا سرفراز خان صفدر کا خط	طارق جمیل کے نام
۲۴	مسلح جہاد کے بغیر تبلیغ ممکن نہیں	عالم کبیر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب (نوراللہ مرقدہٗ)
۲۵	وعظ: دینی جماعتیں	عالم کبیر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ (صفحہ نمبر ۵۳)
۲۶	آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ (جلد نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۲۱)
۲۷	تبلیغی جماعت کی بعض خرافات	شیخ الحدیث حضرت مولانا امان اللہ صاحب دامت برکاتہم (جامعہ مدینہ جدید رئیونڈ لاہور)
۲۸	علماء کراچی و مفتی تقی عثمانی صاحب کا خط	اکابر جماعت تبلیغ کے نام
۲۹	کلمۃ الہادی	شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عیسیٰ دامت برکاتہم، جامعہ فتاح العلوم گوجرانوالہ
۳۰	تفسیر عثمانی	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (صفحہ نمبر ۵۲ حاشیہ نمبر ۲)
۳۱	تقریر ترمذی	شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب، جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۰۷، جلد ۲ صفحہ ۲۱۰
۳۲	قرآن اور تبلیغی جماعت	حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب دامت برکاتہم
۳۳	انچاس کروڑ کا ثواب	عالم کبیر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب (نوراللہ مرقدہ)
۳۴	دجالی فتنوں کا حل	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم
۳۵	تبلیغی جماعت اور علماء دیوبند	حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب دامت برکاتہم سرگودھا
۳۶	اسلام مغلوب اور مسلمان مظلوم کیوں؟	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم
۳۷	مدنی دعوت و تبلیغ کا نقشہ	حضرت مولانا محمد معصوم افغانی
۳۸	فی سبیل اللہ	حضرت مولانا ضیاء الحق سابق امام تبلیغی مرکز مدنی مسجد مانسہرہ
۳۹	انکشاف حقیقت	حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، فاضل دار العلوم کورنگی کراچی،
۴۰	دعوت حق	حضرت مولانا عبدالغفار غور غشی صاحب دامت برکاتہم

۴۱	کشف الغطاء	حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، فاضل دارالعلوم کورنگی کراچی
۴۲	بندگی کی صراط مستقیم	حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب اپریل ۱۹۶۶ء انڈیا
۴۳	تسلسل ایمان فروشوں کا	حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب دامت برکاتہم
۴۴	کیا تبلیغی جماعت نہج رسالت پر کام کررہی ہے؟	حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب دامت برکاتہم
۴۵	اصلاح خلق کا الٰہی نظام	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب دامت برکاتہم، احمد پور شرقیہ
۴۶	سیف المجاہدین	مولانا سیف اللہ بلوچستان مستونگ
۴۷	سانحہ رونڈ	مفتی عبدالرحمٰن جدہ سعودی عربیہ
۴۸	سنگین فتنہ	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم
۴۹	فتاویٰ عثمانیہ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب (جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۲۴۲)
۵۰	تبلیغی جماعت منافقین کا ٹولہ	حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب دامت صاحب دامت برکاتہم
۵۱	تعلیم جہاد	حضرت مولانا محمد مسعود صاحب (دامت برکاتہم) (صفحہ نمبر ۳)
۵۲	دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کی تشریح	حضرت مولانا عرفان الحق مظاہری صاحب) دامت برکاتہم
۵۳	توضیح الکلام	حضرت مولانا عرفان الحق مظاہری صاحب (دامت برکاتہم)
۵۴	الدین النصیحہ	حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب (دامت برکاتہم)
۵۵	چونسٹھ کھنبے کے الہامی نبی	حضرت مولانا مفتی عبدالمتین قدوائی صاحب (دامت برکاتہم)
۵۶	تبلیغی جماعت کا تحقیقی جائزہ	عبدالرحمٰن محمدی صاحب
۵۷	تبلیغی جماعت عقائد، افکار ونظریات کے آئینہ میں	ابوالوفاء محمد طارق خان صاحب
۵۸	تبلیغی نصاب کا جائزہ قرآن وحدیث کی نظر میں	محمد منیر صاحب
۵۹	تبلیغی جماعت علماء عرب کی نظر میں	محمد بن ناصر العرینی صاحب
۶۰	جاہل اور نابالغ مقتداء	مفتی احسن علی حیدرآبادی صاحب
۶۱	ابلیس کے قلی	مفتی احسن علی حیدرآبادی صاحب
۶۲	گمراہ کن نظریات	مفتی احسن علی حیدرآبادی صاحب
۶۳	دین کے داعی یا دین کے دشمن	مفتی احسن علی حیدرآبادی صاحب
۶۴	بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا	حضرت مولانا محمد صالح عاجز صاحب
۶۵	جدید قادیانیت	مفتی احسن علی حیدرآبادی صاحب

۶۶	تبلیغی جماعت کا تاریخی پس منظر بدعات اور کفریات کی شکل میں	حضرت مولانا عبدالمتین قدوائی
۶۷	مکتوبات بنام مولانا سعد کاندھلوی	حضرت مولانا مفتی زیدی مظاہری صاحب دامت برکاتہم۔ استاذ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۶۸	فتح الجواد	حضرت مولانا مسعود صاحب دامت برکاتہم
۶۹	دارالعلوم کا پہلا فتویٰ	دارالعلوم دیوبند کا مولانا سعد کی گمراہی پر فتویٰ
۷۰	دارالعلوم کا دوسرا فتویٰ	دارالعلوم دیوبند کا مولانا سعد کی گمراہی دوسرا پر فتویٰ
۷۱	عورتوں کی تبلیغی جماعت ناجائز	فتویٰ دارالعلوم دیوبند
۷۲	مرجہ تبلیغی کی شرعی حیثیت	حضرت مولانا فاروقی اترانوی (نوراللہ مرقدہ)
۷۳	کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ دہلوی (نوراللہ مرقدہٗ) جلد۲ صفحہ نمبر ۱۱۲
۷۴	بیان القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (نوراللہ مرقدہٗ) صفحہ نمبر ۱۲۸
۷۵	معارف القرآن	مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع (نوراللہ مرقدہٗ) جلد۴ صفحہ نمبر ۱۳۸
۷۶	تبلیغی جماعت یا دیوبند کشی؟	حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب) دامت برکاتہم)
۷۷	خطبات رشید	عالم کبیر حضرت مولانا مفتی رشید صاحب (نوراللہ مرقدہٗ)
۷۸	دعوت وتبلیغ کا مدنی نقشہ	شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم
۷۹	علماء کی بددعا جماعت	شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ (نوراللہ مرقدہٗ)
۸۰	گشتی بدعت	مفتی احسن علی حیدرآبادی
۸۱	دجالی فتنوں سے بچاؤ	مفتی احسن علی حیدرآبادی
۸۲	ابلیس بزرگوں کی شکل میں	مفتی احسن علی حیدرآبادی
۸۳	تبلیغی جماعت اپنے گھر میں	
۸۴	تحریک کے داعی اور تبلیغ کے دشمن کون؟	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم
۸۵	تبلیغی جماعت قادیانیوں کے راستہ پر	مفتی احسن علی حیدرآبادی
۸۶	گستاخ طارق جمیل	مفتی احسن علی حیدرآبادی
۸۷	گستاخ جنید جمشید فراز	مفتی احسن علی حیدرآبادی
۸۸	تبلیغی جماعت کے علماء پر مظالم	مولانا عبدالحنان صاحب ،منڈہ کچھ ہزارہ
۸۹	تبلیغ کی ابتداء اور بنیادی اصول	منشی عیسیٰ (صفحہ نمبر ۱۲،۱۳)
۹۰	مسٹر بھاول پوری کی گمراہ کن تقریر	مولانا زاہد الرشدی، روزنامہ اسلام ۱۳ نومبر ۲۰۰۷

۹۱	طارق جمیل کی بیوی پر طلاق	ماہنامہ الاحسن (گلشن اقبال) صفحہ نمبر ۴ زی الحجہ ۱۴۳۳ء
۹۲	پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی	میاں محمد شفیع (صفحہ ۳۰۰) موضوع انگریز کے خادم، مرزا الہی بخش (غدار ملت) جس کو الیاسی دینی دعوت میں بہت بڑا بزرگ بتایا گیا ہے۔
۹۳	منتشر مضامین	بریگیڈیئر طارق محمود چکوال
۹۴	نقش حیات	حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ (صفحہ نمبر ۴، ۵)
۹۵	راہ اعتدال	مولانا عبدالقیوم راج کوٹی
۹۶	تاریخ دمشق لابن عساکر	جلد ۴ اصفحہ نمبر ۹ (حضرت امام مالکؒ سنت کشتی نوح کی طرح)
۹۷	مکتوبات	صفحہ نمبر ۳۷ (مولانا الیاس: یہ طریقہ تبلیغ کشتی نوح کی طرح ہے)
۹۸	سنگین فتنہ کون؟	مفتی سعید احمد
۹۹	ماہنامہ خدام الدین	احمد علی لاہوریؒ
۱۰۰	علمائے دیوبند اور مروجہ تبلیغی جماعت	حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب (دامت برکاتہم)
۱۰۱	تبلیغی جدوجہد	ابراہیم یوسف باب تبلیغی (خادم: امدادیہ دارالتبلیغ، برطانیہ)
۱۰۲	سیف الابرار أنوف الاشرار	سید احمد علی شاہ نقشبندی (فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور)
۱۰۳	میدان رائیونڈ	عبدالمعز حقمل صاحب (دامت برکاتہم)
۱۰۴	تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی	شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب (دامت برکاتہم) جلد نمبر ۷ صفحہ ۱۰۷

یہ تمام حولہ جات ۱۰۰ سے زیائد کتابوں میں سے کچھ حوالے کتاب "سنگین فتنہ" میں موجود ہیں اور اس کے علاوہ اکابرین تبلیغ جماعت کے امیر مولانا سعد، مولانا طارق جمیل، مولانا محمد احمد بھاولپوری اور مولانا محمد عمر پان پوری کے خلاف شریعت بیانات اور علماء حق شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد صاحب، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الہدیٰ صاحب، مناظر اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب، حضرت مولانا پیرذوالفقار نقشبندی صاحب، اور حضرت مولانا انظر شاہ قاسمی صاحب کے تاریخی جوابات کی ریکارڈنگ اور ۷ مئی ۲۰۱۵ء کو تبلیغی جماعت کے خلاف پرتاب گرھ انڈیا میں جلسہ میں بے شمار علماء کرام کے بیانات کی ریکارڈنگ فیس بک آئی ڈی "سنگین فتنہ" میں ضرور سنیں۔

کتاب سنگین فتنہ اور بہت سی کتابیں اس ویب سائٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

www.facebook.comsamgeenfitnablogepwt.com

نوٹ: ان تمام کتابوں کے نام اور ان کے اندر جو تفصیلات درج ہیں ان سب سے ادارہ طلسماتی دنیا کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن ہمارے قارئین سے یہی گزارش ہے کہ وہ جماعتی اور مسلکی عصبیتوں سے بلند ہو کر تمام تحریروں کو ایمانداری سے پڑھیں۔ اور اگر کسی بھی بات کو اسلام اور قرآن کے خلاف سمجھیں تو دل سے اس کا رد کریں۔ اسی میں آپ کی بھلائی ہے۔

اپنے شہر میں ان پتوں سے ماہنامہ طلسماتی دنیا حاصل کریں

ROSHAN DARSI KUTUBKHANA
Saleem Raza Book Seller
New House No 983, Old 551
Hajjan Rabia Manzil, Motinala
Jabalpur, 482002 M.P

MUSKEEN BOOK DEPOT
1526, Ghosiya Ka Rasta
Ramganj Bazar, Jaipur, 302003 Raj.

S.K. AHMAD
New Madina Urdu Book Seller
Near Jama Masjid, Station Road
Mancherial, 504208 Distt. Adilabad A.P.

NASEEM BOOK DEPOT
59/229, Dal Mandi
Varanasi 221001 U.P

NATIONAL BOOK DEPOT
56, Top Khana Road, Ujjain M.P.

WAQAR BOOK CENTRE
Chowk Bazar, Nanded, 431604 M.S.

KHALEEL BOOK DEPOT
Ismailpura, Telipura Chowk
Akola 444001 M.S.

VAKEEL BOOK DEPOT
Mohd. Ali Road, Ahmedabad Guj.

QARI WAHIDULLAH
SHAMA BOOK DEPOT
Panch Batti, Tonk, Raj. 304001

ROYAL NEWS AGENCY
Makbara Bazar, Kota, Raj.

MINAR BOOK DEPOT
Madina Masjid,
Adilabad 504001 A.P.

SAWERA BOOK DEPOT
Abdul Azeez, Kalu Tower, Nayapura
M Ali Road, Malegaon, 423203

HAFEEZ BOOK CENTRE
Behind Plice Control Room
Kurnool 518001

NASEEM BOOK DEPOT
77, Colootola Street, Kolkata 700073

POOJA PUSTAK STORE
Sabzi Mandi, Saraimeer, Azamgarh U.P.

NATIONAL BOOK HOUSE
Jamal Colony, Walgaon Road,
Amravati M.S.

NOOR NABI BOOK SELLER
News Paper Agent
Dal Mandi, Varanasi, U.P.

MEHBOOB BOOK DEPOT
Opp. Russel Market
Shivaji Nagar Bangalore, 560051

ABDUL SATTAR BOOK SELLER
Company Bagh, Muzaffarpur, Bihar

M.H MULLAL
News Paper Agent C/o Moti Medical
Indi Road, Bijapur, 586101

MADINA BOOK DEPOT
Netaji Road, Raichur K.S

HABIBI KITAB GHAR
Madani Masjid
Tikore Road, Dharwar 580001 K.S.

KALEEM BOOK DEPOT
Khas Bazar, Ahmedabad, Guj.

GULISTAN BOOK AGENCY
Urdu Bazar, 2832, Sawday Road
Mysore 570021 K S

QARI KITAB GHAR
Royal Nawab Complex
Shah-e-Alam Road, Ahmedabad Guj.

KITAB CENTRE
Shamshad Market, A.M.U.
Aligarh, 202002 U.P.

ASGHAR MAGAZINE CORNER
Jama Masjid, Mominpura
Nagpur 440018 M.S.

SHOQEEN BOOK DEPOT
Bahadurganj,
Shahjahanpur U.P.

MOMIN BOOK CENTRE
Bhindi Bazar,
Belgaum 590002

MOIZ BOOK STALL
Bus Stand Road,
Karimnagar 505002

JAVED AZIZI
News Paper Agent
Mohd. Ali Road,
Akola 444001 M.S.

AZEEM NEWS AGENCY
267, Near Bangali Colony
Singar Talai
Khandwa 450001 M.P.

FAIZI KITAB GHAR
Mehsol Chowk, Umar Road,
Sitamarhi, 843302 Bihar

CITY BOOK DEPOT
Qasab Pada Masjid
M. Ali Road, Malegaon, M.S.

GOHAR PRESS & BOOK DEPOT
323, Triplican, High Road
Chennai, T.N.

NAZEER BOOK DEPOT
323, Triplican, High Road
Chennai T.N.

MOHD. JAWED NAYYAR
BOOK SELLER
56, Nakhas Khana,
Allahabad U.P

AFTAB BOOK DEPOT
Subzi Bagh, Patna 800004

MOON TRADERS BOOK SELLER
Delhi Gate Road,
Nagaur Raj. 341001

HAJI ABUL QAYYUM
NEW HAJI BOOK DEPOT
Basheer Ganj, Bhaji Mandi Road,
Beed, 431122 M.S.

KAMALIA BOOK DEPOT
Tatarpur, Bhagalpur 812002 Bihar

MINARA DEENI BOOK DEPOT
Masjid Road, Patel Chember
Latur 413512 M.S.

SHABNAM BOOK STALL
Machi Bazar Masjid,
Shopping Centre, Room No.2
Gali No 7, Kasab Bada,
Dhule 424001 M.S.

SALEEM BOOK CENTRE
97/1, High Road,
Pernambut 635810 T.N.

SHAIKH MEHBOOB
Agent News Paper
Baselkhi Road, Near Madina Masjid
P.o. Udgir 413517, Distt. Latur, M.S.

ABDUL WAHID & SONS
Main Road, Ranchi, Bihar 834001

SULTAN HYDER KHAN
Indori, Qannauj Sugandh Bhandar
Bus Stand, Manawar
Distt. Dhar. 454446 M.P.

M.M. KATCHI BOOK STALL
Bhandiwad Base
Hubli, 580020 K.S.

AKHLAQ AHMAD
URF CHHOTE
Moh. Qazipura,
Nea Masjid Alam Shaheed Markaz Wali,
Bahraich, 271801 U.P.

NEW KITAB MANZIL
Tatarpur,
Bhagalpur 412002, Bihar

AZKIYA BOOK SHOP
& GENERAL STORE
51, Nayapura, Indore, 452003

MOLVI MOHD. AZHAR
Husaini Kitab Ghar, P.o. Mantha
Distt. Jalna, 431504, M.S.

HABEEBUR RAHMAN FAROOQI
122, Barhamnipura
Bahraich, 271801 U.P.

AZAD KITAB GHAR
Sakchi Bazar
Jamshedpur 831001

KHAN BOOK STALL
Nizamuddin Chowk, Shah Ganj
Aurangabad, 431001 M.S.

AL FURQAN BOOK DEPOT
Darul Uloom, P.o. Porkran
Distt. Jesalmer, 345021 Raj.

MUNSHI BOOK DEPOT
Sanjay Nagar, P.o. Kopar Gaon
Distt. Ahmead Nagar, 423601 M.S.

FIRDOS KITAB GHAR
No. 3, Dari Complex
Rasoolpur, Bank Road
Dharwad, 580001 K.S.

RASHEED BOOK DEPOT
Mandi Bazar
Burhanpur, 450331 M.P

M. A. QADEER
News Agent
P.o. Bodhan, 503185
Distt. Nizamabad, A.P.

JAVED BOOK HOUSE
M.G. Chowk
Kolar 563101 K.S.

H. H. HABEEBUR RAHMAN
BOOK SELLER
P.o. Chhabra, Gugor
Distt. Baran, Raj. 325220

SHARMA BOOK STALL
Sadar Bazar, Nehtaur,
Bijnor U.P

ANWAR BOOK DEPOT
Chowk Bazar, Howra Post Office
Baghban Gali, Nanded 431604 M.S.

UNIQUE STATIONARY
& BOOK SELLER
Old Bus Stand, P.o. Nirmal
Distt. Adilabad, A.P. 504106

RASHEED AHMAD
Akhbar Wale
Near Shaheen Hotel,
Khomdiyon Ka Mohalla,
Jodhpur 342001 Raj.

SIDDIQ BOOK DEPOT
37, Aminabad Park,
Lucknow U.P.

M. MANZAR ALAM
TAYYAB ATTAR HOUSE
Jama Masjid, Main Road,
P.o Motihari,
Distt East Chaparan, Bihar

ABDUS SATTAR
Panahkola, P.o Madhupur
Distt. Deoghar 415353

MOHD. KHURSHEED QASMI
Maktaba Qasmia, Millat Nagar,
Bhusawal 425201 M.S

SAYED ABID PASHA
684/16th Gate, Sayed Alam Mohalla
P.o. Channapatna 571501
Distt. Bangalore K.S.

J. MOHD. YOUSUF
National Book House,
49, Chunnam Bukar Street,
P.o Ambur 635802
Distt. Vellore T.N.

MOHD. ARIF DANISH RAZVI
Near Dr. Parvez Ansari,
Baeside Allah Wali Masjid,
Zetunpura, Bhiwandi, Thane 480302

MOLANA MOHD. RIYAZUDDIN
Vill. Sahadullahpur
Distt. Gopalganj 841428 Bihar

SAMEER BOOK DEPOT
Near R.K. Model School
Shahid Sarai, Siwan 841226 Bihar

AB. JUNAID AHMAD
Johar News Paper Agency
M.M. Johar Ali Road
Kalamb Chowk, Yavatmal 545001

MAQBOOL NOVEL GHAR
City Chowk, Aurangabad,
431001 M.S

NAEEM BOOK DEPOT
Sadar Bazar,
Maunath Bhanjan U.P.

VISHAL NEWS PAPER AGENT
Railway Book Stall
Nizamabad, 503001 A.P.

ABDUL MAJEED SHEKH
Ahmed Book Seller, Moh. Peth,
Near Javed Kirana, Parbhani 431401

S.I. SHAIKH
H. No. Z-3-Ac 100 1362 Nala Road
Ambedkar Nagar, P.o. Shirdi
Ta. Rahta, Distt. Ahmed Nagar M.S
423109

SHAMS NEWS AGENCY
Beside Agra Sweet, Farmanwadi
Hyderabad 500001 A.P.

MAGAZINE CENTRE
146, D.N. Road,
Mahendra Chambers
Ground Floor, Shop No. 2
Mumbai 400001

ABDULLAH NEWS AGENCY
Lal Chowk, Ist Bridge,
Srinagar J & K 190001

MANZOORUL HASAN
Shop No 6, Paper Mrket
Rail Bazar, Kanpur Cant
208001

SHAIKH AKRAM MANSOORI
20-4-226/8, Mahboob Chwok,
Charminar, Hyderabad 500002 T.S.

MIRZA BOOK DEPOT
Kohna Mughal Pura, Nai Sarak
Muradabad U.P. 244001

INDIA BOOK STALL
Laxmi Takis Road,
Near Sarai Jumerati,
Bhopal, 462001 M.P.

حضرت مولانا سعد صاحب کا ایک اور رجوع
رجوع کے بعد کئے گئے بعض بیانات کا علمی جائزہ

مفتی خضر محمود قاسمی، موبائل نمبر: 9538740400

رجوع کے بعد چند بیانات ایک نظر میں

☆خروج اللہ کا ایسا امر ہے، جس کا کوئی متبادل نہیں ہے، اصل میں خروج ہی دعوت ہے، جس نے خروج کو نہیں سمجھا، اس نے دعوت کا صاف انکار کردیا۔ کسی ذریعہ سے پیغام پہنچانا دعوت نہیں ہے، دعوت صرف چل کر دین کی بات پہنچانے کا نام ہے۔

☆جو نفر میں مامور ہیں، وہ امت میں وہ حضرات ہیں، جن پر کوئی امت کی دینی ذمہ داری ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کا ایک سال کا خروج چھوٹا، تو وہ زندگی بھر پشیمان رہے۔

☆صالحین صوفی تھے، دین کے مددگار نہیں تھے، صوفی صرف دین پر چلنے والا دیندار ہے، لیکن نصرت کرنے والا نہیں ہے، ان کی محنت پر کرامت ظاہر ہوسکتی ہے، نصرت ظاہر نہیں ہوسکتی۔ صالحین کرامت والے ہیں، محنت والے نہیں ہے۔

☆دعوت ہی صرف دین کی نصرت ہے، مالی امداد اسلام کی نصرت نہیں ہے۔

☆صحابہ مدینہ منورہ سے اپنے علاقے میں واپس جانے کو بھی ارتداد سمجھتے تھے، تم اصل میں پڑھتے نہیں ہو، نظام الدین آنے سے انکار کرنا معمولی بات نہیں ہے۔

☆میرے نزدیک مشورہ چھوڑ کر چلے جانا تو لی یوم الزحف (میدان چھوڑ کر بھاگنے) سے زیادہ سخت ہے۔

☆دعوت کو سیرت صحابہ سے براہ راست سمجھنا چاہئے، ماضی یا حال کی شخصیات سے استفادہ اور ان کا تذکرہ بلند سطح سے نیچے اترنا ہے۔

☆مشورہ نماز کی طرح ضروری ہے، بلکہ مشورہ نماز سے اہم ہے۔ جیسے نماز کے لئے مسجد آنا ضروری ہے، اسی طرح مشورہ کے لئے مسجد آنا ضروری ہے۔

☆حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی مرکزیت ختم کی، یہی وجہ تھی مدینہ سے خلافت ختم ہونے کی۔

☆اس طرح کی بہت سی باتیں ہیں جو دارالعلوم دیوبند جوابات بھیجنے کے بعد اس مجمع کے سامنے بیان کی گئی ہیں، جو اپنے اپنے صوبوں کے ترجمان کی حیثیت سے نظام الدین ہر تین ماہ میں آتے ہیں، ان بیانات کی تاریخ اور ضروری سیاق وسباق اور ان کا علمی جائزہ، نیز عوام میں ان بیانات کو سن کر پیدا ہونے تاثرات ملاحظہ کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين، وعلىٰ آله وصحبه اجمعين، اما بعد:

سوشل میڈیا پر ایک کلپ چلائی جارہی ہے، جس میں حضرت مولانا محمد سعد صاحب حضر موسیٰ علی السلام کے واقعہ سے رجوع کررہے ہیں۔

یہاں چند باتیں قابل غور ہیں:

دارالعلوم دیوبند نے ایک سال پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے علی الاعلان رجوع کا مطالبہ کیا تھا، لیکن بجائے رجوع کے مولانا کی طرف سے بیانات میں اشارۃً اور کنایۃً اوران کے ہمنوا اور

معتقدین کی طرف سے صراحتاً تردید اور جوابی تحریریں شائع ہوتی رہیں ہیں اور دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران اور مفتیان کرام پر غیر اخلاقی اور رکیک الزامات بھی سوشل میڈیا پر نشر ہوتے رہے، مولانا محمد سعد صاحب اوران کے کسی بھی معتقد کی طرف سے اس کی تردید نہیں کی گئی، بلکہ نہایت غیر مناسب رویہ سامنے آتا رہا، واقعات کی تفصیل پیش کرنا مناسب نہیں، بس اتنا عرض ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے خلاف بے اعتمادی کی گویا ایک مہم چلائی گئی، ماضی کے اختلافات کو اچھال کرم وجودہ اکابر پر طنز وتشنیع بھی کی جاتی رہی، دارالعلوم دیوبند سے صادر ہونے والے تازہ فتاویٰ پر بے بنیاد تبصروں کا سلسلہ شروع کر کے عوام میں بے اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش ہوتی رہی اور اب بھی ہورہی ہے، ایک فاضل دارالعلوم جو اکثر نظام الدین میں مقیم رہتے ہیں (ابوعبداللہ نور) کے فرضی نام سے دارالعلوم دیوبند کے تازہ اور پرانے فتوؤں پر بے بنیاد تبصرہ کر کے سوشل میڈیا پر چلا رہے ہیں۔ بہر حال! اب جبکہ بنگلہ دیش کی شرط سامنے آئی، تو بعض فضلاء نے حسب سابق دوسرا رخ اختیار کرتے ہوئے مولانا کو رجوع کے لئے تیار کرلیا۔

رجوع ایک ایسی چیز ہے، جس کے بارے میں ہم کو حسن ظن ہی کے پہلو کو ترجیح دینی چاہئے، رجوع کو کسی خاص مفاد سے جوڑنے کی حتی الامکان تردید کرنی چاہئے، اس لئے کہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ حضرت مولانا اس رجوع پر قائم ودائم رہیں اور رجوع کے بعد ماضی کی طرح مزید بے اعتمادی پیدا ہونے کی نوبت نہ آنے دیں۔

لیکن یہ بات اپنی جگہ قابل غور ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا اصل اختلاف اصولی ہے، جیسا کہ اس کے فتویٰ سے ظاہر ہے، صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے رجوع کر لینا ہر گز علمائے حق کے اعتماد کے لئے کافی نہیں ہوسکتا، چوتھا رجوع نامہ بھیجنے کے بعد پچھلے ایک سال سے مولانا کے جو بیانات سامنے آئے، ان سے علمائے حق کی تشویش مسلسل بڑھتی جارہی ہے، وہی آزادانہ اجتہاد، مرجوع اقوال، تفسیر بالرائے، دعویٰ ودلیل کا انداز، صحابہ کے واقعات سے غلط نتائج اخذ کرنا، جماعت کے کام کی اہمیت بیان کرنے میں حد سے تجاوز کرنا، اپنی رائے کے مخالفین پر رد وانکار اور اس قسم کے باتیں وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہیں اور اب بھی آرہی ہیں، ۲۶ دسمبر ۲۰۱۷ء کے رجوع کے دو تین دن بعد ہی قطر میں مولانا نے جو بیان کیا ہے، اس کو سن کران کی فکر کو سمجھا جا سکتا ہے۔

اگر مولانا کے ہر بیان کو سن کر علمی جائزہ لیا جائے، تو مرجوح اور غلط باتیں سیکڑوں سے متجاوز ہو سکتی ہیں۔ بندے نے صرف چند بیانات سنے، جن میں سے اکثر دسمبر ۲۰۱۷ء کے سہ ماہی ملکی مشورے میں کئے گئے ہیں، ان کے اقتباسات سے اہل علم حقیقت حال کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اصل مسئلہ اس فکر کی اصلاح کا ہے، جس کے نتیجے میں یہ باتیں پیش آرہی ہیں، اس طرح کے فکری انحرافات کی اصلاح اسی وقت ممکن ہے جبکہ ایک زمانے تک اہل حق علماء کا مقلد بن کر چلا جائے، بیانات میں تبلیغ کے اکابر ثلاثہ کے نہج کے مطابق چھ صفات کے دائرے کا پابند بنا جائے، نئی نئی باتیں، نئے نکتے، اور دعویٰ ودلیل سے احتراز کیا جائے، آزادانہ استدلالات بند کئے جائیں، علمی نکتے، استدلال، استنباط اور جماعت کے خاص طریقہ کار کو مقصود لعینہ سمجھ کر قرآن وحدیث اور سیرت صحابہ میں غور کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ تبلیغی جماعت کا جو دائرہ کار برسوں سے چلا آرہا ہے، اسی میں منحصر رہا جائے۔

جماعت کے کام کی ترویج واشاعت اور امت کو دعوت پر مجتمع کرنے اور کام کو سیرت صحابہ پر لانے کے عنوان سے مولانا کے بیانات میں موجودہ رخ سخت نقصان دہ ہے۔ اس سے امت میں سوائے خلفشار اور انتشار کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، علمائے حق کے درمیان مولانا محمد سعد صاحب اوران کے متبعین کا جو کچھ اعتماد باقی ہے، وہ بھی ختم ہوجائیگا۔

نوٹ: اس مضمون کا بقیہ انشاء اللہ آپ اگلے شمارہ میں پڑھیں گے۔

انتباہ

کچھ لوگ جو ضدی اور ہٹ دھرم ہیں۔ وہ یہ سب کچھ پڑھ کر بھی ٹس سے مس ہونے کے لئے تیار نہیں۔ کاش وہ اسلام سے محبت کرتے کچھ ناعاقبت اندیش مالداروں نے مدارس کو چندہ دینا بھی بند کردیا ہے۔ انہیں اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہئے اگر وہ اپنا ہاتھ روک لے گا تو کسی امیر کو فقیر بننے میں دیر نہیں لگے گی۔

جنگ آزادی میں مسلم خواتین کا کردار

برصغیر ہندوپاکستان کی تقسیم پر آج تک جتنا کچھ لکھا گیا وہ اکثر مردوں کے ہاتھوں سے لکھا گیا، شاید اسی وجہ سے جنگ آزادی میں خواتین کا کردار پس پردہ ہی رہا، ویسے اس کی دیگر چند وجوہات بھی ہیں جبکہ کانگریس ہو یا مسلم لیگ ہر جگہ عورتوں نے مختلف خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے پرچم بنائے لیڈروں کی خاطر داری کی۔ جہاد آزادی میں شریک اپنے باپ بھائی بیٹے اور شوہر کی راحت رسانی کا کام کیا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے عملی جدوجہد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور عوتیں بطور رضا کار مہم میں شامل ہوئیں اسی لئے اس مضمون میں ہم چند ایسی مسلم خواتین کا ذکر کریں گے جنھوں نے اپنے رشتہ داروں کو جنگ آزادی میں حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ بخود بھی اس میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے یہ بھی واضح کر دیں کے مضمون کی طوالت کے مدنظر ہم نے چند کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

بیگم حضرت محل زوجہ واجد علی: بیگم حضرت محل کا نام زبان پر آتے ہی جنگ آزادی کا تصور ذہن میں ابھر آتا ہے، وہ جنگ آزادی کی اولین سرگرم عمل خاتون رہنما تھیں۔ ۱۸۷۵ء۔ کی جنگ آزادی میں صوبہ اودھ سے حضرت محل کی ناقابل فراموش جدوجہد تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ سنہرے الفاظ میں درج رہے گی کہ کس طرح ایک عورت ہوتے ہوئے انہوں نے برطانوی سامراج ویسٹ انڈیا کمپنی سے لوہا لیا اور آخر وقت یعنی اپنی موت (۱۸۷۹ء) تک تقریباً بیس سالہ زندگی انگریز حکومت کی مخالفت میں بسر کی۔ جب ۱۸۵۶ء میں برطانوی حکومت نے نواب واجد علی شاہ کو جلاوطن کر کے کلکتہ بھیج دیا، اس وقت حضرت محل نے زمام حکومت سنبھالی اور وہ ایک نئے اوتار میں سامنے آئیں۔ انہوں نے محل میں بیٹھ کر صرف پالیسیاں نہیں بنائیں بلکہ جنگ کے میدان میں اتر کر اپنے جوہر بھی دکھائے اور وہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے سبب جنگ آزادی میں ایک عظیم قائد بن کر ابھریں بیگم حضرت محل نے لکھنؤ میں چھوڑنے کے بعد نیپال میں پناہ لی اور وہیں ۱۸۸۹ء میں ان کی وفات ہوئی۔ اور کاٹھمنڈو کی جامع مسجد کے قبرستان میں گمنام طور پر دفن کر دیا گیا ہے۔

بی اماں والدہ علی برادران: بی اماں یعنی عابدی بیگم زوجہ عبدالعلی خان ہندستان کی تحریک آزادی میں شریک رہیں اور کارہائے نمایاں انجام دئے۔ ان کی ایک بیٹی اور پانچ بیٹے تھے جن میں سے دو محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی تحریک آزادی کے علمبردار ہوئے ۱۹۱۷ء میں کے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں بی اماں کی تقریر نے سامعین کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا جس وقت ان کے دونوں بیٹے محمد علی اور شوکت علی جیل میں تھے اس دوران بھی اماں نے تحریک خلافت کے لئے پوری ملک کا دورہ کیا اور اس تحریک کو جلا بخشی ان کا نعرہ تھا۔ بولی محمد علی اماں بیٹا خلافت کے لئے جان دے دو: دسمبر ۱۹۲۱ء کو انگریز سپاہیوں کے ذریعہ گرفتار کئے جانے کی خبر ان کی والدہ کو ملی تو قطعاً پریشان نہیں ہوئیں بلکہ صبر و استقامت پر برقرار رکھا۔ اسی لئے گاندھی جی نے کہا تھا کہ گرچہ وہ ایک بزرگ خاتون تھیں لیکن ان کا حوصلہ جوان تھا۔ جب خلافت تحریک ختم ہوگئی اس کے بعد مختصر علالت کے چلتے ۱۳ ر نومبر ۱۹۲۴ء کو ان کا انتقال ہوا۔ مولانا محمد علی جوہر کی بیگم جن کا اصل نام امجدی بانو تھا ۵ فروری ۱۹۰۲ء کو ان کا نکاح مولانا محمد علی جوہر سے ہوا، ۱۹۱۹ء میں جب مولانا کو خلافت تحریک کے سلسلہ میں جیل بھیج دیا گیا، اس وقت امجدی بیگم نے عملی سیاست میں قدم رکھا اور پھر اسی برس انہیں خود بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ رہائی کے بعد وہ مزید فعال ہوگئیں اور ۱۹۳۱ء میں مولانا محمد علی جوہر کی وفات کے بعد سیاسی میدان میں ان کی نیابت کرنے لگیں۔ وہ مولانا کی فلسفیانہ اور سیاسی اصولوں کی معتقد تھیں اور ان کے تمام سفروں عوامی جلسوں اور سرگرمیوں میں شامل رہتی تھیں۔ انھوں نے ستیہ گرہ اور خلافت فنڈ کے لئے روپیہ بھی جمع کیا ان کا انتقال ۲۸ مارچ ۱۹۴۷ء میں ہوا۔

زلیخا بیگم زوجہ مولانا آزاد: زلیخا بیگم یعنی مولانا ابوالکلام آزاد کی زوجہ محترمہ بھی باحوصلہ خاتون تھیں تمام مصائب برداشت کرنے کے باوجود اپنے شوہر کا دست و بازو بنی رہیں اور انہیں خانگی مسائل سے ہمیشہ بے فکر رکھا ان حضرات کے نزدیک اپنے مشن میں تکلیفیں برداشت کرنا کتنا سہل تھا اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو ۱۹۴۲ء میں جب مولانا کو ایک سال کی سزا ہوئی تو انہوں نے مہاتما گاندھی کو لکھا تھا وہ لکھتی ہیں میرے شوہر کو محض ایک سال کی سزا ہوئی ہے جو ہماری امیدوں سے بہت کم ہے اگر ملک و قوم سے محبت کے نتیجہ میں یہ سزا ہے تو اس کو انصاف نہیں کہا جائے گا یہ ان کی اہلیت کے لئے بہت کم ہے آج سے بنگال خلافت کمیٹی کا پورا کام دیکھوں گی۔

قرآنی احکامات کے خلاف تفسیر بالرائے اور تحریف معنوی کی تبلیغ اوران کے جوابات

از قلم : مفتی محمد سعید صاحب

(**کیا فرماتے ہیں علمائے دین**) بہترین امت کا لقب ہمیں کس کام پر ملا ہے۔
نیک کام کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے پر۔ یا قرآن وحدیث کے خلاف تبلیغ کرنے پر؟
اور درج ذیل قرآنی احکامات کے خلاف پھیلائی باتیں۔ تفسیر بالرائے اور تحریف معنوی ہیں کہ نہیں؟
اگر ہیں تو شرعاً کیا حکم لگتا ہے ان کے پھیلانے والوں کے بارے میں۔

۱	قرآن کا حکم	اے نبی آپ لڑیں اللہ کے راستے میں ۔۔۔۔۔۔۔۔	(النساء ۸۴)
	تبلیغی جماعت	ہمارے نبی لڑنے بھڑنے والے نہیں تھے ۔۔۔۔۔۔۔	
۲	القرآن	بہت سے نبی لڑیں ہیں اللہ کے راستے میں ۔۔۔۔۔۔	(ال عمران ۱۴۶)
	تبلیغی جماعت	لڑنا بھڑنا نبیوں کا کام نہیں۔	
۳	قرآن کا حکم	محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھ والے سخت ہیں کافروں پر۔	(الفتح ۲۸)
	تبلیغی جماعت	ہمارے نبی کی محبت سے صحابہ کافروں کے لئے بڑی ہی نرم دل بن گئے تھے۔ کہ راتوں کو ان کے لئے ہدایت کی دعائیں مانگتے اور دن کو ان پر محبت کرتے تھے۔	
۴	القرآن	اے نبی (جہنم میں جانے والے لوگوں) کے بارے میں آپ سے کچھ باز پرس نہیں ہوگی۔	(البقرہ ۱۱۹)

	تبلیغی جماعت	ایک ایک کافر جو بھی جہنم میں جائے گا اس کے بارے میں پوری امت سے پوچھ ہوگی۔	
۵	القرآن	لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر نہ آخرت پر۔۔	(التوبہ)
	تبلیغی جماعت	ہمارے نبی نے کبھی اقدامی لڑائی نہیں لڑی۔	
۶	قرآن کا حکم	اے نبی کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو۔	(التحریم)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	ہمارے نبی نے کبھی طاقت کا استعمال نہیں کیا۔	
۷	قرآن کا حکم	بدلہ لینا تم پر فرض کر دیا ہے۔۔۔۔	(البقرہ ۱۷۸)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	ہمارے نبی بدلہ لینے والے نہیں تھے۔	
۸	القرآن	کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔۔۔	(النساء ۱۰۱)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	یہ نفس اور شیطان ہی ہمارے، دشمن ہیں اور کوئی دشمن نہیں۔ (نوٹ: یعنی کافر دشمن نہیں)	
۹	القرآن	کافروں کی دلی خواہش ہے کہ تم اسلحہ اور اسباب سے غافل ہو جاؤ پھر تم پر حملہ کر دیں گے سب۔۔۔۔۔	(النساء ۱۰۱)
	تبلیغی جماعت	اسلحہ و اسباب سے کچھ نہیں ہوتا اس کا خیال ہی دل سے نکال دو ہمارے لئے صرف اللہ ہی کافی ہے۔	

۱۰	قرآن کا حکم	مارو کافروں کی گردنوں پر۔۔۔	(الانفال ۱۲)
	تبلیغی جماعت	کافروں کو مارنے سے تو وہ بے چارے جہنم میں چلے جائیں گے۔ لفظ بے چارہ پر غور کریں۔	
۱۱	قرآن کا حکم	اگر یہ کافر تم سے لڑیں تو قتل کر ڈالو یہی ہے سزا کافروں کی۔	(البقرہ ۱۹۱)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	اگر یہ کافر تم سے لڑیں تو کلمہ والی گولی سے علاج کرو تا کہ وہ بھی جنت میں جائیں اور تم بھی۔	
۱۲	قرآن کا حکم	تمہیں کیا ہوا کہ تم لڑتے نہیں اللہ کے راستے میں ان مظلوموں کی خاطر جن پر ظلم کرتے ہیں کافر۔	(النساء ۷۵)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	ہم کیوں لڑیں ان کی خاطر جن پر اللہ کا عذاب آیا ہے ان کے گناہوں کی وجہ سے۔	
۱۳	قرآن کا حکم	لڑو اب اللہ ان (کافروں) کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا	(التوبہ ۱۴)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	اللہ جب چاہے گا کافروں کو اپنی قدرت سے عذاب دے گا ہمیں اس کے کام میں مداخلت نہیں کرنی۔	
۱۴	القرآن	اگر (تم جہاد کیلئے) نہیں نکلو گے، تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔	(التوبہ ۳۹)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	اگر ان باتوں کی دعوت کو پھیلانے کے لئے نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔	
۱۵	القرآن	ایمان والے تو لڑتے ہیں اللہ کے راستے میں۔۔	(النساء ۷۶)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	جہاد سے پہلے ایمان بنانا ہوتا ہے۔ اور یہ ایمان بنانے کی محنت کا کام ہم نے ڈرتے ڈرتے کرنا ہے اور کرتے کرتے مرنا ہے	

۱۶	القرآن	جب اللہ کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔۔۔	(الانفال ۲)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	ایمان صرف ان باتوں کی دعوت کو پھیلانے سے ہی بڑھتا ہے۔ اور کسی چیز سے نہیں بڑھتا (معاذ اللہ یعنی قرآن سے بھی نہیں)	
۱۷	القرآن	جنہوں نے روکا دوسروں کو اللہ کے راستے سے ان کے اعمال تباہ ہو گئے۔ اللہ محبت کرتا ہے ان سے جو لڑتے ہیں اللہ کے راستے میں۔	(محمد ۱) (الصف ۴)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	اللہ ۷۰ مرتبہ پہلے رحمت کی نظر سے جسے دیکھتا ہے اسے ان باتوں کی دعوت کو پھیلانے کے لئے قبول کرتا ہے۔ (نوٹ: کیا اللہ تعالیٰ قرآنی احکامات کے خلاف تبلیغ کرنے والوں کو پہلے ستر مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے پھر قبول کرتا ہے۔ معاذ اللہ)	
۱۸	القرآن	برابر نہیں بیٹھنے والے اور لڑنے والے اللہ نے بلند کیا درجہ اور اجرِ عظیم ان مجاہدوں کا جو لڑتے ہیں اللہ کے راستے میں۔۔۔	(النساء ۹۵)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	یہ سب سے اونچا اور سب سے اعلیٰ دین کی محنت کا کام جو ہم کر رہے ہیں اس میں ثواب سمندر کی طرح ملتا ہے اور اس کے مقابلہ میں دین کے تمام کاموں کو جمع کریں جہاد کو بھی شامل کر کے تو ان میں ثواب قطرے کی طرح ملتا ہے۔ نوٹ: کیا بہترین امت کا لقب ہمیں مسلمانوں کو نمازی بنا کر ذکر کرتے ہوئے قرآنی احکامات کے خلاف پروپیگنڈہ پھیلانے والی دعوت کے کام پر ملا ہے۔	

۱۹	القرآن	وہی تو ہے (اللہ) جس نے بھیجا رسول دین حق کے ساتھ سچا دین کے ساتھ سچا دین دے کرتا کہ غالب کرے اس کو تمام دینوں پر خواہ مشرکوں کو برا کیوں نہ لگے۔۔۔۔۔	(التوبہ ۳۳)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	اللہ نے نبی کو دنیا میں صرف اور صرف دعوت والا کام دے کر ہی بھیجا ہے۔ اور کسی مقصد کے لئے نہیں بھیجا۔ (معاذ اللہ یعنی غلبہ اسلام کے لئے بھی نہیں بھیجا)	
۲۰	القرآن	لڑو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فتنہ اور دین ہوجائے سارا ایک اللہ کا۔۔۔	(البقرہ ۱۹۳)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	لڑنے سے تو فتنے پیدا ہوتے ہیں دین تو دنیا میں صرف اسی دعوت کی محنت سے ہی آئے گا جو ہم کررہے ہیں اور کسی محنت سے نہیں۔ (معاذ اللہ)	
۲۱	القرآن	بلاشبہ اللہ نے خریدا ہے مسلمانوں کی جان اور مال کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ وہ لڑتے ہیں اللہ کے راستے میں۔۔ قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر وعدہ ہے۔۔۔	(التوبہ ۱۱۱)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	اللہ نے ہماری جان و مال کو صرف ان باتوں کی دعوت کو پھیلانے کے لئے ہی خریدا ہے اور کسی کام کے لئے نہیں خریدا (یعنی لڑنے کے لئے نہیں خریدا، معاذ اللہ)	
۲۲	قرآنی فتویٰ	اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو جھوٹ باندھے اللہ پر سن! لو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے جو روکتے ہیں دوسروں کو اللہ کے راستے سے۔۔	(ہود ۱۹۔۱۸)

۲۳	قرآنی فتویٰ	جولوگ چھپاتے ہیں اس کو جس کو نازل کیا ہے ہم نے ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے۔۔	(البقرہ ۱۵۹)
۲۴	القرآن	یہی لوگ ہیں کہ لعنت کی اللہ نے ان پر اور کردیا ان کو بہرہ اور اندھی کردیں ان کی آنکھیں۔ کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں یا ان کے دلوں پر تالے لگ چکے ہیں۔۔۔۔۔	(محمد ۲۴)
		باغ بان جب چور ہو پھر کون رکھوالی کرے باغ ویراں کیوں نہ ہو مالی جو پامالی کرے	
۲۵	القرآن	ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔۔۔۔۔۔	(الحجر ۹)
۲۶	قرآن کا حکم	لڑنا تم پر فرض کردیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار لگتا ہے ایک چیز جس کو تم ناپسند کرتے ہو اس میں خیر ہے۔ نوٹ: اللہ تعالیٰ لڑنے والے کام میں خیر بتاتا ہے اور نادان نہ لڑنے میں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر لڑنا فرض فرمایا ہے یہاں جہاد نہیں فرمایا۔	(البقرہ ۲۱۶)
	تبلیغی جماعت	کیا تم نے جہاد کا مطلب لڑنا ہی سمجھ لیا ہے جہاد کا مقصد تو دین کے لئے جدوجہد کرنا ہے اور وہ ہم بڑا جہاد کررہے ہیں۔	
۲۷	قرآن کا حکم	حکم ہوا ان لوگوں کو لڑنے کا جن سے کافر لڑتے ہیں۔۔۔	(الحج ۳۹)
	قرآن کے خلاف تبلیغ	جب تک ہمارے بڑے اجازت نہیں دیں گے، ہم نہیں لڑیں گے۔	
۲۸	قرآن کا حکم	اے ایمان والوں حکم مانوں اللہ کا اور اس کے رسول کا تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔	(ال عمران ۳۲)

	قرآن کے خلاف تبلیغ	جتنا دین کو بہتر ہمارے بڑے، سمجھتے ہیں اتنا کوئی نہیں سمجھتا جیسا وہ کہیں گے ہم وہی کریں گے۔	
۲۹	القرآن	وارث الانبیاء علماء حق کے سمجھانے کے باوجود خلاف شریعت باتوں کی تبلیغ کرنے والے چھوٹوں اور بڑوں کا انجام۔ قیامت کے دن سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ضعیف (چھوٹے اپنے بڑوں سے) متکبرین سے کہیں کہ ہم تو تمہارے تابع تھے (کہ دین کی جو راہ تم نے دکھائی ہم اسی پر چلے) کیا تم اللہ کا عذاب ہم پر سے کچھ ہٹا سکتے ہو تو وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت کرتے اب ہم گھبرائیں یا صبر کریں ہمارے حق میں برابر ہے۔ کوئی جگہ ہماری رہائی کے لئے نہیں ہے۔	(ابراہیم ۲۱)
۳۰	القرآن	کیا ان کو معلوم نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔۔۔۔۔۔۔۔	(التوبہ ۶۳)

قرآنی احکامات کے خلاف تبلیغ کے نام سے پروپیگنڈہ پھیلانے والا یہ دعوتی کام اللہ کے راستے میں ہے یا شیطان کے راستے میں؟ قرآن حکیم کی سینکڑوں آیتوں کی تحریف کرنے والوں کا کیا ایمان باقی رہ سکتا ہے۔؟

دیتے ہیں اپنی عقل سے حکم خدا میں دخل۔۔ رہزن بھی ہیں وہ رہنمائی کے ساتھ ساتھ
اچھائی کر رہے ہیں برائی کے ساتھ ساتھ۔۔ کھلا رہے ہیں زہر بھی دوائی کے ساتھ ساتھ

یہ تمام باتیں ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں۔ ایک اچھی اور قابلِ قدر جماعت کو ان قابلِ گرفت باتوں سے بچانا ہر صاحب ایمان کی ذمہ داری ہے۔ ہم مذکورہ تمام باتوں کی تصدیق نہیں کرتے لیکن اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو ان باتوں سے اور اس تحریفات قرآنی سے ہزار بار اللہ کی پناہ۔۔

کمالات جفر زہرہ ومشتری تثلیث

تسخیر ورجوع خلائق .... حکیم سرفراز احمد زاھد

حسب منشاء شادی

اس بات سے اہل دانش بخوبی آگاہ ہیں کہ کسی انسان کے دل کو اپنے لئے مسخر کرنا کتنا مشکل کام ہے، خاص کر عاملین کو اس سے کافی تعلق ہے۔ ہر کتاب میں ہر رسالہ میں حُب اور حاضر مطلوب کے سریع الاثر اعمال لکھے ہوتے ہیں، تاکہ جس کو دل قبول کرے اور جس پر آسانی سے حاصل ہو سکے۔ اسی عمل کو اپنے عمل میں لاکر مقصد حاصل کیا جاسکے لیکن اساتذہ کرام بھی اس نقطہ سے باین ہمہ متفق ہیں کہ بعض اصول ایسے ہیں جو پوشیدہ رکھے جاتے ہیں جن کی قوت تاثیر سے صاحب جفر اچھی طرح واقف ہوتا ہے، بعض دلوں میں چھپا کر رکھتے ہیں بعض تحریر میں مخفی کر دیتے ہیں، عملیات کا کام بہت نازک ہے، جتنا اسے آسان سمجھا جاتا ہے اتنا ہے نہیں، کیوں کہ ایک عمل کو مکمل قواعد عملیات پر عمل کرتے ہوئے تیار کیا جائے تو کام کرتا ہے اور بلکہ بعض اوقات تو تیر کی طرح کام کرتا ہے، جس سے حیران رہ جاتا ہوں اور کئی دفعہ مکمل شرائط کے ساتھ تیار کرنے کے باوجود وہی عمل ایسا ناکام ہوتا ہے کہ مطلق اثر نہیں کرتا، باوجود اس کے کہ میں باریکیوں سے کچھ نہ کچھ واقف ہوں، پھر ناکامی کا سبب کیا ہے، جب ایک عمل میں اثر ہے، طاقت ہے، پھر ناکام ہونے سے کیا مراد ہے، جہاں تک میں نے سوچا ہے میرا ایمان ہے کہ "وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ" یعنی اللہ کا حکم ہر امر پر غالب ہے، اس کا کلام ہے اور وہ مؤثر حقیقی ہے، ذرہ ذرہ اس کے حکم کا پابند ہے، میں اور میرا علم اسی کا محتاج ہے۔

عملیات جفر میں وقت ایک بہت ضروری حصہ ہے، صحیح وقت کا استخراج ماہر جفر کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ علم جفر سے واقفیت، عملیات میں علم نجوم سے شُد بد نہ ہونا اکثر ناکامی کا سبب بنتا ہے، درست وقت ایک بہت بڑی طاقت ہے اور اس کا حصول کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ عمل کتنا ہی طاقت ور ہو اگر مناسب وقت پر نہیں کیا گیا تو اس کی پوشیدہ روحانی قوتیں متحرک ہونے میں ناکام رہتی ہیں، اکثر عملیات حب وتالیف ورجوع قلب شرف زہرہ یا کسی اور شرف میں کرنا ضروری ہوتے ہیں، اگر یہ اوقات میسر نہ ہوں تو نظرات سے کام لیا جاتا ہے، یہ نظرات سعد بعض اوقات شرف سے زیادہ مؤثر ہوتی ہیں، آنے والے مہینوں میں کئی اچھی نظرات حاصل ہوں گی، ان میں حصول مقصد کے لئے کام کیا جاسکتا ہے۔ سعد نظر میں تسخیر محبوب شادی، نکاح، تسخیر افسران، حصول مال ودولت، استحکام جائیداد، ازدواجی تعلقات، کاروبار، مقدمہ، امتحان، غرض ہر نیک کام کے علاوہ تباہی دشمنان، زبان بندی، ناجائز تعلقات کا خاتمہ اور طلاق، عداوت بغض کے اعمال تیار کئے جاسکتے ہیں، یہ سعد نظرات زہرہ ومشتری تثلیث وتسدیس وقران وغیرہ ہیں۔

یادرکھئے اعمال حب صرف عشق ومحبت پر ہی منحصر نہیں ہیں، بلکہ انسانی زندگی میں جتنے مسائل درپیش ہوتے ہیں، ان سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے ان اعمال کی روحانیت سے کام لیا جاتا ہے، اگر ہمارا نظریہ ہو کہ دیئے گئے اور تعریف شدہ اعمال صرف جنس مخالف ومونث کو تسخیر کرنے کے لئے ہیں تو یہ ہماری خام خیالی اور محدود سوچ وعلم کی غمازی ہے، اگر بالفرض ہم اس بات کو پختہ کرلیں، تو زندگی کے دوسرے مسائل مثلاً رزق، بیماری، مقدمہ، قرض، بیرون ملک کا سفر، خاندانی جھگڑے، اور مسائل زمین جائیداد، پیدائش اور جنس کے لئے الگ اعمال اور وظائف تخلیق کرنے پڑیں گے، ایسا نہیں ہے کہ صرف

ایک عمل ہی تصرفات کا درجہ رکھتا ہے اور یہ کرنے والے کی صوابدید اور ذہنی صلاحیت پر منحصر ہے کہ اس کی سوچ اور ادراک کتنا وسیع ہے تاکہ وہ باہم اس عمل کو نئے مسائل کے مطابق تبدیل کرسکیں۔

اس سال کی سب سے طاقت ور ترین نظر زہرہ ومشتری کی تثلیث یکم جون بروز جمعہ شام ۷ بجکر ۵۸ منٹ پر زہرہ ومشتری کی تثلیث ہوگی۔اور یہ سعید وقت نہایت قیمتی مانا گیا ہے۔بالخصوص ان لوگوں کے لئے جوایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا قرب چاہتے ہیں۔

(۱) طالب مع والدہ، شاہد حسن بن رفیقہ، اعداد　۸۲۳

طلوب مع والدہ، زیب النساء بنت قمر النساء　۶۴۳

جاذب　۷۰۶

مجذوب　۷۵۱

حبیب　۲۲

مطیع　۱۲۹

(۲) طالب = ۸۲۳+عدد جاذب = ۷۰۶ =۱۵۲+عدد حبیب=۳۳۶۳۸۔

مطلوب + ۶۴۳ +عدد مجذوب =۷۵۱ = ۱۳۹۴ + عدد مطیع ۱۲۹=۱۷۹۸۲۶۔

عدآیات مبارکہ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ تا عَلٰی عَیْنِیْ (سورۂ طٰہٰ ۶۹)=۲۱۲۳۔

تینوں اعداد کو جمع کیا۔۳۳۶۳۸ + ۱۷۹۸۲۶ + ۲۱۲۳ = ۲۱۵۵۸۷ عدد نمبر ایک۔

(۳) عدد لفظ محبت=۴۵۰+۱۹　۴۷۰

عدد لفظ شدید=۳۱۸+۱۹　۴۷۰

مجموعہ　۱۳۲۰ اعداد نمبر دو۔

اب عدد نمبر ایک سے عدد نمبر دو کو تفریق کریں گے اور ۴ پر تقسیم کریں گے۔

۲۱۵۵۸۷۔۱۳۲۰= ۲۰۲۲۶۷ (مربع پر کرنے کے لئے ۴ پر تقسیم کریں گے) اب نقش پر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو خانوں میں عدد محبت جمع ہوں گے، دوسرے خانوں میں عدد شدید جمع ہوں گے، اسی حساب سے تمام نقش مکمل ہوگا اور اس کا دفق عدد نمبر ایک کے برابر ہوگا تو نقش درست ہے ورنہ غلط۔اس بات کا خاص خیال رکھیں۔

(۲۰۲۲۶۷÷۴=۵۰۵۶۶ باقی ۳) خانہ نمبر ۵ میں اضافہ ہوگا۔

خانہ اول	۵۰۵۶۶	
عدد محبت	۴۵۰	
	۵۱۰۱۶	خانہ اول میں درج ہوگا
عدد محبت ۴۵۰		
	۵۱۴۶۶	خانہ دوم
عدد شدید	۳۱۸	
	۵۱۷۸۴	عدد خانہ سوم
عدد شدید	۳۱۸	
	۵۲۱۰۲	خانہ سوم
عدد محبت	۴۵۰	
	۵۲۵۵۳	خانہ پنجم
عدد محبت	۴۵۰	
	۵۳۰۰۳	خانہ ششم
عدد شدید	۳۱۸	
	۵۳۳۲۱	خانہ ہفتم
عدد شدید	۳۱۸	
	۵۳۶۳۹	خانہ ہشتم
عدد محبت	۴۵۰	
	۵۴۰۸۹	خانہ نہم
عدد محبت	۴۵۰	
	۵۴۵۳۹	خانہ دہم
عدد شدید	۳۱۸	
۵۴۸۵۷	خانہ گیارہواں	
عدد شدید	۳۱۸	
	۵۵۱۷۵	خانہ بارہواں
عدد محبت	۴۵۰	
	۵۵۶۲۵	خانہ تیرہواں
عدد محبت	۴۵۰	
	۵۶۰۷۵	خانہ چودھواں

عدد شدید ۳۱۸

۵۶۳۹۳ خانہ پندرہواں

عدد شدید ۳۱۸

۵۶۷۱۱ خانہ سولہواں

۷۸۶

جبرائیل

۵۲۱۰۲	۵۶۳۹۳	۵۴۵۳۹	۵۱۵۵۳
۵۴۰۸۹	۵۳۰۰۳	۵۱۷۸۴	۵۶۷۱۱
۵۳۳۲۱	۵۵۱۷۵	۵۵۶۲۵	۵۱۴۶۶
۵۶۰۷۵	۵۱۰۱۶	۵۳۶۳۹	۸۴۸۵۷

الحب زیب النساء بنت قمر النساء
علی حب وعشق شاہد حسن بن رفیقہ
مسخر ومہربان گردد
العجل الساعۃ الساعۃ

چال نقش

۷۸۶

۴	۱۵	۱۰	۵
۹	۶	۳	۱۶
۹	۶	۱۳	۲
۱۴	۱	۸	۱۱

اس کا وفق ہر طرف سے عدد نمبر ۲۱۵۵۸۷ کے برابر ہے۔اس کے نیچے عزیمت لکھیں۔

طریقہ استعمال یہ ہے کہ نقش مکمل اضلاع اور مقرب فرشتوں کے ساتھ لکھا جائے، یہ نقش ساعت زہرہ میں مشک وزعفران سے لکھیں، عرج ماہ ہو، شرف زہرہ میں بھی لکھا جا سکتا ہے، پانچ تعویذ لکھیں، عناصر کے مطابق استعمال کریں اور پانچواں سبز کپڑے میں سلائی کر کے طالب پاس رکھے یا بازو پر باندھے اور روزانہ تصور سے آیت پاک کا ورد کرے، انشاء اللہ جلد اثرات ظاہر ہوں گے۔

جمعہ : تمام دنوں کا سردار ہے۔مبارک ہے واسطے ترویج اور نکاح کے نماز جمعہ سے قبل سفر کرنا مکروہ ہے۔ساعت اول میں بعد فجر (۲۵۶) مرتبہ یـا نور پڑھے۔تو چشم خلائق میں عزیز ہوگا۔اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو بوقت شب دو رکعت نماز پڑھے تو ممکن ہے خواب میں معلوم ہو جائے کہ چور کون ہے

جدول ایام ہفتہ سعد ونحس

شنبہ : (ہفتہ) سب کاموں کے واسطے خوب ہے۔خصوصاً سفر کے لئے بعد نماز صبح ۱۰۶۰ یا غنی پڑھے تو بارگاہ خداوندی سے بے حد مال عطا ہوگا۔

یکشنبہ : (اتوار) عمارت بنانے اور شادی کرنے کے لئے خوب ہے اکثر کاموں کے لئے میانہ ہے۔بعد نماز صبح ساعت اول میں یا فتاح ۴۸۹ بار پڑھے تو فتح ونصرت حاصل ہوگی۔

دوشنبہ : (سوموار) نحس ترین دن ہے کسی کام کے لئے مبارک نہیں ہے۔اگر ساعت اول میں بعد نماز فجر ۱۲۹ بار یـا لطیف پڑھے تو باری تعالیٰ اپنی رحمت سے مال عطا فرمائے گا۔

سہ شنبہ : (منگل) میانہ ہے اکثر کاموں کے واسطے، سفر کے لئے خوب ہے اس روز نیا لباس پہننا خوب ہے۔طلب حاجت کے لئے خوب ہے۔اگر ساعت اول میں بعد نماز صبح ۹۰۳ بار یـا قابض پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جس کی خواہش ہوگی۔

چہار شنبہ : (بدھ) اکثر کاموں کے واسطے نیک نہیں تعمیر مکان کے لئے نیک ہے۔بعد نماز صبح ساعت اول میں یـا متعال ۵۴۱ بار پڑھنے سے عزت دنیا وآخرت حاصل ہو۔

پنجشنبہ: (جمعرات) مبارک ہے سب کاموں کے لئے خوب ہے، خصوصاً طلب حاجت اور سفر کے واسطے۔اگر ساعت اول میں بعد نماز فجر یا رزاق ۳۰۸ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ بے حد مال عطا فرمائے گا۔

کل امر مرھون باوقاتھا (حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۰۱۸ء کے بہترین اوقات عملیات

حضور پُرنور الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پاک ہے کہ کل امر مرھون باوقاتھا یعنی تمام امور اپنے اوقات کے مرہون ہیں۔ فرمودۂ پاک کے بعد کسی چون وچراں کی گنجائش نہیں ہے۔ اب تمام توجہ صرف اسی پر ہے کہ علم نجوم نے مختلف اجرام فلکی کے باہم متناظر ہونے کے اوقات کو مناسب اعمال کے لئے منطبق کیا ہے۔ لہٰذا بعد از بسیار تحقیق وتدقیق ۲۰۱۸ء میں قائم ہونے والی مختلف نظریات کواکب کو استخراج کیا گیا ہے تاکہ عامل حضرات فیض یاب ہوسکیں۔

نظرات کے اثراتِ مندرجہ ذیل ہیں

علم النجوم کے زائچہ اور عملیات میں انہیں کو مدنظر رکھا جاتا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تثلیث (ث)

یہ نظر سعد اکبر ہوتی ہے۔ یہ کامل دوستی، فاصلہ ۱۲۰ درجہ کی نظر سے بغض وعداوت مٹاتی ہے۔

اگر حصول رزق، محبت، حصول مراد وترقی وغیرہ سعد اعمال کئے جائیں تو جلدی ہی کامیابی لاتے ہیں۔

تسدیس (س)

یہ نظر سعد اصغر ہوتی ہے۔ نیم دوستی اور فاصلہ ۶۰ درجہ اثرات کے لحاظ سے تثلیث سے کم درجہ پر ہے۔ سعد دنیاوی امور سرانجام دینا اور سعد عملیات میں کامیابی لاتا ہے۔

مقابلہ

یہ نظر نحس اکبر اور کامل دشمنی کی نظر ہے فاصلہ ۱۸۰ درجہ جنگ وجدل، مقابلہ اور عداوت کی تاثیر ہر دو ستاروں کی منسوبات میں پائی جاتی ہے۔ دو افراد میں جدائی، نفاق، عداوت، طلاق، بیمار کرنا وغیرہ نحس اعمال کئے جائیں تو جلد اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ سعد اعمال کا نتیجہ بھی خلاف ظاہر ہے۔

تربیع (ع)

یہ نظر نحس اصغر ہے۔ فاصلہ ۹۰ درجہ، اس کی تاثیر بدی میں نمبر ایک مقابلہ کم ہے۔ تمام نحس اعمال کئے جاسکتے ہیں۔ اگر دشمن دوست ہو چکا ہو تو اس کی تاثیر سے دشمنی کا احتمال ہوتا ہے۔

قران (ن)

فاصلہ صفر درجہ سیارگان، سعد سیاروں کا سعد، نحس ستاروں کا نحس قران ہوتا ہے۔

سعد کواکب: قمر عطارد، زہرہ اور مشتری ہیں۔

نحس کواکب: شمس، مریخ، زحل، ہیں۔ یہ نظرات ہندوستان کے موجودہ [illegible] اسٹینڈرڈ ٹائم کے مطابق ہیں۔ ان میں اپنے ہاں کا تفاوت وقت جمع یا تفریق کر کے مقامی وقت نکالا جاسکتا ہے۔ یہ تمام اوقات نظر کے عین نقاط ہیں۔ قمری نظرات کا عرصہ دو گھنٹے ہے۔ ایک گھنٹہ وقت نظر سے قبل اور ایک گھنٹہ بعد جدید علم نجوم کے مطابق جنتری ہٰذا میں اہم کواکب شمس، مریخ، عطارد، مشتری، زہرہ، اور زحل میں بننے والی نظریات کی ابتداء، مکمل اور خاتمہ نظر کے اوقات بھی دیئے جارہے ہیں تاکہ عملیات میں دلچسپی رکھنے والے وقت سے بھرپور ممکنہ فیض حاصل کریں۔ اوقات رات کے ایک بجے سے شروع ہوکر دن کے ۱۲ بجے تک اور پھر دوپہر کے ایک بجے سے ۱۲ بجے رات تک ۱۳ تا ۲۴ لکھے گئے ہیں۔ ۱۳ بجے کا مطلب ہے کہ ایک بجے دوپہر اور ۱۸ بجے کا مطلب ۶ بجے شام اور رات بارہ بجے کو ۲۴ لکھا گیا ہے۔

نوٹ: قرانات مابین قمر، عطارد، زہرہ اور مشتری کے سعد ہوتے ہیں۔ باقی ستاروں کے آپس میں یا اوپر والے سعد ستاروں کے ساتھ ہوں تو بھی نحس ہوں گے۔

فہرست نظرات برائے عاملین ۲۰۱۸ء

اچھے برے کام کے واسطے وقت منتخب کرنے کے لئے پچھلے صفحہ پر نظر ڈالیں

جنوری

تاریخ	سیارے	نظر	وقت نظر
یکم جنوری	قمروزحل	مقابلہ	۵۵-۱۵
یکم جنوری	قمروزہرہ	مقابلہ	۵۷-۴
یکم جنوری	قمروشمس	مقابلہ	۵۳-۷
۲ جنوری	قمرومریخ	تثلیث	۱۰-۱۳
۴ جنوری	قمرومشتری	تربیع	۴-۱۵
۵ جنوری	قمروزحل	تثلیث	۵۴-۱۶
۶ جنوری	قمرومریخ	تسدیس	۵۲-۱۹
۶ جنوری	قمرومشتری	تسدیس	۱۳-۲۰
۷ جنوری	قمروعطارد	تربیع	۲۱-۸
۸ جنوری	شمس ومشتری	تسدیس	۳۶-۱۷
۹ جنوری	قمروعطارد	تسدیس	۴۳-۲۱
۱۰ جنوری	زہرہ ومریخ	تسدیس	۳۷-۲
۱۰ جنوری	شمس ومریخ	تسدیس	۶-۱۱
۱۱ جنوری	قمرومشتری	قران	۵۱-۱۳
۱۲ جنوری	قمروزہرہ	تسدیس	[illegible]-۲۰
۱۵ جنوری	قمروزحل	قران	[illegible]
۱۶ جنوری	قمرومشتری	[illegible]	[illegible]
۱۷ جنوری	قمروشمس	قران	[illegible]
۱۸ جنوری	قمرومشتری	تربیع	[illegible]
۱۹ جنوری	قمرومریخ	تربیع	[illegible]
۲۰ جنوری	قمروزحل	تسدیس	[illegible]-۸
۲۱ جنوری	قمروعطارد	تسدیس	۴۹-۴
۲۲ جنوری	قمروزہرہ	تسدیس	۵۶-۲۳
۲۳ جنوری	قمروعطارد	تربیع	۵۷-۲۰
۲۵ جنوری	قمروزحل	تثلیث	۴۳-۲
۲۵ جنوری	عطاردوزحل	تسدیس	۵۷-۱۶
۲۶ جنوری	قمرومشتری	مقابلہ	۱۹-۷
۲۷ جنوری	قمروشمس	تثلیث	۱۳-۱۱
۳۰ جنوری	قمرومشتری	تثلیث	۷-۱۰
۳۱ جنوری	قمرومریخ	تثلیث	۴۳-۴

فروری

تاریخ	سیارے	نظر	وقت نظر
یکم فروری	قمروزہرہ	مقابلہ	۱۷-۴
۲رفروری	قمروزحل	تثلیث	۵۱-۸
۳رفروری	قمرومشتری	تسدیس	۳۷-۱۲
۴رفروری	زہرہ ومشتری	تربیع	۲۰-۱۲
۵رفروری	قمروزہرہ	تثلیث	۳-۲۱
۶رفروری	قمروزحل	تسدیس	۳۵-۱۹
۷رفروری	قمروعطارد	تربیع	۱۵-۵
۸رفروری	قمرومشتری	قران	۲۷-۳
۸رفروری	قمروزہرہ	تربیع	۴۶-۱۲
۹رفروری	قمرومریخ	قران	۹-۱۲
۱۰رفروری	قمروشمس	تسدیس	۴۳-۱۴
۱۱رفروری	شمس ومشتری	تربیع	۵۰-۴
۱۱رفروری	قمروزحل	قران	۴۶-۱۹
۱۳رفروری	قمرومشتری	تسدیس	۱۱-۵
۱۴رفروری	عطاردومشتری	تربیع	۸-۴
۱۴رفروری	قمرومریخ	تسدیس	۵۸-۱۹
۱۵رفروری	قمروعطارد	قران	۳۵-۲۳
۱۶رفروری	قمروزہرہ	قران	۴-۲۲
۱۷رفروری	شمس وعطارد	قران	۵۶-۱۷
۱۸رفروری	قمرومشتری	تثلیث	۴۲-۳
۱۹رفروری	قمرومریخ	تثلیث	۴۷-۲۰
۲۱رفروری	قمروعطارد	تسدیس	۴۱-۱۰
۲۲رفروری	عطاردوزحل	تسدیس	۵۱-۰۰
۲۳رفروری	قمروعطارد	تربیع	۱۹-۲۳
۲۴رفروری	قمروزہرہ	تربیع	۵۴-۹
۲۵رفروری	عطاردومریخ	تربیع	۳۱-۱۷
۲۶رفروری	قمروعطارد	تثلیث	۱۸-۹
۲۶رفروری	قمروزہرہ	تثلیث	۴۴-۱۶
۲۸رفروری	قمرومریخ	تثلیث	۵۸-۱۸
۲۸رفروری	قمرومشتری	تربیع	۶-۰۰

مارچ

تاریخ	سیارے	نظر	وقت نظر
یکم مارچ	عطاردومریخ	تربیع	۱۵-۵
یکم مارچ	زہرہ ومشتری	تثلیث	۵۱-۱۶
۲رمارچ	عطاردومشتری	تثلیث	۵۶-۲۱
۳رمارچ	قمرومشتری	تسدیس	۱۰-۲
۳رمارچ	قمروزہرہ	مقابلہ	۱۸-۳
۴رمارچ	قمرومریخ	تسدیس	۵۰-۲
۶رمارچ	قمروزحل	تسدیس	۱-۹
۷رمارچ	قمرومشتری	قران	۲۵-۱۴
۸رمارچ	قمروعطارد	تثلیث	۲۵-۹
۹رمارچ	قمروشمس	تربیع	۴۹-۱۶
۱۰رمارچ	قمرومریخ	قران	۴۳-۶
۱۱رمارچ	قمروزہرہ	تربیع	۰۰-۱
۱۱رمارچ	عطاردوزحل	تربیع	۳۲-۱۲
۱۲رمارچ	قمروشمس	تسدیس	۱۳-۱۱
۱۳رمارچ	زہرہ ومشتری	تربیع	۸-۱۸
۱۴رمارچ	شمس ومشتری	تثلیث	۳۵-۱
۱۵رمارچ	قمرومشتری	تربیع	۲۱-۲
۱۶رمارچ	قمرومشتری	تسدیس	۳۶-۷
۱۷رمارچ	قمروشمس	قران	۴۱-۱۸
۱۸رمارچ	قمروزحل	تربیع	۴۹-۱۵
۱۹رمارچ	قمروعطارد	قران	۱۶-۵
۲۰رمارچ	قمرومریخ	تثلیث	۴-۹
۲۱رمارچ	قمرومشتری	مقابلہ	۵۰-۲۲
۲۲رمارچ	قمروشمس	تسدیس	۵۰-۱۳
۲۳رمارچ	قمروعطارد	تسدیس	۰۰-۱۶
۲۴رمارچ	قمروشمس	تربیع	۴-۲۱
۲۵رمارچ	قمروزہرہ	تربیع	۲۳-۱۸
۲۷رمارچ	قمروعطارد	تثلیث	۳۹-۹
۲۹رمارچ	شمس وزحل	تربیع	۲۵-۱۹
۳۱رمارچ	قمروعطارد	مقابلہ	۲۵-۲۱

فہرست نظرات، عاملین کی سہولت کے لئے

جنوری، فروری، مارچ

تاریخ	نظرات	کیفیت	وقت
۲/فروری	تربیع عطارد و مشتری	شروع	۲۷_۳
۲/فروری	تربیع عطارد و مشتری	مکمل	۴۵_۲۰
۳/فروری	تربیع عطارد و مشتری	ختم	۵۲_۱۳
۹/فروری	تسدیس عطارد و زہرہ	شروع	۳۷_۲۲
۱۰/فروری	تثلیث شمس و مشتری	شروع	۳۲_۲۱
۱۱/فروری	تسدیس عطارد و زہرہ	مکمل	۴۸_۲
۱۱/فروری	تثلیث شمس و مشتری	مکمل	۵۵_۲۰
۱۲/فروری	تسدیس عطارد و زہرہ	ختم	۴۳_۵
۱۲/فروری	تثلیث شمس و مشتری	ختم	۱۴_۲۰
۱۳/فروری	تسدیس شمس و زحل	شروع	۴۳_۹
۱۴/فروری	تسدیس شمس و زحل	مکمل	۲۷_۱۱
۱۵/فروری	تسدیس شمس و زحل	ختم	۱۰_۱۳
۱۵/فروری	تسدیس عطارد و مریخ	شروع	۹_۲۰
۱۶/فروری	تسدیس عطارد و مریخ	مکمل	۴۴_۲۳
۱۸/فروری	تسدیس عطارد و مریخ	ختم	۴۷_۲
۱۹/فروری	مقابلہ مریخ و مشتری	شروع	۹_۱۸
۲۱/فروری	تثلیث عطارد و مشتری	شروع	۶_۱۰
۲۱/فروری	تثلیث عطارد و مشتری	مکمل	۵۷_۲۳
۲۲/فروری	تثلیث عطارد و مشتری	ختم	۴۲_۱۳
۲۳/فروری	تسدیس عطارد و زحل	شروع	۴۵_۱۲
۲۴/فروری	تسدیس عطارد و زحل	مکمل	۱۴_۳
۲۴/فروری	تسدیس عطارد و زحل	ختم	۳۹_۱۷
۲۸/فروری	مقابلہ مریخ و مشتری	مکمل	۵۴_۱۹
یکم مارچ	مقابلہ مریخ و مشتری	ختم	۸_۲

تاریخ	نظرات	کیفیت	وقت
۴/مارچ	تثلیث مریخ و زحل	شروع	۴۰_۱۴
۶/مارچ	تثلیث مریخ و زحل	مکمل	۱۵_۲
۶/مارچ	قران شمس و عطارد	شروع	۱۸_۳
۷/مارچ	قران شمس و عطارد	مکمل	۵۸_۵
۷/مارچ	تثلیث مریخ و زحل	ختم	۴۷_۱۳
۸/مارچ	قران شمس و عطارد	ختم	۸_۸
۱۲/مارچ	تربیع عطارد و زحل	شروع	۱۲_۵
۱۲/مارچ	تربیع عطارد و زحل	مکمل	۳۹_۱۷
۱۳/مارچ	تربیع عطارد و زحل	ختم	۵_۶
۱۷/مارچ	تربیع شمس و زحل	شروع	۲۱_۲
۱۸/مارچ	تربیع شمس و زحل	مکمل	۱۷_۳
۱۸/مارچ	قران عطارد و زہرہ	شروع	۱۳_۸
۱۸/مارچ	قران عطارد و زہرہ	مکمل	۵۶_۱۷
۱۹/مارچ	قران عطارد و زہرہ	ختم	۳۹_۳
۱۹/مارچ	تربیع شمس و زحل	ختم	۱۱_۴
۲۳/مارچ	مقابلہ عطارد و مشتری	شروع	۵۱_۲
۲۴/مارچ	مقابلہ عطارد و مشتری	مکمل	۵۹_۱۷
۲۵/مارچ	قران شمس و زہرہ	شروع	۵۸_۰۰
۲۵/مارچ	مقابلہ عطارد و مشتری	ختم	۱۰_۸
۲۵/مارچ	قران شمس و زہرہ	مکمل	۴۷_۱۵
۲۶/مارچ	قران شمس و زہرہ	ختم	۳۶_۶
۲۹/مارچ	تثلیث عطارد و زحل	شروع	۵۰_۴
۲۹/مارچ	تثلیث عطارد و زحل	مکمل	۳۶_۲۳
۳۰/مارچ	تثلیث عطارد و زحل	ختم	۵۷_۱۹

شرف قمر

۲۱ر فروری رات ۴ بج کر ۷ امنٹ سے شروع ہوکر ۲۱ر فروری صبح ۶ بج کر ۵ منٹ تک۔

۲۰ر مارچ صبح ۱۰ بج کر ۹ منٹ سے ۲۰ر مارچ دن ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ تک قمر حالت شرف میں رہے گا، مثبت کام کرنے کا مؤثر ترین وقت۔ عاملین ان اوقات سے فائدہ اٹھائیں گے، انشاء اللہ نتائج جلد برآمد ہوں گے۔

ہبوط قمر

۶ر فروری دوپہر ایک بج کر ۱۱ منٹ سے ۶ر فروری سہ پہر ۳ بج کر ۴ منٹ تک۔

۵ر مارچ رات ۱۰ بج کر ۳۲ منٹ سے ۵ر مارچ رات ۱۲ بج کر ۲۳ منٹ تک قمر حالت ہبوط میں رہے گا۔ منفی کام کرنے کا مؤثر ترین وقت عاملین اس وقت سے فائدہ اٹھائیں، انشاء اللہ نتائج باذن اللہ جلد برآمد ہوں گے۔

قمر در عقرب

۶ر فروری صبح ۹ بج کر ۲۶ منٹ سے ۸ر فروری شام ۶ بج کر ۲۳ منٹ تک۔ ۵ر مارچ صبح ۶ بج کر ۵۳ منٹ سے ۸ر مارچ رات ۳ بج کر ۲۳ منٹ تک قمر برج عقرب میں رہے گا۔ ان اوقات میں سفر، منگنی، شادی، دکان وآفس کا افتتاح کرنے سے پرہیز رکھیں۔ یہ اوقات غیر مبارک ہوتے ہیں، ان اوقات میں اہم کام کرنا مناسب نہیں ہوتا۔

تحویل آفتاب

۱۹ر فروری آفتاب رات ۸ بج کر ۳۹ منٹ پر برج حوت میں داخل ہوگا۔

۲۰ر مارچ رات ۱۰ بج کر ۳۵ منٹ پر آفتاب برج حمل میں داخل ہوگا۔ یہ اوقات دعاؤں کی قبولیت کے لئے مؤثر مانے گئے ہیں۔ ان اوقات میں اپنی خاص ضرورتیں اور خواہشیں اللہ کے حضور رکھیں، انشاء اللہ دعائیں قبول ہوں گی۔

شرف زہرہ

۴ر مارچ صبح ۴ بج کر ۴۹ منٹ سے شام ۷ بج کر ۲۵ منٹ تک زہرہ حالت شرف میں رہے گا۔

محبت، تسخیر اور التفات کے نقوش تیار کرنے کا مؤثر ترین وقت۔ یہ وقت پیغام نکاح اور شادی کے عملیات کرنے کے لئے بھی سعید اور مبارک مانا گیا ہے، اس وقت سے فائدہ اٹھانا دوراندیشی ہے۔

ہبوط عطارد

۲۵ر فروری رات ۱۰ بج کر ۱۰ منٹ سے ۲۶ر فروری دن ۱۰ بج کر ۵۰ منٹ تک عطارد حالت ہبوط میں رہے گا۔

کسی ٹیچر، طالب علم، وکیل اور جج کو اہم منصب اور مقبولیت سے ہٹانے کا منفی اہم ترین وقت۔ لیکن کسی کو خواہ مخواہ نقصان پہنچانے سے گریز کریں۔

کاروبار اور لین دین کرنے کی مبارک تاریخیں

فروری: ۳، ۴، ۱۳، ۱۸، ۲۶۔ **مارچ:** ۱، ۲، ۳، ۴، ۷، ۱۲، ۱۷، ۲۶، ۳۰۔

منزل شرطین

۱۸ر فروری شام ۶ بج کر ۴ منٹ پر۔ ۲۲ر مارچ دن ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ پر قمر منزل شرطین میں داخل ہوگا۔ حروف تہجی کی زکوٰۃ نکالنے والے طلبہ متوجہ ہوں۔

رجعت وسیارگان

عطارد: ۷ر فروری دن ۳ بج کر ۶ منٹ پر برج دلو میں حالت استقامت میں ہوگا۔

عطارد: ۲۶ر فروری صبح ۴ بج کر ۳۸ منٹ پر برج حوت میں حالت استقامت میں ہوگا۔

عطارد: ۱۴ر مارچ رات ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر برج حمل میں حالت استقامت میں ہوگا۔

عطارد: ۳۱ر مارچ رات ۱۱ بج کر ۲ منٹ برج ثور میں حالت استقامت میں ہوگا۔ ☆☆

حقائق نامہ

یعنی اپنی علمی کمیوں اور کوتاہیوں پر
مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کے رجوع نامے
اور اکابر دار العلوم دیوبند کا فتویٰ اور موقف

● حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب استاذ حدیث دار العلوم دیوبند ●

مستحسن قدم

دعوت وتبلیغ کے نام پر افواہوں کا بازار گرم ہے کہ دار العلوم اور مرکز کے درمیان علمی اور فکری ٹکراؤ ہو رہا ہے، امت مسلمہ حیران و پریشان ہے کہ خدارا! اب کیا ہوگا؟ ایک طرف عالم اسلام میں حنفی مسلک کی سب سے بڑی مرکزی درسگاہ دار العلوم دیوبند کے ذمہ داران ہیں، دوسری طرف مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ سے منسوب دعوت وتبلیغ سے متعلق جماعت کے ذمہ دار ہیں، دونوں ہی اپنی رائے پر قائم ہیں، فرق اتنا ہے کہ ایک طرف علماء و محدثین کی جماعت ہے، ان میں بعض تو بانی تبلیغ جماعت کے ہم عصر، شیخ الہندؒ کے چہیتے شاگرد حضرت شیخ الاسلام کے شاگرد ہیں۔ بہر حال خط و کتابت کا سلسلہ طویل ضرور ہوا لیکن بات اپنے آخری مرحلہ تک پہنچ گئی، نبیرۂ بانی تبلیغی جماعت، مولانا محمد ہارون صاحب کے ہوش مند بیٹے مولانا محمد سعد صاحب نے سعادت مندی کا ثبوت دیا، بلاقید وبندان کا آخری رجوع نامہ ”دہلی کے اردو اخبارات“ میں پڑھنے کو ملا، خدا کرے اکابر دار العلوم دیوبند کی منشاء کے مطابق ہو۔ باری تعالیٰ موصوف کو رجوع نامہ پر عمل کرنے اور آئندہ وعدہ کے مطابق ایسے بیانات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دوسری جانب اکابر دار العلوم دیوبند مبارکباد کے مستحق ہیں جن کی دور رس نگاہوں نے ایک مہلک بیماری کو بھانپا اور بروقت علاج فرما کر امت مسلمہ کو بچالیا۔ جزاك الله خير الجزاء.

کاش! اکابر دار العلوم دیوبند، ذمہ داران مرکز کی ایک دیرینہ پریشانی کا علاج فرمادیتے۔ اہل مرکز اکثر یہ شکوہ کرتے ہوئے دیکھے گئے کہ ہمارے پاس اہل علم نہیں ہیں جو جماعتوں کی نگہبانی کرسکیں، رہبری کرسکیں۔ بہر کیف مطالبہ اور شکوہ جائز ہے اگر اکابر دار العلوم اس موڑ پر دار العلوم سے نکلنے والی، ہفتہ واری، چالیس دن یا چار ماہ والی جماعتوں کے لئے ایسا ہدایات نامہ جاری فرمادیں جس سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر دونوں پر کام آسان ہو، اصلاح عقائد ونماز کے ساتھ حقوق العباد کی فکر بھی ہو، چوں کہ یہ علماء کی جماعتیں ہیں، اگر آج یہ ان امور پر نظر نہیں رکھیں گے تو کل امت کو منکرات سے کیسے بچاپائیں گے۔

اسی طرح جماعتی ذمہ دار اپنے جماعتی بھائیوں کے ذہنوں میں علماء کی ناقدری اور مدارس کے خلاف جو فضا بنی ہوئی ہے اس کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ سنا گیا ہے کہ جماعتی احباب اپنی زیر سایہ مساجد میں بغیر سال لگائے عالم دین کو امامت وخطابت کی اجازت تک نہیں دیتے۔ عزیزو! یہ باتیں امت کو منجدھار میں پھنسانے والی، محبت کے بجائے نفرت کا بڑھاوا دینے والی، علماء اور امت کے درمیان خلیج پیدا کرنے والی ہیں۔ مدارس اور یہ اصلاحی نظام دونوں صرف ضروری ہی نہیں بلکہ دونوں کا آپس میں شیر وشکر ہونا بھی ضروری ہے۔

مدارس سے دین کی سمجھ آئے گی اور جماعت سے عمل کی بیداری پیدا ہوگی۔ اللہ عمل کی توفیق دے۔



Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

ضروری وضاحت

جناب مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کے بعض غلط نظریات و افکار اور قابلِ اشکال بیانات کے سلسلے میں ملک و بیرونِ ملک سے آمدہ خطوط وسوالات کے پیشِ نظر ''دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ کرام اور جملہ مفتیانِ کرام کے دستخط سے ایک متفقہ موقف قائم کیا گیا تھا، لیکن اس تحریر کے اجراء سے قبل یہ اطلاع ملی کہ مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے ایک وفد گفتگو کے لئے ''دارالعلوم'' آنا چاہتا ہے، چنانچہ وفد آیا اور اس نے مولانا محمد سعد صاحب کا یہ پیغام پہنچایا کہ وہ رجوع کے لئے تیار تیار ہیں، چنانچہ متفقہ موقف کی کاپی وفد کے ہمراہ مولانا محمد سعد صاحب کی خدمت میں ارسال کردی گئی، پھر اُن کی طرف سے اس کا جواب بھی موصول ہوا، لیکن مجموعی طور پر ''دارالعلوم دیوبند'' ان کی تحریر سے مطمئن نہیں ہوا، جس کی سردست کچھ تفصیل مولانا محمد سعد صاحب کے پاس خط کے ذریعے ارسال کردی گئی ہے۔

دارالعلوم دیوبند اکابر کی قائم کردہ تبلیغ کے مبارک کام کو غلط نظریات اور افکار کی آمیزش سے بچانے اور اکابر کے مسلک ومشرب پر قائم رکھنے، نیز جماعت کی افادیت اور علمائے حق کے درمیان اس کے اعتماد کو باقی رکھنے کے لئے اپنا متفقہ موقف اہل مدارس، اہل علم اور امت کے سنجیدہ حضرات کی خدمت میں ارسال کرنا ایک دینی فریضہ سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک جماعت کی ہر طرح حفاظت فرمائے اور ہم سب کو مسلکاً وعملاً راہِ حق پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین، محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین، اما بعد

اس وقت دنیا کے بہت سے علمائے حق اور مشائخ وغیرہ کی طرف سے یہ تقاضا کیا جارہا ہے کہ جناب مولانا سعد صاحب کاندھلوی کے نظریات اور افکار کے سلسلے میں ''دارالعلوم دیوبند'' اپنا موقف واضح کرے، حال ہی میں بنگلہ دیش کے معتمد علماء اور پڑوسی ملک کے بھی بعض علماء کی طرف سے خطوط موصول ہوئے ہیں اور اندرونِ ملک سے بھی ''دارالافتاء دارالعلوم دیوبند'' میں کئی استفسارات آئے ہوئے ہیں، ہم جماعت کے داخلی انتشار و اختلاف اور نظم و انتظام سے قطع نظر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ گذشتہ کئی سالوں سے استفتاءات اور خطوط کی شکل میں مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی سے متعلق جو نظریات و افکار دارالعلوم دیوبند کو موصول ہورہے ہیں تحقیق کے بعد اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ ان کے بیانات میں قرآن وحدیث کی غلط یا مرجوح تشریحات، غلط استدلالات اور تفسیر بالرائے پائی جارہی ہے۔ بعض باتوں میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں بے ادبی ظاہر ہوتی ہے، جب کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن میں موصوف جمہور امت اور اجماع سلف کے دائرے سے باہر نکل رہے ہیں۔

بعض فقہی مسائل میں بھی وہ معتبر دارالافتاؤں کے متفقہ فتویٰ کے برخلاف بے بنیاد نئی رائے قائم کرکے عوام کے سامنے شدت کے ساتھ بیان کررہے ہیں، نیز تبلیغی جماعت کے کام کی اہمیت وہ اس طرز پر بیان کررہے ہیں اور سلف کی پرانی دعوتی ترتیبوں کا ردّ و انکار لازم آرہا ہے، نیز اس کی وجہ سے اکابر و اسلاف کی عظمت میں کمی، بلکہ استخفاف پیدا ہورہا ہے، ان کا یہ رویہ جماعت تبلیغ کے سابقہ ذمہ داران: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے یکسر خلاف ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب کے بیانات کے جو اقتباسات ہم تک موصول ہوئے ہیں، جن کی نسبت ان کی طرف ثابت ہوچکی ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم اور جماعت کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کی مناجات کے لئے خلوت وعزلت میں چلے گئے، جس سے بنی اسرائیل کے پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار افراد گمراہ ہوگئے، اصل تو موسیٰ علیہ السلام تھے، وہی ذمہ دار تھے، اصل کو رہنا چاہئے، ہارون علیہ السلام تو معاون اور شریک تھے۔''

''نقل وحرکت توبہ کی تکمیل وتزکیہ کے لئے ہے، توبہ کی تین شرطیں تو لوگ جانتے ہیں، چوتھی شرط نہیں جانتے، بھول گئے وہ کیا ہے، خروج، اس شرط کو لوگوں نے بھلا دیا، ۹۹ قتل کرنے والے کی پہلی ملاقات راہب سے ہوئی، راہب نے اس کو مایوس کردیا، پھر اس کی ملاقات ایک عالم سے ہوئی، عالم نے کہا کہ تم فلاں بستی کیطرف خروج کرو، اس قاتل نے خروج کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرلی۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے لئے خروج شرط ہے، اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی، یہ شرط لوگ بھول گئے، توبہ کی تین شرطیں بیان کرتے ہیں، چوتھی شرط خروج بھول گئے۔''

''ہدایت ملنے کی جگہ مسجد کے علاوہ کوئی نہیں، وہ دینی شعبے جہاں دین ہی پڑھایا جاتا ہے، اگر ان کا بھی تعلق مسجد سے نہیں تو خدا کی قسم اس میں بھی دین نہیں ہوگا، ہاں دین کی تعلیم ہوگی دین نہیں ہوگا۔'' (اس اقتباس میں مسجد کے تعلق سے ان کا منشاء مسجد میں جاکر نماز پڑھنا نہیں ہے، اس لئے کہ انہوں نے مسجد کی اہمیت اور دین کی بات مسجد ہی میں لاکر کرنے کے سلسلے میں اپنے مخصوص نظریے کو بیان کرتے وقت کہی ہے، جس کی تفصیل آڈیو میں موجود ہے، ان کا نظریہ یہ بن چکا ہے کہ دین کی بات مسجد سے باہر کرنا خلاف سنت ہے، انبیاء اور صحابہ کے طریقے کے خلاف ہے۔'')

''اجرت لے کر دین کی تعلیم دینا دین کو بیچنا ہے، زنا کار لوگ تعلیم قرآن پر اجرت لینے والوں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔''

''میرے نزدیک کیمرے والا موبائل جیب میں رکھ کر نماز نہیں ہوتی، تم علماء سے جتنے چاہے فتوے لے لو، کیمرے والے موبائل سے قرآن کا پڑھنا اور سننا قرآن کی توہین کرنا ہے، اس میں گناہ ملے گا، کوئی ثواب نہیں ملے گا، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قرآن پر عمل کرنے سے محروم کردیں گے، جو علماء اس سلسلے میں جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں، میرے نزدیک وہ علماء سوء ہیں، علماء سوء ہیں، ان کے دل ودماغ یہود ونصاریٰ سے متاثر ہیں، وہ بالکل جاہل علماء ہیں، میرے نزدیک جو عالم اس کے جواز کا فتویٰ دے، خدا کی قسم اس کا دل اللہ کے کلام کی عظمت سے خالی ہے، یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھ سے ایک بڑے عالم نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا کہ اصل میں اس عالم کا دل اللہ کی عظمت سے خالی ہے، چاہے اس کو بخاری یاد ہو، بخاری تو غیر مسلم کو بھی یاد ہوسکتی ہے۔''

''ہر مسلمان پر قرآن کو سمجھ کر پڑھنا واجب ہے، واجب ہے، واجب ہے، جو اس واجب کو ترک کرے گا، اس کو ترک واجب کا گناہ ملے گا۔''

''مجھے حیرت ہے کہ پوچھا جائے کہ تمہارا اصلاحی تعلق کس سے ہے؟ کیوں نہیں کہتے کہ میرا اصلاحی تعلق اس کام سے ہے، میرا اصلاحی تعلق دعوت سے ہے، اس بات پر یقین کرو کہ اعمال دعوت وتربیت کے لئے کافی نہیں بلکہ ضامن ہیں، میں نے تو خوب غور کرلیا، کام کرنے والوں کے پیر اکھڑنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ مجھے تو غم ہے کہ ان لوگوں کا جو یہاں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ چھ نمبر پورا دین نہیں ہے، خود اپنی دہی کو کھٹی کہنے والا کبھی تجارت نہیں کرسکتا، مجھے سخت حیرت ہوئی کہ ہمارے ایک ساتھی نے آکر مجھ سے کہا کہ مجھے ایک مہینے کی چھٹی چاہئے، مجھے فلاں شیخ کی خدمت میں اعتکاف کے لئے جانا ہے، میں نے کہا کہ اب تک تم لوگوں نے دعوت وعبادت کو جمع نہیں کیا، تمہیں کم از کم چالیس سال تبلیغ میں ہوگئے، چالیس سال تبلیغ میں چلنے کے بعد ایک آدمی یوں کہے کہ مجھے چھٹی چاہئے، کیوں کہ میں ایک مہینہ اعتکاف کے لئے جانا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ جو آدمی دعوت سے چھٹی مانگ رہا ہے عبادت کے لئے، وہ دعوت کے بغیر عبادت میں ترقی کیسے کرسکتا ہے؟ میں صاف صاف بات کہہ رہا ہوں کہ ہم صرف دین سیکھنے کی تشکیل پر نہیں نکال رہے ہیں، اس لئے کہ دین سیکھنے کے تو اور بھی راستے ہیں، بس تبلیغ میں نکلنا ہی کیوں ضروری ہے، دین ہی تو سیکھنا ہے، مدرسہ سے سیکھ لو، خانقاہوں سے سیکھ لو۔''

ان کے بیانات کے بعض ایسے اقتباس بھی موصول ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا محمد سعد صاحب کے نزدیک دعوت کے وسیع مفہوم میں صرف تبلیغی جماعت کی موجودہ ترتیب ہی داخل ہے، صرف اسی

کو وہ انبیاء اور صحابہ کے طریقۂ جہد سے تعبیر کر رہے ہیں اور اسی خاص ترتیب کو سنت اور بعینہٖ انبیاء کی محنت کا مصداق قرار دیتے ہیں، حالاں کہ جمہور امت کا متفقہ مسلک ہے کہ دعوت تبلیغ ایک امر کلی ہے، جس کی شریعت میں کوئی ایسی خاص ترتیب لازم نہیں کی گئی کہ جس کے چھوڑنے سے سنت کا ترک لازم آئے، مختلف زبانوں میں دعوت وتبلیغ کی شکلیں مختلف رہی ہیں، کسی بھی دور میں دعوت کے فریضے سے بے اعتنائی نہیں برتی گئی، صحابہ کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء محدثین، مشائخ اولیاء اللہ اور قریبی عہد کے ہمارے اکابر نے عالمی سطح پر دین کو زندہ کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے۔ ہم نے اختصار کی وجہ سے یہ چند باتیں ہی عرض کی ہیں، ان کے علاوہ بھی بہت سی ایسی باتیں موصول ہو رہی ہیں جو جمہور علماء سے ہٹ کر ایک نئے مخصوص نظریہ کی غماز ہیں، ان باتوں کا غلط ہونا بالکل واضح ہے، اس لئے اس پر تفصیلی کلام کی یہاں ضرورت ہے۔

اس سے پہلے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے کئی بار خطوط کے ذریعے اور دارالعلوم میں تبلیغی اجتماع کے موقع پر "بنگلہ والی مسجد" کے وفد کے سامنے بھی اس پر توجہ دلائی گئی لیکن خطوط کا اب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

جماعت تبلیغ ایک خالص دینی جماعت ہے، جو عملاً ومسلکاً جمہور امت اور اکابر رحمہم اللہ کے طریق سے ہٹ کر محفوظ نہیں رہ پائے گی، انبیاء کی شان میں بے ادبی، فکری انحرافات، تفسیر بالرائے، احادیث و آثار کی من مانی تشریحات سے علمائے حق کبھی متفق نہیں ہو سکتے اور اس پر سکوت اختیار نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ اسی قسم کے نظریات بعد میں پوری جماعت کو راہِ حق سے منحرف کر دیتے ہیں، جیسا کہ پہلے بھی بعض اصلاحی اور دینی جماعتوں کے ساتھ یہ حادثہ پیش آچکا ہے۔

اس لئے ہم ان معروضات کی روشنی میں امت مسلمہ بالخصوص عام تبلیغی احباب کو اس بات سے آگاہ کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ مولوی محمد سعد صاحب کم علمی کی بنا پر اپنے افکار ونظریات اور قرآن و حدیث کی تشریحات میں جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے راستے سے ہٹتے جا رہے ہیں، جو بلاشبہ گمراہی کا راستہ ہے، اس لئے ان باتوں پر سکوت اختیار نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ یہ نظریات اگرچہ ایک فرد کے ہیں، لیکن یہ چیزیں اب عوام الناس میں پھیلتی جا رہی ہیں۔

جماعت کے حلقہ میں اثر ورسوخ رکھنے والے معتدل مزاج اور سنجیدہ اہم ذمہ داران کو بھی ہم متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اکابر کی قائم کردہ اس جماعت کو جمہور امت اور سابقہ اکابر ذمہ داران کے مسلک ومشرب پر قائم رکھنے کی سعی کریں اور مولوی محمد سعد صاحب کے جو غلط افکار ونظریات عوام الناس میں پھیل چکے ہیں، ان کی اصلاح کی پوری کوشش کریں، اگر ان پر فوری قدغن نہ لگائی گئی تو خطرہ ہے کہ آگے چل کر جماعت سے وابستہ امت کا ایک بڑا طبقہ گمراہی کا شکار ہو کر فرقہ ضالہ کی شکل اختیار کرلے۔

ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جماعت کی حفاظت فرمائے اور اکابر کے طریقہ پر اخلاص کے ساتھ جماعت تبلیغ کو زندہ جاوید اور پھلتا پھولتا رکھے، آمین ثم آمین

دستخط اکابر علمائے دارالعلوم دیوبند

نوٹ: پہلے اس طرح کی نامناسب باتیں تبلیغی جماعت میں شامل بعض افراد کی طرف سے ہوئی تھیں تو اس دور کے علمائے دین مثلاً: حضرت شیخ الاسلامؒ وغیرہ نے ان کو متنبہ کیا، تو ان حضرات نے اس کا تدارک کیا، مگر اب خود ذمہ دار ہی اس طرح کی باتیں بلکہ اس سے بڑھ کر جیسا اقتباسات سے واضح ہے کہ کر رہے ہیں اور ان کو توجہ دلائی گئی مگر وہ متوجہ نہیں ہو رہے ہیں، جس کی بنا پر لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے اس فیصلہ اور فتویٰ کی تصدیق کی جاتی ہے۔

(مولانا) نعمت اللہ غفرلہٗ (صاحب)

دارالعلوم دیوبند
Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی وضاحتی تحریر

دارالعلوم کا جوابی خط

مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے دارالعلوم دیوبند کے متفقہ موقف کے جواب میں جو وضاحتی تحریر موصول ہوئی تھی دارالعلوم دیوبند نے اس پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے متفقہ موقف جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کی اطلاع مولانا محمد سعد صاحب کو بھی بذریعہ خط دی گئی تھی۔ وضاحتی تحریر اور خط کی اشاعت مناسب نہیں سمجھی گئی، لیکن اب جب کہ نظام الدین کے بعض ذمہ داران کی طرف سے ایک تمہید کے ساتھ وضاحتی تحریر عام کردی گئی تو اس خط کی اشاعت بھی ہوگئی جس میں دارالعلوم دیوبند نے اپنی بے اطمینانی کی سردست کچھ تفصیل درج کی تھی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ دارالعلوم دیوبند کی بے اطمینانی کی بنیاد کیا تھی اور مولانا کے رجوع کی کیا حیثیت تھی؟

ذیل میں مولانا محمد سعد صاحب کی وضاحتی تحریر اور دارالعلوم کا خط شائع کیا جارہا ہے۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو مزید تفصیل بعد میں شائع کی جائے گی۔

والسلام

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۴۳۸/۳/۸ھ

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی وضاحتی تحریر

(مندرجہ ذیل تحریر ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے)

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مکرم ومحترم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب ودیگر حضرات اکابر علماء کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ حضرات کی تحریر گرامی موصول ہوئی، جس میں احقر کے نظریات اور افکار کے سلسلے میں احقر کے بعض بیانات سے قرآن و حدیث کی غلط یا مرجوح تشریحات تفسیر بالرائے انبیاء کرام کی شان میں بے ادبی یا متفقہ فتاویٰ کے خلاف اپنی رائے یا جمہور علماء سے ہٹ کر کسی مخصوص نظریہ کی طرف نعوذ باللہ میلان کی شکایات آپ کے یہاں دارالافتاء میں استفتاء کی شکل میں موصول ہونے کا حال تحریر فرمایا گیا۔

(۱) اس سلسلہ میں اولاً احقر بغیر کسی تردد اور تأمل کے صاف لفظوں میں اپنا موقف واضح کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ احقر الحمد للہ اپنے تمام اکابر ومشائخ علماء دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور کے موقف اور اپنی جماعت کے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن کے مسلک ومشرب پر قائم ہے اور اس سے ایک ذرہ انحراف کو بھی پسند نہیں کرتا۔

اس سلسلہ میں جن سابقہ قدیم بیانات کا حوالہ تحریر گرامی میں دیا گیا ہے احقر اس کو اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی جانب سے واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عفو ومغفرت کا طالب ہے، یہ ہمارے اسلاف ومشائخ کی سنت ہے کہ جب کسی موقع پر اپنی غلطی کا ان کو علم ہوا، انہوں نے اس سے رجوع فرمایا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور کوتاہیوں ولغزشوں سے حفاظت فرمائے۔

(۲) اس سلسلے میں ثانیاً یہ بات بھی عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ دورِ حاضر میں جن حضرات کو ہمارے دعوت والے مبارک عمل سے مناسبت نہیں ہے یا خدانہ خواستہ مخالفت کا مزاج ہے ان کی تمام تر کوششیں یہ رہتی ہیں کہ مدارس کے علماء حضرات اور دعوت وتبلیغ کے خدام کے درمیان منافرت وبعد پیدا کیا جائے اور ان کی غلطی اور چوک سے فائدہ اٹھا کر امت میں خلفشار وانتشار پیدا کیا جائے اور ایک دوسرے سے بدظن کیا جائے، اس لئے احقر کا معمول اس طرح کے فتنوں اور بدگمانیوں کے مواقع سے بچنے کے لئے کئی سال سے یہ ہے کہ اپنے اسلاف واکابر اور جمہور علماء امت اور ان کے موقوف ومسلک اور مدارس ومراکز کا ذکر وتذکرہ اور ان کی طرف تمام امور میں رجوع اور اپنے تمام مسائل میں علماء سے رابطہ رکھنے کے لئے اپنے بیانات میں غیر معمولی اہتمام کرتا ہے تاکہ بدگمانیوں کا کوئی موقع کسی کے ہاتھ نہ آئے، میرے

اس طرح کے بیانات روزانہ مرکز میں جماعتوں کے سیکڑوں افراد کو روانہ کرتے وقت روزانہ ہوتے ہیں، جس کا جی چاہے جب چاہے سن لے ملک اور بیرونِ ملک کے بڑے بڑے اجتماعات میں جہاں کا مجمع لاکھوں سے متجاوز ہوتا ہے وہاں بھی اہتمام کرتا ہوں، سال گزشتہ رائے ونڈ کے اجتماع میں بڑی تفصیل سے احقر نے عوام کے لاکھوں کے مجمع کو علم دین اور علماء دین کی طرف متوجہ کیا۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی زیر نگرانی ان کے جامعہ فاروقیہ سے نکلنے والے ماہنامہ ''الفاروق'' ماہ ذی قعدہ ۳۶ھ مطابق ماہ اگست ۱۵ء کے شمارے میں جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے اس بیان کو عوام الناس کو بدگمانی کے گناہ سے بچانے کے لئے اہتمام سے شائع کرا کر اپنی اور اپنے مدرسے کی شرعی ذمہ داری کو ثبوت پیش فرمایا حالاں کہ احقر کا بیان اپنی ذات حیثیت سے کوئی قابل اشاعت چیز نہیں ہے لیکن انہوں نے اس بیان کے اہم اجزاء سرخی عنوان کے ساتھ مصلحتہً شائع فرمائے، مثلاً علم اور علماء اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی امانت ہیں، ان کی زیارت عبادت ہے، علماء کی مجالس ان کی صحبت سے استفادہ قدم قدم قدم پر زندگی میں علماء سے پوچھ پوچھ کر چلنا ہماری محنت اور دعوت کا مقصد، جہالت کو ختم کرنا اور حصول علم کی طلب پیدا کرنا، دین کے کسی شعبہ کا انکار حضرت محمد ﷺ کے احکامات کا انکار ہے وغیرہ وغیرہ دو سال قبل ہمارے ملک میں سیتاپور کے عالمی اجتماع میں اور اس ماہ بھوپال کے عالمی اجتماع میں احقر نے ان تمام نازک امور کا پورا خیال رکھا ہے۔

بھوپال کے گزشتہ ہفتہ کے لاکھوں کے مجمع میں احقر کے بیان کو تمام ذرائع ابلاغ وہاٹس ایپ، فیس بک، یوٹیوب نے خصوصی اہتمام سے شائع کیا، جس میں کہا گیا کہ علماء کی مجلس اور مساجد میں قرآنی تفاسیر کے حلقے یہ ایسی چیز ہیں جن کی امت کو سخت ضرورت ہے۔ اگر ان کو ہلکا سمجھا گیا تو یہ بڑا فتنہ اور بڑی محرومی کا سبب ہے۔

نیز یاد رکھیں کہ ہم کوئی جماعت نہیں ہیں، ہمارا کوئی مذہب اور کوئی الگ طریقہ نہیں ہے، ہم اہل سنت والجماعت میں اور ہم سب کے لئے جو چلنے کا راستہ ہے اور ہمارا منشور اور طریقہ ہے اور دینی و دنیاوی امور میں اور علمی استفادے میں جو ہمارا مرکز ہے وہ یہ دینی مدارس ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اور خاص طور پر یوپی کے علاقہ میں مرکزی حیثیت عطا فرمائی ہے، علماء دیوبند کا جو مسلک ہے وہی ہمارا مسلک ہے تبلیغی کام کرنے والوں کا اپنی کوئی رائے قائم کرنا انتہائی گمراہی اور فتنہ کا سبب ہے۔ یہ بات دل سے نکال دینا کہ ہمارا ان مراکز کے علاوہ کوئی اور مرجع ہے اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ انتہی

بھوپال کے اس ہی اجتماع کے ختم ہونے سے پہلے وہاں کے دعوت کے ذمہ دار احباب کو امریکہ، کناڈا، برطانیہ اور یورپ کے علماء کرام اور دعوت کے احباب نے احقر کو اس بیان کے خیر مقدم کی اطلاع بھوپال ہی میں دی جس کا تذکرہ احباب نے مجھ سے کیا اور یہ مذکورہ بالا جملہ بیانات ہزاروں کی تعداد میں اول سے آخیر تک میرے الفاظ کے ساتھ محفوظ ہیں، آج کل کے حیرت ناک عجیب وغریب ذرائع ابلاغ کی وجہ سے ایک ایک بات پورے عالم میں اسی وقت پہنچ جاتی ہے جس وقت وہ اسٹیج سے کہی جارہی ہے، پوری دنیا میں مذکورہ بالا بیانات کی اس قدر غیر معمولی اشاعت کے بالمقابل قدیم بیانات میں کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی یا بیان کے وقت تمام حکمتوں اور مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی اس سے آپ جیسے عالمی دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر واس کے ساتھیوں کے افکار و خیالات موقف ومسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے، احقر اس کو نہایت افسوس ناک اور دعوت وتبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے۔ فالی اللہ المشتکی و إلیہ المستعان.

نوٹ : ہمارے یہاں مرکز میں لیٹر پیڈ اور مہر وغیرہ کے استعمال کا معمول نہیں ہے، نیز احقر کے بیانات پر جو اعتراض ہیں ان کے متعلق احقر کی کم علمی کے باوجود جو معلومات اور ان کے علمی مراجع وغیرہ ہیں آئندہ ارسال کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

بندہ محمد سعد

بنگلہ والی مسجد،

نظام الدین، دہلی

۲۹ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ

مطابق ۳۰ نومبر ۲۰۱۶ء بروز چہار شنبہ

جناب مولانا محمد سعد صاحب کی وضاحتی تحریر

پردارالعلوم کا جوابی خط

جناب مولانا محمد سعد صاحب وفقنا اللہ وایاکم لما تحبہ وترضاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت خواہ بحمدہ وتعالیٰ بعافیت ہے۔

تحریر طلب امر یہ ہے کہ آں جناب کا مرسلہ مکتوب پڑھ کر مسرت ہوئی کیوں کہ ہماری سعادت مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اگر ہم سے اللہ رب العزت کے پسندیدہ دین کے احکام میں یا اُن کے منتخب وبرگزیدہ شخصیات علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بھول چوک سے کوئی خطا سرزد ہوجائے تو تنبہ پر بغیر کسی تاخیر کے اس سے رجوع اور اُس کے ناگوار اثرات کے تدارک کی مخلصانہ کوشش کی جائے، آپ کے مراسلہ گرامی نامہ کے ابتدائی حصہ سے بظاہر یہی تاثر ہوتا ہے جو کہ بلاشبہ قابل قدر ہے لیکن خط کے آخری حصہ سے یہ تاثر ختم ہوجاتا ہے۔

کیوں کہ خط کے آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ ''امور سطور بالا'' کے بالمقابل قدیم بیانات میں احقر کی کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی یا بیان کے وقت تمام حکمتوں یا مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی، اس سے آپ جیسے عالمی، دینی، مرکز کے اہم ذمہ داری حضرات کو احقر واس کے ساتھیوں کے افکار وخیالات، موقف ومسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے، احقر اس کو نہایت افسوس ناک اور دعوت وتبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے۔'' (بلفظہ)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو دارالعلوم کے موقف کی بنیاد آپ کے صرف پرانے بیانات نہیں ہیں بلکہ ماضی قریب کے بیانات بھی ہیں، بلکہ ایک اقتباس کے کچھ اجزاء کو چھوڑ کر باقی تمام اقتباسات قریبی وقت کے ہیں۔

ثانیاً آپ کے حالیہ بیانات میں مدارس، علماء اہل اللہ سے قربت کی ترغیب تو دی گئی ہے لیکن قابل اشکال باتوں سے رجوع یا ان کی تردید کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ کے مراسلہ کا آخری حصہ صاف بتارہا ہے کہ آپ کے نزدیک دارالعلوم دیوبند کا یہ فتویٰ (جس کے پیش نظر یہ طویل مکتوب ارسال کیا گیا ہے) بدگمانی اور دعوت تبلیغ کے کام اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون کے جذبے سے مرتب کیا گیا ہے، آں جناب کا یہ وہم اور خیال یکسر نادرست اور غلط ہے، فتاویٰ بدگمانی کی بنیاد پر نہیں بلکہ بیان شریعت کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، پھر آں جناب کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ ''سوء ظن اور بدگمانی'' علمی اور شرعی اعتبار سے اس ظن وگمان کو کہا جاتا ہے جو قرائن وامارات وعلامات کے بغیر قائم کیا جاتا ہے، جس ظن وگمان کی بنیاد قرینہ وامارت وعلامت پر ہو، اسے سوء ظنی اور بدگمانی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا ہے، علاوہ ازیں دارالعلوم دیوبند کا یہ فتویٰ اور موقف تو آپ کی صریح اور غیر محتمل عبارتوں پر مبنی ہے، تو اسے بدگمانی پر محمول کرنا بجائے خود ایک گونہ بدظنی ہے۔

بایں ہمہ چوں کہ آپ ملک کے ایک نہایت معروف علمی ودینی خاندان کے فرد ہیں، پھر دعوت وتبلیغ کی آپ سے پشتینی وابستگی ہے، اس کے پیش نظر اس فتویٰ میں آں جناب کے ساتھ حسن ظن کے پہلو کو راجح رکھا گیا ہے مگر وائے افسوس کہ آپ اسے بھی بدگمانی پر محمول کررہے ہیں، رہا دارالعلوم دیوبند کا جماعت تبلیغ کے ساتھ بے لوث خیر خواہی کا تعلق اور اپنی تعلیمی وتدریسی مشاغل کی رعایت کے ساتھ تعاون، تو یہ عالم آشکارا ہے، اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

مزید یہ ہے خط کے آخر میں نوٹ کے عنوان سے آپ نے لکھا ہے کہ ''احقر کے بیانات پر جو اعتراضات ہیں، ان کے متعلق احقر کی کم علمی کے باوجود معلومات ان کے علمی مراجع وغیرہ آئندہ ارسال کرنے کی کوشش کی جائے گی، اس سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی آراء اور افکار ونظریات کو صحیح سمجھتے ہیں اور ان کے دلائل فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

آں جناب کے نام اس مراسلہ کے بعد مراسلت کے سلسلے کو درازی سے بچانے کی غرض سے یہ خیال ہورہا ہے کہ اب دارالعلوم دیوبند کا متفقہ موقف اہل مدارس، اہل علم اور امت کے سنجیدہ حضرات کی خدمت میں ارسال کردیا جائے تاکہ جماعت کا یہ مبارک کام غلط نظریات وافکار کی آمیزش سے بچ سکے اور اس کی افادیت اور علماء حق کے درمیان اس کا اعتماد قائم رہے۔

ابوالقاسم نعمانی　　۱۴۳۸/۳/۵ھ

مولانا محمد سعد صاحب کا رجوع نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر رمکرم حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آں جناب نے بندے کے چند مختلف بیانات کو قابل اعتراض قرار دیتے ہوئے جو تحریر مرتب فرمائی تھی جسے عوام میں فتویٰ کا نام دیا گیا، بندے نے اس کے بارے میں ایک رجوع نامہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس میں اپنے اکابر سلف اہل سنت والجماعت کے عقائد سے سرموانحراف سے براءت کا اظہار کر کے جو باتیں ان کے مخالف بندہ سے سرزد ہوئی ہوں، ان سے رجوع کا اعلان کیا تھا، لیکن اس رجوع نامے کے آخر میں کچھ ایسے جملے آگئے تھے جن کو رجوع کی روح کے منافی سمجھتے ہوئے اس سے متعارض قرار دیا گیا، اس لئے وہ رجوع نامہ قابل قبول نہیں سمجھا گیا، حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنا مافی الضمیر اس وقت پوری طرح واضح نہیں کرسکا۔ درحقیقت بات یہ تھی کہ آپ کی تحریر میں بندے کی کچھ باتیں تو ایسی تھیں جن سے بندہ نے غیر مشروط کا اظہار کیا تھا اور کچھ باتیں ایسی تھیں جو درحقیقت سلف کے مفسرین کے ایسے کلام سے ماخوذ تھیں جو شاید معترض حضرات کی نظر سے نہیں گذرا، جس کی وجہ سے انہیں قطعی بے اصل اور محض تفسیر بالرائے قرار دیا گیا، حالاں کہ وہ سلف سے منقول ہیں اور ان کی بناء پر کسی بات کو باطل محض یا گمراہی نہیں قرار دیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ انہیں مرجوح کہہ سکتے ہیں، ان منقولات کے مراجع آں جناب کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ اس غرض سے ظاہر نہیں کیا گیا تھا، رجوع سے رجوع مقصود تھا، بلکہ یہ نقول آں جناب کی خدمت میں لانے کا منشاء یہ تھا کہ ان پر غور فرمالیا جائے تا کہ ہر قسم کی غلطی کو ایک ہی صف میں شمار نہ کیا جائے کیوں کہ بعض جگہ مضمون کی غلطی ہوگی، بعض جگہ ترجیح کی غلطی ہوگی اور بعض جگہ تعبیر کی کوتاہی اور بعض باتیں ایسی ہوں گی جن کا حاصل نزاع لفظی ہوگا، رجوع نامہ میں میں نے تمام امور کا اجمالی جواب دینا چاہا جو ان سب قسموں کو شامل ہوجائے، اس سے تعارض کا شبہ پیدا ہوا، اس لئے بندہ نے اول تو وہ موہم فقرے رجوع نامے سے نکال کر جناب کے پاس بھیجے اور اب اس تحریر کے ذریعہ مفصل طور پر ایک ایک اعتراض کے بارے میں اپنا موقف اور رجوع کی نوعیت واضح کرنا چاہتا ہوں، جن سے انشاء اللہ تعارض کا اشتباہ رفع ہوجائے گا، آپ کی تحریر میں میرے بیانات کو قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے، اب میں ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اپنا موقف عرض کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

اس واقعہ میں بندہ نے جو کچھ بیان کیا، وہ ان متعدد مفسرین کے قول کی بنیاد پر بیان کیا تھا جنہوں نے جلدی چلے آنے پر باری تعالیٰ کے سوال کو فی الجملہ نکیر پر محمول کیا اور اسے بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب قرار دیا ہے، ان مفسرین کی عبارتیں درج ذیل ہیں:

والاستفهام للانكار و يتضمن كما في الكشف انكار السبب الحامل لوجود مانع في البين وهو ايهام اغفال القوم و عدم الاعتداء بهم مع كونه عليه السلام مامورا باستصحابهم و احضارهم معه و انكار اصل الفعل لأن العجلة نقيصة في نفسها فكيف من أولي العزم اللائق بهم مزيد الحزم (روح المعانی، ج ۱۶، ص ۲۴۱)

اسی بات کو معارف القرآن میں بھی ایک قول کے طور پر نقل فرمایا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

''آپ کے منصب رسالت کا تقاضہ یہ تھا کہ قوم کے ساتھ رہتے، ان کو اپنی نظر میں رکھتے اور ساتھ لاتے، آپ کی عجلت کا نتیجہ ہوا کہ قوم کو سامری نے گمراہ کردیا۔'' (معارف القرآن، ج ۶، ص: ۱۲۲)

لہٰذا جو بات کہی گئی وہ تفسیر بالرائے نہیں تھی، اس کی بنیاد سلف کے کلام میں موجود تھی، اس لئے اگر کوئی اس تفسیر کو اختیار کرے تو اسے اہل سنت سے خارج نہیں کیا جاسکتا، البتہ بندہ یہ اعتراف کرتا ہے کہ اس کے مقابل دوسری تفسیر جو علامہ قرطبیؒ نے فرمائی ہے، بے غبار ہے اس کو اختیار کرنا اس لحاظ سے راجح ہے کہ اس سے کسی نبی کی طرف سے کسی اجتہادی غلطی کی نسبت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، نیز جس انداز اور تفصیل سے بندہ نے وہ بات عوام کے مجمع میں کہی، اس سے مزید غلط فہمیاں بھی پیدا ہوسکتی ہیں جو مقصود نہیں تھیں، اس لئے میں اپنے ایسے

بیانات سے رجوع کرتا ہوں، اس لئے نہیں کہ وہ تفسیر بالرائے تھی، بلکہ اس لئے کہ وہ مرجوح تھی اور اس کے بیان میں بھی قصور ہوا جس سے حضرت موسیٰ کے بارے میں بے ادبی کا شبہ پیدا ہوا، بندہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کسی ادنیٰ بے ادبی سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے۔

اجرت لے کر تعلیم دینا

دراصل بندہ یہ سمجھتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک میں طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن متاخرین نے جو اجازت دی ہے وہ جس وقت کی تاویل سے دی ہے، لہٰذا اس کو تعلیم پر اجرت نہیں کہا جاسکتا، لیکن بندہ سے اس مفہوم کے ادا کرنے میں قصور ہوا اور بات ایسے انداز سے کہہ دی گئی کہ جس سے علم دین کے مدرسین کے بارے میں یہ عمومی تاثر پیدا ہوگا کہ ان کا اجرت لینا جائز نہیں ہے، اس تاثر سے بھی بندہ واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے۔

موبائل سے قرآن کریم پڑھنا اور سننا

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں موبائل جس قسم کی خلاف شرع باتوں بلکہ عریانی اور فحاشی میں استعمال ہو رہا ہے اس کی وجہ سے یہ بندے کی رائے ہے کہ اس میں قرآن کریم کو محفوظ کر کے اس میں تلاوت کرنا قرآن کی بے ادبی ہے، یہ میری اور بعض دوسرے علماء کی بھی رائے ہے۔ دوسرے اہل علم اس سے اختلاف کر سکتے ہیں، لیکن اس کو بیان کرنے میں بندے سے ایک تو چوک ہوئی کہ ایک مجتہد فیہ مسئلے میں مخالف رائے کو بالکل باطل قرار دینا اس کے قائلین پر نکیر کرنا اور انہیں علماء سوء قرار دینا حدود سے متجاوز تھا جو عوام کو اجتناب کی تلقین کرنے کے سیاق میں سرزد ہوا، دوسرے کیمرے والے موبائل کو جیب میں رکھ کر نماز نہ ہونے کا حکم بھی اسی پر متفرع کیا گیا، تیسرے اس قسم کے مسائل کو جن میں علماء کرام کی دو رائے ہوسکتی ہیں تبلیغی اجتماعات میں بیان کرنے کا معمول نہیں رہا ہے، اس مسئلے کا بیان اس معمول کے خلاف ہوا۔

اپنی غلطی کے اس اعتراف کے ساتھ یہ گذارش بھی کرنا چاہتا ہوں کہ جس معاملے میں علماء معاصرین کی آراء مختلف ہوں، جس طرح انہیں عوام کے مجمع میں اس شدت کے ساتھ بیان کرنا درست طرز عمل نہیں جس شدت کے ساتھ بندے نے بیان کیا، اسی طرح اگر کوئی اس معاملہ میں محتاط رائے رکھتا ہو، تو ایسی بات نہیں کہ اس کی بنا پر اسے گمراہ یا اہل سنت سے خارج قرار دیا جائے۔

اصلاحی تعلق اور دین کے دوسرے شعبے

بندہ اپنے رجوع نامے کے شروع میں اپنا نقطۂ نظر واضح کر چکا ہے کہ بندے کے نزدیک تبلیغ کے علاوہ تعلیم دین اور تزکیہ کے لئے علماء اور اہل اللہ کی صحبت دین کا اہم شعبہ ہے اور بندہ اپنے بیانات میں اس پر زور دیتا رہتا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی اس پہلو کو زیادہ زیادہ اہمیت کے ساتھ واضح کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔

لیکن جب کوئی شخص دین کے کسی ایک شعبے سے وابستہ ہوتا ہے تو وہ اپنے احباب کو اس شعبے کی اہمیت بتانے اور انہیں کام پر آمادہ کرنے کے لئے اس پر زیادہ زور دیتا ہے، بندہ چوں کہ تبلیغ کے کام سے وابستہ ہے تو اپنے احباب کے سامنے اسی کی اہمیت زیادہ اہتمام کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ بعض ایسے مقامات پر اس کام کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے بیان کا کچھ ایسا انداز ہوگیا ہے جس سے معاذ اللہ دین کے دوسرے شعبوں کی اہمیت کا کم ہونا سمجھا گیا ہے، جو حقیقت یہ ہے کہ مقصود نہیں تھا اور جس کے مقصود نہ ہونے پر بندے کے دوسرے بیانات شاہد ہیں، لہٰذا بندے کا کوئی بھی ایسا بیان جس سے تبلیغ کے علاوہ دین کے دوسرے شعبوں کی ناقدری سمجھ میں آتی ہو یا جس سے تبلیغ کے شرعی حکم کو کسی ایک خاص طریقے کے ساتھ محدود قرار دینا لازم آتا ہو، بندہ اس سے رجوع اور براءت کا واضح اعلان کرتا ہے اور انشاء اللہ آئندہ اس بات کا پورا خیال رکھے گا کہ اس قسم کا کوئی تاثر پیدا نہ ہو۔

امید ہے کہ ان گزارشات کے بعد بندے کے رجوع نامے کے بارے میں پیدا شدہ اشتباہ انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہوجائے گا۔

والسلام مع الاکرام

بندہ محمد سعد

بنگلہ والی مسجد، حضرت نظام الدین، دہلی

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

مطابق ۹ رجنوری ۲۰۱۷ء

دارالعلوم دیوبند کا جواب

باسمہٖ تعالیٰ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین، سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین. امابعد.

جناب مولانا سعد صاحب کاندھلوی کے بعض بیانات کی روشنی میں ان کے افکار اور نظریات کے سلسلے میں دارالعلوم دیوبند نے اپنا متفقہ موقف واضح کیا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ تحقیق کے بعد اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ان کے بیانات میں قرآن و حدیث کی غلط یا مرجوح تشریحات، غلط استدلالات اور تفسیر بالرائے پائی جارہی ہے۔ بعض باتوں میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں بے ادبی ظاہر ہوتی ہے، جب کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن میں موصوف جمہور امت اور اجماع سلف سے باہر نکل رہے ہیں، چوں کہ یہ متفقہ موقف اب عام ہو چکا ہے، اس لئے اس کے مکمل اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے رجوع کے نام سے ایک تحریر بھی موصول ہوئی جس پر اطمینان نہیں ہو سکا تھا۔

اب مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ کو رجوع نامہ کے سلسلے میں ایک نئی تحریر موصول ہوئی ہے، جس کے تمام مشمولات اور تفصیلات سے اگرچہ اتفاق نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس تحریر میں مولانا نے فی الجملہ اپنے بیانات سے رجوع کیا ہے جن کا ذکر دارالعلوم دیوبند کے موقف میں کیا گیا تھا اور آئندہ ان کا اعادہ نہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

اب اس موقع پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے مولانا محمد سعد صاحب کی جن قابل اشکال باتوں کے سلسلے میں اپنا متفقہ موقف ظاہر کیا تھا وہ موقف اپنی جگہ پر قائم ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے اپنا متفقہ موقف واپس نہیں لیا ہے اور ان افکار و نظریات کو جن کا ذکر متفقہ موقف میں کیا گیا ہے، دارالعلوم دیوبند بہرحال غلط اور ناقابل قبول سمجھتا ہے اور ان تمام غلط باتوں پر جن کی نشان دہی متفقہ موقف میں کی گئی ہے، جماعت کی ہر سطح پر قدغن لگانا ضروری سمجھتا ہے،

لیکن مولانا نے اپنی تحریر میں چوں کہ فی الجملہ رجوع کرتے ہوئے آئندہ ان باتوں سے پرہیز کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے، اس لئے اس پر اعتماد کرتے ہوئے ہم توقع کرتے ہیں کہ مولانا آئندہ ایسی باتوں سے مکمل احتیاط برتیں گے جو علمائے راسخین کے نزدیک قابل گرفت ہوسکتی ہوں، اسی کے ساتھ مولانا محمد سعد صاحب کو بطور خاص اس امر کی طرف متوجہ کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سلسلے میں ان کے بیانات صرف مرجوح حیثیت کی تفسیر نہیں رکھتے بلکہ وہ یقینی طور پر غلط ہیں اور جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شانِ اقدس کے منافی ہیں، اس لئے اس مسئلہ میں مولانا کو اپنے تمام بیانات کی بلا تاویل تردید کرنی چاہئے، خواہ حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عجلت کو بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب قرار دینے کا مسئلہ ہو یا چالیس رات دعوت ترک کر کے عبادت میں مشغول رہنے کا الزام ہو، اس مسئلہ کی مختصر وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل تحریر ملاحظہ فرمائی جائے، نیز تفصیلی دلائل کے لئے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کا مضمون "وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى" کی صحیح و معتبر تفسیر بغور دیکھنی چاہئے، جو اس تحریر کے ہمراہ ارسال ہے اور دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر بھی شائع ہو چکی ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو بیان کرتے ہیں اس کے بارے میں قابل توجہ امور:

(۱) مولانا اپنی تحریر مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۹ رجنوری ۲۰۱۷ء میں لکھتے ہیں: "میں اپنے ایسے بیانات سے رجوع کرتا ہوں اس لئے نہیں کہ وہ تفسیر بالرائے تھی، بلکہ اس لئے کہ وہ مرجوح تھی، الخ"

اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ مرجوح ہی نہیں بلکہ غلط اور باطل ہے سلف میں سے کسی کا یہ قول نہیں ہے اور نہ کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ روح المعانی سے جو عبارت مولانا نے نقل کی ہے اس عبارت کا مولانا کی اس بات سے "موسیٰ علیہ السلام چالیس رات دعوت کے عمل کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہو گئے، اسی وجہ سے بنی اسرائیل کی اکثریت گمراہ ہو گئی" کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔

(۲) خدائے عالم الغیب والشہادۃ نے قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا

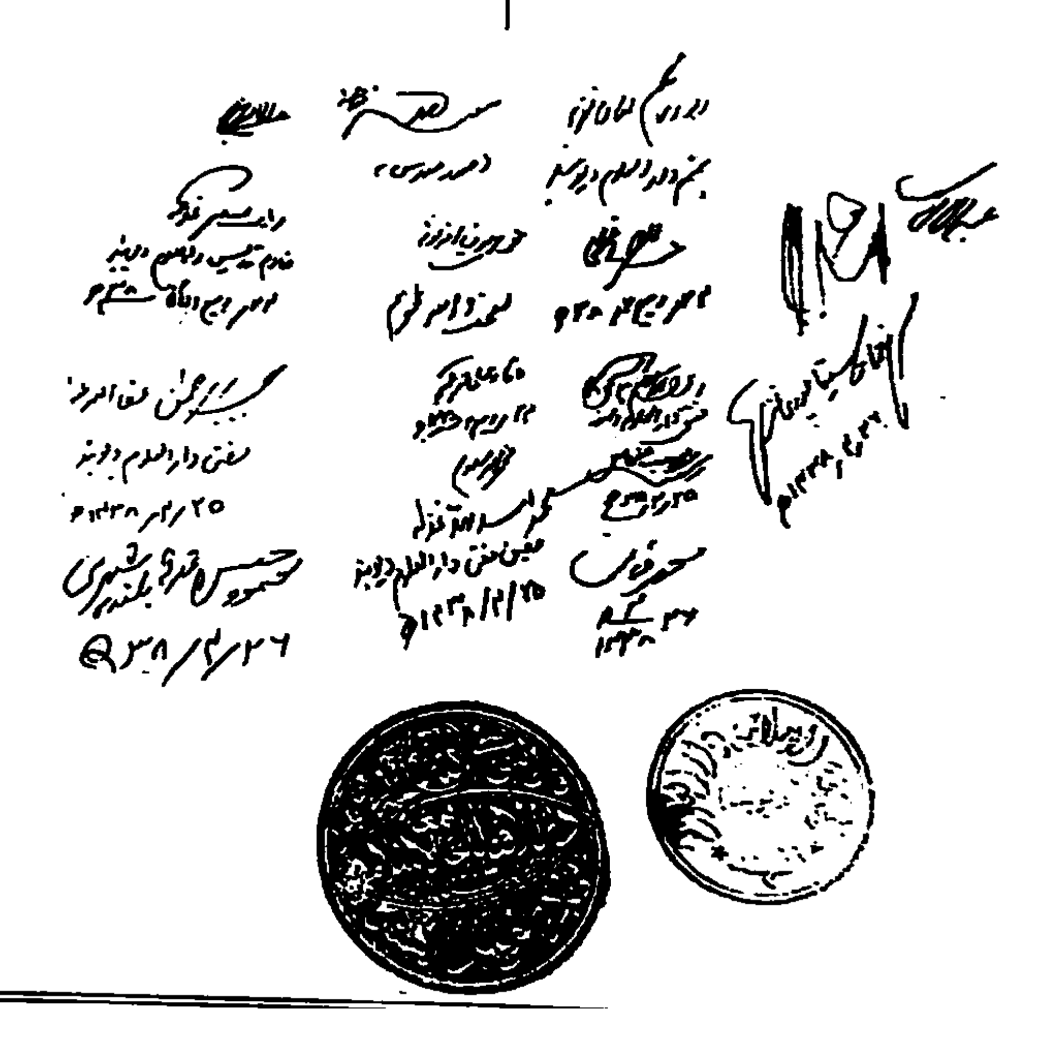
قومَكَ الآية میں واضح الفاظ میں قوم موسیٰ کی گمراہی کا حقیقی ومجازی سبب بیان فرمادیا ہے۔ اس سے حضرت موسیٰ کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔
صاحب مظہریؒ کے جس تفسیری قول کو مولانا اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، اولاً تو خود قاضی صاحب نے اس کو بصیغۂ تمریض بیان کیا ہے، پھر اس کا جو جواب نقل کیا ہے اُسے لفظ ''لعل'' سے بیان کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس پر خود انہیں بھی، جزم یقین نہیں ہے، علاوہ ازیں اس جواب میں علمی خدشات بھی ہیں، پھر اس کا مولانا کی بات سے کوئی ربط نہیں ہے، ان وجوہ سے اس مسئلہ میں اسے دلیل سمجھنا بڑی بھول ہے، نیز روح المعانی سے جو عبارت نقل کی گئی ہے اس کا بھی مولانا کی بات سے ادنیٰ تعلق نہیں ہے بلکہ اس کے سیاق وسباق کے پیش نظر رکھ کر دیکھیں تو وہ فی الجملہ مولانا کے دعویٰ کے خلاف ہوگی۔

قرآن کریم کی ایک آیت کو پڑھئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باری تعالیٰ کے سوال ''مَا أَعْجَلَكَ'' کا جو جواب دیا ہے اس پر کسی نوع کا کوئی انکار مذکور نہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب کو قبول فرمالیا۔

آگے مولانا لکھتے ہیں کہ: ''اس کے بیان میں بھی قصور ہوا، جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بے ادبی کا شبہ پیدا ہوا۔''

ذرا اپنے اس جملہ پر غور کریں ''موسیٰ علیہ السلام نے صرف چالیس رات دعوت کا عمل نہیں کیا'' مولانا صریح لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ ''موسیٰ نے دعوت وتبلیغ جو ان کا فرض منصبی ہے وہ ترک کردیا'' حالاں کہ حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو جو نص قرآنی کار نبوت ورسالت میں ان کے شریک تھے، اپنا نائب وقائم مقام بنادیا تھا اور قرآن بیان کرتا ہے کہ انہوں نے دعوت تبلیغ کی یہ خدمت انجام بھی دی، پھر بھی مولانا حضرت موسیٰؑ کو ترک دعوت کا مورد قرار دے رہے ہیں، کیا یہ ان کی شان رسالت میں صریح تنقیص نہیں ہے؟ اس لئے مولانا نیر جوع سے پہلے جو باتیں لکھیں ہیں وہ نہ درست ہیں نہ مولانا کے منصب کے مطابق ہیں۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں مولانا محمد سعد صاحب اپنے تمام بیانات سے بلا تاویل وتوجیہ رجوع کریں اور اس کا اعلان کریں۔

عکس تحریر: دستخط حضرت علمائے ربانیین ومہر دار الافتاء دار العلوم دیوبند



مولانا سعد صاحب کا آخری رجوع نامہ

بتاریخ ۱۸رفروری ۲۰۱۷ء مطابق ۲۰رجمادی الاول ۱۴۳۸ھ بروز ہفتہ اردو کے اکثر و بیشتر اخبارات میں شائع ہوا، جس میں رودتحریر درج تھیں۔ ایک تحریر میں انتظامی امور کا تذکرہ تھا، دوسری تحریر رجوع نامہ پر مبنی تھی۔ عکس تحریر پیش ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بخدمت جناب مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

آں جناب کا خط موصول ہوا، جس میں آں جناب نے بندہ کو بلاتاویل وتوجیہ رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ بندہ کو علماء دارالعلوم دیوبند پر مکمل اعتماد ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر تشریف لے جانے والے واقعہ میں بندہ اپنے تمام بیانات سے بلاتاویل وتوجیہ رجوع کرتا ہے اور آئندہ اس کو بیان کرنے سے انشاء اللہ مکمل اجتناب کرنے کا پختہ ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا حفظ وامان عطا فرمائے۔ آمین

۴رجمادی الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۲رفروری ۲۰۱۷ء

فقط والسلام

بندہ محمد سعد عفی عنہ ربنگلہ والی مسجد، حضرت نظام الدین، دہلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بخدمت جناب مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم
امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے
آنجناب کا خط موصول ہوا جس میں آنجناب نے
بندہ کو بلا تاویل و توجیہ رجوع کرنے کا حکم دیا ہے

بندہ کو حضرات علماء دارالعلوم دیوبند پر مکمل اعتماد ہے
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف
لے جانے والے واقعہ میں بندہ اپنے تمام بیانات سے
بلا تاویل و توجیہ رجوع کرتا ہے
اور بندہ آئندہ اس کے بیان کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ
مکمل اجتناب کرنے کا پختہ ارادہ کرتا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا حفظ وامان عطا فرمائے۔ آمین

۴ر جمادی الاول ۱۴۳۸ھ
مطابق ۲ر فروری ۲۰۱۷ء

فقط والسلام
بندہ محمد سعد
بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دہلی

(مطالعہ تفاسیر)

وَمَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى (طٰہٰ:۸۸)

کی صحیح ومعتبر تفسیر

از حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین. امابعد!

سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر ہفتوں سے ایک استفتاء بنام مولانا عبدالسلام قاسمی غازی آباد جاری ہے، جس میں مولانا سعد صاحب کاندھلوی کی ایک تقریر جوانہوں نے ۱۳رربیع الاول ۱۴۳۸ھ ر۱۳ردسمبر ۲۰۱۶ء کو بعد نماز فجر مرکز نظام الدین میں کی تھی درج ہے، جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ ''حضرت کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ تمام فرائض اور تمام سنتوں اور تمام اللہ کے احکام میں سب سے اونچا حکم رکھتا ہے کیوں کہ دین کے سارے شعبوں کا احیاء دعوت کے فریضہ کے ادا کرنے پر موقوف ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ دین کے سارے شعبوں کا احیاء دعوت الی اللہ کی ادائیگی پر موقوف ہے، دعوت کا چھوٹ جانا امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ کر اللہ کی رضا اور اس کو خوش کرنے کے لئے تنہا عبادت میں مشغول ہوگئے اور قوم پیچھے رہ گئی، اللہ نے پوچھا ''مَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى'' موسیٰ نے عرض کیا کہ وہ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، آپ کو راضی کرنے کے لئے آگے بڑھ گیا (وہاں سے سنناہات کو) اللہ نے فرمایا اے موسیٰ! ہم نے تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو فتنہ اور آزمائش میں ڈال دیا، علماء نے لکھا ہے کہ وجہ یہ ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام بجائے قوم کو ساتھ لے کر آنے کے قوم کو چھوڑ کر آگئے۔ چالیس رات موسیٰ نے عبادت میں گذار دی، اللہ کی شان کہ چھ لاکھ بنی اسرائیل

جو سب کے سب ہدایت پر تھے ان میں سے پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار چالیس رات کی چھوٹی سی مدت میں گمراہ ہوگئے۔

صرف ۴۰ رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا (میں یہ سمجھ کر کہہ رہا ہوں) صرف ۴۰ رات موسیٰ علیہا لسلام نے دعوت کا عمل نہیں کیا، ۴۰ رات موسیٰ علیہ السلام عبادت میں مشغول رہے اور چالیس رات کے عرصہ میں ۵ لاکھ ۸۸ ہزار بنی اسرائیل سب کے سب بچھڑے کی عبادت پر جمع ہوگئے الخ۔"

مولانا سعد صاحب یہ تقریر پہلے بھی کر چکے تھے، جس پر بعض علماء نے کہا کہ ان کی تقریر کے خط کشیدہ جملہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور خود امر الٰہی کی تنقیص ہورہی ہے کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے اور اللہ کی طرف سے مقرر کردہ میقات میں گئے تھے، اس لئے یہ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ترک دعوت اور مشغول عبادت ہونے کے سبب قوم گمراہ ہوگئی، ایک اولوالعزم پیغمبر کی شان میں بلاشبہ بے ادبی ہے اور حضرات انبیاء کی شان میں اس قسم کی بے ادبی انتہائی خطرناک ہے۔

اب اسی سلسلے میں بنام مولانا عبدالسلام قاسمی غازی آبادی کا ایک استفتاء اور اس کے ساتھ مولانا محمد سعد صاحب کے حق میں تفسیری نقول پیش کئے گئے ہیں، اس زیر نظر تحریر میں اصل واقعہ کو سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ کی متعلقہ آیات کی مستند و معتبر تفسیروں سے واضح کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی مستفتی مولانا عبدالسلام غازی آبادی نے مولانا سعد کے حق میں جو دلائل پیش کئے ہیں، ان کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ تحریر ایک طالب حق کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ واللہ ہوالموفق

ملحوظات

(۱) **معصیت کی حقیقت** : اپنے قصد و اختیار سے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرنا۔

(۲) حضرات انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، یہی اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے، راجح قول کے لحاظ سے یہ عصمت گناہ صغیرہ سے بھی ہے، علمائے دیوبند کے مقتدا حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی بعض تصانیف میں بدلائل اس راجح قول کو بیان کیا ہے۔

(۳) حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توقیر و تعظیم اور ان کی عزت و حرمت کی پاسداری باجماع اہل سنت والجماعت واجب ہے، تفسیری اقوال یا اسرائیلی روایات کی بنیاد پر ان کی جانب ایسے امور کی نسبت جس سے فی الجملہ ان کی تنقیص ہوتی ہو، جائز نہیں ہے۔

(۴) تفسیر کی سب کتابیں باب عقائد و احکام میں لائق استناد نہیں ہیں، بلکہ ان میں طبقات ہیں:

(الف) اس باب میں صرف علماء حق کی مستند و معتبر کتابیں ہی مفید ہیں۔

(ب) پھر علمائے حق کی جن تفاسیر میں اسرائیلیات اور ضعیف روایتوں سے جس قدر زیادہ احتراز کیا گیا ہے، استناد میں اسی لحاظ سے ان کا درجہ بلند ہوگا۔

(۵) اہل حق حضرات صوفیاء کی تفاسیر جنہیں علمی اصطلاح میں "تفسیری اشاری" کہا جاتا ہے، ان اشاری تفسیروں سے بھی باب عقائد واحکام فقہی میں استدلال و استناد نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ ان کا موضوع باطنی معانی سے متعلق ہے، جب کہ عقیدہ و عمل کا ثبوت قرآن و حدیث کے ظاہری نصوص سے ہوتا ہے۔

(۶) اہل بدعت و اہواء، جیسے معتزلہ، روافض وغیرہ کی تفسیروں سے بھی بالخصوص باب عقیدہ میں احتجاج و استدلال درست نہیں ہے۔

(۷) عصر حاضر میں ایک ایسا فرقہ موجود ہے جو اگر چہ اپنی نسبت اہل سنت والجماعت کی جانب کرتا ہے لیکن اہل سنت کے بہت سے اصول سے منحرف ہے۔ یہ فرقہ اپنی عقل و فہم کو اس درجہ اہمیت دیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں حقائق شرعیہ میں بھی تاویل و تحریف کر دیتا ہے۔ بخاری و مسلم کی احادیث تک کو (جب کہ اہل علم کے اجماع کے مطابق یہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہیں) ضعیف و موضوع ٹھہرا دیتا ہے، اجماع کا منکر ہے، معجزات کا بھی منکر ہے، ہندوستان میں اس فرقہ کے اولین رہنما سرسید احمد خاں اور مصر میں شیخ مفتی محمد عبدہ ہیں جن کے اہم ترین تلامذہ میں سید محمد رشید رضا مصری اور شیخ محمد مصطفی مراغی ہیں، اس فرقہ کی تفسیری کتابیں بھی لائق اعتماد نہیں، اس لئے باب دین میں ان پر اعتماد سے احتراز لازم ہے۔

نوٹ : مطالعہ تفسیر میں انشاء اللہ یہ ملحوظات مفید ہوں گے۔

تفسیر آیات سورۃ الاعراف

بنی اسرائیل کی مصر سے واپسی

بنی اسرائیل جب سلامتی کے ساتھ بحر قلزم پار کر گئے اور اپنی آنکھوں سے فرعون اور اس کے سارے لشکر کو غرق ہوتے اور پھر ان کی نعشوں کو ساحل سمندر پر تیرتے ہوئے دیکھ لیا، تو انہیں اس کی طرف سے مکمل اطمینان ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں لے کر وادئ سینا کی طرف روانہ ہو گئے، راستہ میں ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بتوں کی پوجا میں لگی ہوئی تھی اور بتصریح مفسرین یہ بت گائے کی شکل میں تھے، تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کرنے لگے "اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ"

اس فکری پستی کا مظاہرہ کیوں؟

بنی اسرائیل اگرچہ نبیوں کی اولاد تھے اور ان میں ابھی تک وہ اثرات کسی قدر باقی تھے جو انہیں اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملے تھے لیکن صدیوں کی غلامی اور مصری بت پرستوں کے حاکمانہ اقتدار میں رہنے کی وجہ سے اخلاقی پستی، عزائم کی کمزوری، احسان فراموشی، سرکشی، فساد انگیزی وغیرہ جیسے رذائل ان کا قومی مزاج بن گئے تھے، اپنے اسی مزاج کی بناء پر وہ سارے دلائل و معجزات جنہیں وہ اب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ دیکھ چکے تھے، سب کو نظر انداز کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کر بیٹھے کہ ہمارے لئے بھی ایسا ہی معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں۔

بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں لے کر اس لق و دق بیابان میں پہنچ گئے جسے توریت میں بیابان شور، سین اور سینا کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے، اسی بیابان کے ایک سرے پر کوہ طور واقع ہے۔

اس بیابان شور میں ان کے کھانے پینے کا معجزاتی انتظام بھی کر دیا گیا کہ بحکم الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک پتھر پر اپنے عصا کو مارا تو پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور کھانے کے لئے روزانہ من وسلویٰ کا نزول ہو جایا کرتا تھا، پھر دھوپ کی تپش کی شکایت پر بادلوں کا سائبان ان پر تان دیا گیا۔ ان سب خدائی انتظامات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود اللہ رب العزت کے وعدہ اور حکم کے مطابق رب کائنات سے براہ راست مناجات اور بنی اسرائیل کے لئے دستور شریعت یعنی تورات حاصل کرنے کی غرض سے کوہ طور پر جانے کا قصد کیا، تو حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی اصلاح اور نگرانی کے لئے اپنے قائم مقام بنا کر اپنے کچھ منتخب اصحاب کے ہمراہ کوہ طور کے لئے روانہ ہو گئے۔

قرآن حکیم ناطق ہے:

(۱) وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ. وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ. (الاعراف: ۱۴۲،۱۴۳)

لِمِيْقَاتِنَا کی تفسیر میں امام قرطبی لکھتے ہیں: أی الوقت الموعود اسی بات کو امام بغوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: أی الوقت الذی ضربنا له اور صاحب مظہری کے یہ الفاظ ہیں: أی وقتنا الذی وقتنا له أن أكلمه فيه."

یہ آیت پاک صاف طور پر بتا رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خود اپنے طور پر قبل از وقت کوہ طور پر نہیں پہنچ گئے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عہد و امر پر منجانب اللہ مقررہ وقت پر وہاں گئے کہ اس مقررہ مدت میں بحکم خدا عبادت و ریاضت میں مشغول رہیں گے، ان چالیس دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تنہائی میں عبادت میں مشغول رہنا اللہ کے حکم کی تعمیل و تکمیل میں تھا۔ پھر قوم سے اس غیوبت کے زمانہ میں ایک نبی کو اپنا قائم مقام بنائے گئے تھے کہ قوم میں اصلاح و دعوت کا سلسلہ جاری رہے، اگرچہ قوم بنی اسرائیل کے اصل ہادی اور رہنما حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے اس عرصہ کے لئے حضرت ہارون کو جو خود بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں، اپنا نائب اور قائم مقام بنا دیا تو ان کی حیثیت اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی جیسی ہے اور قرآن پاک ناطق ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی یہ خدمت انجام دی۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے:

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِيْعُوْا اَمْرِیْ. (طٰہٰ:۹۰)

اس لئے یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام قوم کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف ہوگئے اور دعوت کا عمل نہیں کیا، اس لئے وہ قوم جو سب کی سب ہدایت پر تھی اس کی اکثریت گمراہ ہوگئی۔ "تدبرو تفکر"

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام حسبِ وعدۂ الٰہی طور پر گئے اور چالیس دنوں کے صیام واعتکاف وغیرہ کے بعد جب بغیر کسی واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی سے شرف یاب ہوئے تو فرطِ شوق میں سوال کر بیٹھے "رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ" الآیۃ.

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس سوال اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب کی تفصیلات وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد انہیں تورات عطا ہوئی۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّی اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ. وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ. (اعراف:۱۴۴،۱۴۵)

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو اکرامات وانعامات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوئے اور اس وقت جو کتاب ہدایت (تورات) انہیں ملی، اس کی افادیت واہمیت اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔

ذرا ٹھہر کر سوچئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو حضرت ہارون علیہ السلام کے حوالہ کر کے چالیس دن تک طور پر تنہا عبادت میں مشغول رہے، ان کا یہ عمل اگر بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب ہوتا تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات و اکرامات سے ہم کنار ہو سکتے تھے، جن کا اس آیت میں بیان ہے۔

اس شرف ہم کلامی اور عطائے توریت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو خبر دی: وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ. (الاعراف:۱۴۸)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يخبر تعالىٰ عن ضلال من ضل من بنی اسرائيل فی عبادتهم العجل الذی اتخذه السامری. و كان هذا منهم بعد ذهاب موسىٰ لميقات ربه تعالىٰ و أعلمه الله تعالىٰ بذلك وهو على الطور حيث يقول تعالىٰ اخبارا عن نفسه الكريمة: (قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ الخ) (تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص: ۲۵۳، سورۃ الاعراف)

اس آیت پاک کے کسی ایک حرف سے اشارۃً بھی یہ بات نہیں معلوم ہوتی کہ قوم بنی اسرائیل کی اس گمراہی کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اکیلے طور کے لئے جانا ہے بلکہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنے تفسیری کلمات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر بنی اسرائیل کا امتحان لیا جس میں وہ ناکام ہو کر سامری کے دامِ فریب میں الجھ گئے، جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر ہی دیدی۔

(۴) اوپر مذکور آیت میں یہ الفاظ گذر چکے ہیں:

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ.

ان الفاظ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ابتداء میں طور پر عبادت کی مدت تیس راتیں مقرر ہوئی تھیں، اس پر دس دن کا اضافہ کر کے اسے پورے چالیس کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے کس حکمت سے یہ اضافہ کیا؟ قرآن میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام طور پر جاتے وقت قوم سے یہی کہہ گئے تھے کہ میں تیس دنوں کے بعد واپس آجاؤں گا، لیکن جب تیس دن گذرنے کے بعد اس میں دس دن کا اور اضافہ ہوگیا تو موسیٰ علیہ السلام کی واپسی میں دس دنوں کی تاخیر ہوگئی، اسی مدت تاخیر یعنی آخری عشرہ میں سامری نے اپنی فریب کاریوں اور طلسمہ سازیوں سے بنی اسرائیل کو گئوسالہ پرستی میں مبتلا کر دیا، جس کی طرف وہ اپنی پستی فطرت کی وجہ سے پہلے ہی مائل تھے۔

باقی مارچ ۲۰۱۸ء کے شمارے میں پڑھیں، ان شاء اللہ

غم اور مشکل کا علاج

حدیث پاک میں ہے کہ جو آدمی ہمیشہ استغفار پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر مشکل آسان کر دیتا ہے اور ہر غم دور کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد)

آپ سب استغفار کی تسبیح صبح شام پڑھا کریں۔

بھوپال کا عالمی تبلیغی اجتماع

ارشاد احمد اعظمی ندوی مدنی

مدھیہ پردیش کی راجدھانی بھوپال میں عرصہ دراز سے ہر سال تبلیغی جماعت کا اجتماع ہوتا ہے، جس میں جماعت پوری دنیا سے لوگوں کو سمیٹ کر لاتی ہے اور اپنی قوت کا مظاہرہ کرتی ہے۔

پہلے یہ اجتماع شہر کے اندر تاج المساجد میں ہوا کرتا تھا اور مولانا عمران خان اس کی قیادت کرتے تھے، جس سے تاج المساجد اور اس سے ملحق دارالعلوم کی شہرت اور مادی فائدے ملتے تھے، یہ چیز بھوپال میں موجود دوسرے دینی اداروں کے لئے جلن کا باعث بنتی تھی، ساتھ ہی اجتماع کے ایام میں بھیڑ بڑھجانے کی وجہ سے حکومت بھی کوشاں تھی کہ کسی طرح یہ مصیبت ٹلے، بالآخر ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ اجتماع شہر سے دور اینٹ کھیڑی گاؤں لے جایا گیا۔

بھوپال کے اجتماع کے دو نمایاں کردار تھے، ایک عالم دین مولانا عمران خان ندوی ازہری، دوسرے شہر کے مشہور کاروباری نواب میاں دونوں انتقال کر گئے۔ مولانا عمران خان کی رحلت کے بعد ان کا گھرانہ اختلافات کا شکار ہو کر کمزور پڑ گیا۔ دوسری طرف نواب میاں اور ان کے اہل خانہ نے اینٹ کھیڑی میں بہت بڑی پراپرٹی بنائی جس کے تحفظ کا مسئلہ تھا، مقام اجتماع اینٹ کھیڑی بن جانے سے ان کی یہ فکر دور ہوگئی۔ اجتماع انہیں کے فارم میں ہوتا ہے، نواب میاں کے خاندان والوں نے اپنے سیاسی روابط بھی بنا رکھے ہیں، ان کا ایک قریبی رشتہ دار بی جے پی کا سرگرم رکن ہے اور ان کے وارث سکندر میاں وزیراعلیٰ شیوراج سنگھ چوہان کی بدھنی میں انتخابی مہم چلاتے ہیں، ان کے کاروبار کا سلسلہ بھی بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔

تبلیغی جماعت اپنے اس اجتماع کے لئے پوری طاقت لگا دیتی ہے، مہینوں پہلے اجتماع کی تاریخ لینے کے لئے ایک وفد حضرت نظام الدین دلی آتا ہے، اس وفد میں شرکت کو اہل مدارس اور اعیان علاقہ باعث شرف اور کار ثواب سمجھتے ہیں، تاریخیں عام طور پر نومبر اور دسمبر کی رکھی جاتی ہیں اور پھر اجتماع کے لئے حرکت شروع ہو جاتی ہے۔

تبلیغی جماعت والے جماعت میں وقت لگانے والوں کو جوڑے رکھنے کی انتھک کوشش کرتے ہیں، ان کے لئے وقفہ وقفہ سے پروگرام رکھتے ہیں، جن کو ''جوڑ'' کہتے ہیں۔ اگر شہر کے آخری کونے میں بھی ان کا کوئی شخص مشکل میں پڑ گیا تو اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں، اپنے پروگراموں میں انہیں کو آگے بڑھاتے ہیں جو جماعت میں نکل چکا ہو اور دوسروں سے صرف بقدر ضرورت تعلق رکھتے ہیں۔ بھوپال کی کوئی مسجد ایسی نہیں جس پر ان کا تسلط نہ ہو۔ اگر کسی امام نے ان کی مرضی کے خلاف کام کیا تو اس کے لئے مشکلات کھڑی کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب مسجدوں میں ننانوے فیصد انہیں کا پروگرام چلتا ہے اور بھوپال کے علماء و مفتیان نے مطلب برآری کے لئے تبلیغی جماعت کی خوشامد و چاپلوسی کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ میں بھوپال کی ایک قدیم ترین جامع مسجد میں جمعہ کی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتا تھا، تبلیغی جماعت والے مجھ سے محض اس لئے ناراض رہتے تھے کیوں کہ انہوں نے جب بھی مجھ سے اپنے آدمی کے لئے خطاب کو کہا، میں نے ان سے درخواست کی کہ میرا بیان ہوتا ہے، بہتر ہوگا اگر آپ لوگ میرا بیان سنیں۔ میرے اس رویہ کی وجہ سے مجھے تبلیغی جماعت والوں سے بے انتہا پریشانی اٹھانی پڑی، کسی نہ کسی طرح وہ مجھے دق کرتے ہی رہتے تھے حالاں کہ بارہا ان کے لئے میں نے عرب جماعتوں کے بیانات کی ترجمانی کی اور جماعت کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔

بھوپال کا ماحول اس وقت ایسا ہے کہ ہر دینی مدرسہ تبلیغی جماعت کی خوشنودی میں لگا ہوا ہے، تبلیغیوں کو مدارس کی مجالس عاملہ اور شوریٰ میں اہتمام کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے، ان کے لوگوں کو کام پر رکھا جاتا ہے، تبلیغی جماعت کے پروگرام کے لئے آئے دن تعلیم موقوف کر کے اساتذہ و طلبہ کو ان کی خدمت کے میں حاضر کر دیا جاتا ہے، باہر سے آنے والی جماعتوں کی مدرسہ کی طرف سے پرتکلف دعوتوں کا بندوبست ہوتا

ہے اور وہ بکرے ذبح ہوتے ہیں جو بچوں کے لئے صدقات میں آتے ہیں اور مدرسہ والے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر ملکی اسفار کا انتظام کر لیتے ہیں۔

ہمارے ملک میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو خود کو مسلمان کہتے ہیں، لیکن نہ انہیں کلمہ معلوم ہے، نہ نماز کا پتہ ہے اور نہ قرآن کا علم ہے، ساتھ ہی طرح طرح کی خرافات میں مبتلا ہیں، ہمارے علماء کے پاس نہ وقت ہے اور نہ ہی دلچسپی کہ وہ وہاں جائیں اور ان کو اس دلدل سے نکالیں۔ تبلیغی جماعت والے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہر جگہ پہنچتے ہیں اور اپنی استطاعت کے مطابق ان کو نماز، روزہ اور قرآن کی طرف راغب کرتے ہیں، تبلیغیوں کی یہ کوشش قابل تعریف ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے، انہوں نے ہمارا بھی بوجھ اتار دیا۔

لیکن جو جماعت میں پرانے ہو جاتے ہیں، دیکھنے میں آیا ہے کہ ان کے اخلاق و افکار بدل جاتے ہیں، بھوپال میں تبلیغیوں کے پیش نظر اجتماع کی ظاہری کامیابی ہوتی ہے، تقریباً ستر سالوں سے مسلسل اجتماع ہو رہا ہے لیکن اس کے نتائج الٹے نظر آتے ہیں۔

بھوپال میں اجتماع سے بہت پہلے ایک خاص ماحول بنانا شروع کر دیا جاتا ہے، بھوپالیوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی جاتی ہے کہ یہی دین ہے اور اسی کامیابی میں ہماری کامیابی ہے۔ اجتماع میں باہر سے آنے والے مہاجرین ہیں اور ہماری حیثیت انصار کی ہے، ہمیں اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے ہمہ وقت ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اس کے لئے اللہ کی طرف سے بڑے بڑے وعدے کئے جاتے ہیں۔

حالت یہ ہوتی ہے کہ اجتماع گاہ کی صفائی کے لئے روزانہ رضاکاروں کے جتھے نکلتے ہیں، ٹینٹ ہاؤس والے خود اپنے سامان پہنچا کر لگواتے ہیں، اسٹیج، مائک، بجلی اور ٹیلی فون والے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں، اکابرین اور بیرون ملک سے آنے والی جماعتوں کی ضیافت کا اعلیٰ ترین انتظام ہوتا ہے، مقامی لوگ الگ الگ اوقات میں اجتماع گاہ کی زیارت کرتے ہیں۔ دوسرے دن عصر کے بعد سینکڑوں شادیاں ہوتی ہیں، تیسرا دن دعا کا ہوتا ہے، جس میں اتنا بڑا مجمع اکٹھا ہوتا ہے کہ بارہ بجے دن میں دعا کے اختتام کے بعد آدھی رات تک لوٹنے والوں کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ لیکن افسوس زندگیوں میں کوئی سدھار نظر نہیں آتا۔

ماہنامہ طلسماتی دنیا کا خبر نامہ

دارالعلوم دیوبند علماء اور مفتیان پر الزام تراشی سے دیوبند میں غم وغصہ

دیوبند (۱۵ دسمبر ایس ٹی بیورو) دارالعلوم دیوبند علماء کرام اور مفتیان کرام پر بہتان تراشی اور بے بنیاد الزامات سے دیوبند کے علماء کرام اور مفتیان عظام اساتذہ اور طلباء اور دیوبند کی سماجی اور ادبی اور دیگر خدمت گار تنظیموں کے ذمہ داران میں سخت غم وغصہ ہے۔ان کا کہنا ہے کہ عالم اسلام کے اس عظیم دینی اور مذہبی ادارے اور اس کے خدمت گاروں پر بہتان تراشی فتنہ پرور قسم کی سوچ ہے اور یہ خدشہ ہے کہ یہ لوگ دشمنان اسلام کا آلہ کار بن چکے ہیں۔

مجاہد جنگ آزادی دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد خاص اور جمعیۃ علماء کے خازن مولانا حسیب صدیقی نے مولوی ابو الحسن ارشد کاندھلوی کی جانب سے دارالعلوم دیوبند اس کے اساتذہ اور مفتیان کرام پر عائد کردہ بے بنیاد اور بے ہودہ الزامات کو یکسر مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہیں ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ مشہور عالم دین کے خانوادے میں پیدا ہو کر وہ اس قدر گھٹیا اور نازیبا حرکات پر اتر آئیں گے انھوں نے کہا کہ مولوی ارشد کاندھلوی کی جانب سے جو الزامات عائد کئے گئے ہیں انہیں سچ ثابت کرنے کے لئے ثبوت اور دلائل پیش کرنے ہوں گے۔ مولانا حسیب صدیقی نے کہا کہ مولوی ارشد کاندھلوی نے دار العلوم اور اس کے مفتیان کرام پر ہیرا پھیری اور فتووں پر سودے بازی کے الزامات عائد کر کے علماء کی کردار کشی کی جو ناکام اور بے ہودہ کوشش کی ہے۔ وہ قابل مذمت ہے اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، حسیب صدیقی نے کہا کہ ابن ابو الحسن ارشد خدارا یہ بتائیں کہ فی الوقت وہ کس اسلام دشمن ایک کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور اس قسم کی بیان بازی اور علماء پر الزام تراشی کرنے کے لئے انھیں کتنی رقم ملی ہے۔ مولانا حسیب صدیقی نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند از ہر الھند ہے جس کی آبیاری حضرت مولانا قاسم نانوتوی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی علامہ انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب جیسے جید اور شہرہ آفاق علماء نے کی ہے۔اس لئے یہاں سے جاری فتوے اور شرعی مسائل مذہبی اعتبار سے مکمل اور مدلل ہوتے ہیں۔جن میں کسی بھی طرح کا لالچ اور ذرہ کے برابر بھی کوئی ترمیم نہیں کرائی جاسکتی۔ مولانا حسیب صدیقی نے کہا کہ اپنے خاندان کے ایک بگڑے ہوئے شخص کے باغیانہ تیور رکھنے والے فرد کو بچانے کے لئے دارالعلوم دیوبند پر اور علماء دیوبند پر تہمتیں اچھالنا انسانیت سوز حرکت ہے۔ جو بالیقین قابل مذمت ہے۔

جامعہ قاسمیہ کے مہتمم مولانا ابراہیم نے کہا مولوی ارشد کاندھلوی کی جانب سے علماء دیوبند پر جو کیچڑ اچھالی گئی ہے وہ بہت افسوس ناک ہے۔ مولانا ابراہیم نے کہا کہ مولوی ارشد کاندھلوی جیسے لوگوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مرکز نظام الدین کو آج جو بھی شہرت حاصل ہے، علماء دیوبند کی تائید وتوثیق کی مرہون منت ہے، لیکن اب اس کی شہرت اور قبولیت کو گھن لگتا جارہا ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ مرکز کے بھی لوگ اور جماعت تبلیغ کے چند ناپختہ افراد اپنی غلط سوچ اور غلط روش سے اپنی الگ تھلگ راہ بنانے میں مصروف ہیں اور ان کی یہ راہ تمام علماء اور تمام اہل حق سے بالکل جدا گانہ ہے اور یہ بات مرکز کے مستقبل کے لئے سخت خطرہ ہے اور مرکز کے لئے یہ روش نہایت نقصان دہ ہے۔ مولانا ابراہیم نے کہا مولوی سعد اس وقت ایسی روش پر گامزن ہیں اور ایسی ہٹ دھرمی کی راہ چل رہے ہیں جس کا انجام صرف ضلالت ہے۔ مولانا نے مزید کہا کہ مولوی سعد کے گمراہ کن بیانات اور خیالات پر دار العلوم دیوبند کے جاری کردہ تحریر اور فتووں پر کچھ لوگ بہت زیادہ چراغ پا ہو رہے ہیں۔ یہ وہ گروپ ہیں جو تبلیغی جماعت کے خیر خواہ ہیں اسلام کے عین خیر خواہ نہیں۔

TILISMATI DUNYA (MONTHLY)
ABULMALI, DEOBAND 247554 (U.P.)

R.N.I.66796/92,RNP/SHN/61,2018-20

ISSUE January,Feburary 2018

POSTING DATE 25-26-BEFORE EVERY MONTH

مطبوعات مکتبہ روحانی دنیا و خصوصی نمبرات

اسماءِ حسنیٰ کے ذریعہ جسمانی و روحانی علاج 300/-	تحفۃ العالمین 150/-	کشکولِ عملیات 90/-	جانوروں کے طبی فائدے اور خواب میں دیکھنے کی تعبیر 50/-	اَعداد بولتے ہیں 150/-
علم الاعداد 85/-	کرشمۂ اَعداد 55/-	اَعداد کا جادو 45/-	علم الحروف 70/-	پتھروں کی خصوصیات 55/-
بسم اللہ کی عظمت وافادیت 40/-	سورۂ فاتحہ کی عظمت وافادیت 60/-	آیت الکرسی کی عظمت وافادیت 25/-	سورۂ یٰسین کی عظمت وافادیت 30/-	سورۂ رحمٰن کی عظمت وافادیت 60/-
مجموعۂ آیاتِ قرآنی 20/-	اعمالِ ناسوتی 20/-	اعمالِ حزب البحر 20/-	بچوں کے نام رکھنے کا فن 100/-	علم الاسرار 90/-
سورۂ مزمل کی عظمت 50/-	اعداد کی دنیا 55/-	لمعات اعداد 40/-	اذانِ بت کدہ 90/-	جادو ٹونا نمبر 110/-
امراضِ جسمانی نمبر 90/-	حاضرات نمبر 90/-	ہمزاد نمبر 90/-	مؤکلات نمبر 90/-	استخارہ نمبر 90/-
روحانی مسائل نمبر 90/-	روحانی ڈاک نمبر 75/-	جنات نمبر 70/-	شیطان نمبر 75/-	خاص نمبر 75/-
اعمالِ شر نمبر 90/-	درود وسلام نمبر 90/-	مجرب عملیات نمبر 80/-	علم جفر نمبر 80/-	دست غیب نمبر 75/-
روحانی امراض نمبر 75/-	بندش نمبر 60/-	دفینہ نمبر 60/-	عملیات اکابرین نمبر 75/-	عملیات محبت نمبر 110/-

Maktaba Roohani Dunya
Mohalla Abul Mali, Deoband-247554 U.P. Mob. 09756726786

محسنِ ملت استاذ العاملین ایڈیٹر ماہنامہ طلسماتی دنیا حضرت مولانا حسن الہاشمی صاحب مدظلہ العالی کا شاگرد بننے کیلئے مندرجہ ذیل معلومات اور چیزیں نیچے دیئے ہوئے پتے پر بھیجیں۔

(1) اپنا نام (2) اپنے والد کا نام (3) اپنی والدہ کا نام (4) تاریخ پیدائش یا عمر

(5) مکمل پتہ (6) اپنا موبائل نمبر (7) گھر کا موبائل نمبر یا فون نمبر

(8) تعلیمی لیاقت کی وضاحت (9) 4 عدد پاسپورٹ سائز فوٹو

(10) HASHMI ROOHANI MARKAZ کے نام =/1000 روپے کا ڈرافٹ

مطلوبہ معلومات اور چیزیں بھیجنے کا پتہ

HASHMI ROOHANI MARKAZ , NEAR ALI MASJID

MOHALLA ABULMALI , DEOBAND , U.P.

PIN CODE NO. 247554

مزید معلومات کیلئے مندرجہ ذیل موبائل نمبروں پر رابطہ کریں !

مولانا حسن الہاشمی:- 9358002992

حسان عثمانی:- 9634011163 ، وقاص (مولانا کے بیٹے):- 9557554338

اپنے مسائل اور پریشانیوں کا حل بذریعہ ای میل

HRMARKAZ19.@gmail.com